

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْأَمْرُ الرَّحْمَانِي

فِي

كشَفِ الْقَادِيَانِي

موضوع مناظرہ حیات عیسیٰ علیہ السلام

روندا د مناظرہ مابین

حضرت مولانا مفتی غلام مرتضیٰ صاحب ساکن میانہ ضلع شاہپور
اور مولوی جلال الدین صاحب شمس مولوی فاضل قادیانی

بمقام — ہریا تحصیل پھالیہ ضلع گجرات

بتاریخ — 18-19 اکتوبر 1924ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ

"THE NATURAL PHILOSOPHY
OF AHLE SUNNAT WAL JAMAAT"
WWW.NATSEISLAM.COM

الصلوة والسلام عليك يا رسول الله

وعلى أهلك وأصحابك يا حبيب الله

فہرست مضامین

- (۱) سبب مناظرہ صفحہ ۲۷۷
- (۲) موضوع مناظرہ صفحہ ۲۷۸
- (۳) شرائط مناظرہ صفحہ ۲۸۰
- (۴) المناظر فیہ حیات و وفات مسیح صفحہ ۲۸۱
- (۵) اسلامی قاعدہ متعلق مناظرہ صفحہ ۲۸۳
- (۶) المناظرین صفحہ ۲۸۸
- (۷) پرچہ نمبر ۱۔۔۔۔ دلائل حیات مسیح (از مفتی غلام مرتضیٰ صاحب اسلامی مناظر) صفحہ ۲۸۹ تا صفحہ ۳۰۴
- (۸) پرچہ نمبر ۱۔۔۔۔ دلائل وفات مسیح (از مولوی جلال الدین صاحب قادیانی مناظر) صفحہ ۳۰۷ تا صفحہ ۳۵۵
- (۹) پرچہ نمبر ۲۔۔۔۔ تردید دلائل وفات مسیح (از مفتی غلام مرتضیٰ صاحب اسلامی مناظر) صفحہ ۳۵۶ تا صفحہ ۳۶۱
- (۱۰) پرچہ نمبر ۲۔۔۔۔ تردید دلائل حیات مسیح (از مولوی جلال الدین صاحب قادیانی مناظر) صفحہ ۳۶۱ تا صفحہ ۳۸۷
- (۱۱) پرچہ نمبر ۳۔۔۔۔ از مولوی جلال الدین صاحب قادیانی مناظر صفحہ ۳۸۸ تا صفحہ ۴۰۸

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي ارسل رسوله باهدى والذين الكامل المبين على
سائر اهل الملل كلهم اجمعين. والصلوة والسلام على رسول الله
النبيين و على اله و صحبه و خلفائه الراشدين للهديين۔

ترجمہ: واضح ہو کہ اسلامی جماعت کی خدمت میں عموماً اور قادیانی جماعت
خدمت میں خصوصاً درخواست ہے کہ آپ ہر ایک صاحب اس کتاب کو ابتداء تا
اخیر نہایت غور سے سمجھ کر پڑھیں۔ اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو اس کو کسی لائق
عالم سے سمجھ لیں اور پھر ایمان کے دائرہ کے اندر کھڑے ہو کر یہ فیصلہ کریں کہ ہر
دو مناظروں میں سے کون مناظر ایمان کے مقتضائے اندر رہ کر فاتح و کامیاب ہوا
ہے اور کون مناظر ایمان کے مقتضائے خارج ہو کر مفتوح و ناکام ہوا۔

سبب مناظرہ

جو لوگ حضرت مولانا مفتی غلام مرتضیٰ صاحب کے مشرب و مذاق سے
واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ مفتی صاحب کو مناظرہ کے ساتھ انس و دلچسپی نہیں۔ نہ
اس وجہ سے کہ ان میں کوئی علمی کمزوری ہے۔ بلکہ اس لیے کہ آج کل کے
مناظرے درحقیقت مناظرے نہیں ہوتے بلکہ مجادلے یا مکابرے ہوتے ہیں لیکن
قادیانی امت کے بعض افراد نے مفتی صاحب کے اس تنفر کو اس رنگ میں بیان
کرنا شروع کر دیا کہ چونکہ مفتی صاحب کے پاس اپنے مذہب کی حقانیت کی کوئی
دلیل نہیں اس لیے وہ میدان مناظرہ میں نہیں آتے اور اس ذکر کو عرصہ دراز تک
جاری رکھا۔ یہاں تک کہ اسلامی جماعت کے کثیر التعداد آدمی مضطرب العقائد و
متردد الایمان ہو گئے۔ جب مفتی صاحب نے اسلامی جماعت میں یہ اضطراب و
تردد محسوس کیا۔ تو انھوں نے اپنے دل میں یہ ناطق فیصلہ کر لیا کہ اسلامی جماعت

کے ایمان و عقیدہ حقہ کی حفاظت کرنے کے لیے اب منجانب اللہ تیرا مناظرہ کرنا لازمی فرض ہو چکا ہے اور مفتی صاحب نے بڑے زور سے اعلان کر دیا کہ میں مناظرہ کرنے پر ہر طرح سے تیار ہوں۔

تعیین موضوع مناظرہ

کئی سال سے قادیانی جماعت کے بعض افراد مفتی صاحب کے پاس آتے رہے اور جب وہ اپنے قادیانی مذہب کی تائید میں طول طویل تقریریں کرتے اور مفتی صاحب اخیر میں ایک ہی فاضلانہ فقرہ سے سب کی تردید کر دیتے تو وہ قادیانی آدمی گھبرا کر مفتی صاحب کو کہتے کہ تم ہمارے عالم کے ساتھ مناظرہ کیوں نہیں کرتے۔ کبھی تو مفتی صاحب سکوت فرماتے اور کبھی یہ فرماتے کہ اگر تمہارا کوئی عالم یہاں آجائے تو ہم مضامین مفصلہ ذیل میں تبادلہ خیالات کریں گے۔ ختم نبوت۔ مرزا صاحب کی نبوت۔ مرزا صاحب کا مسیح موعود ہونا۔ مرزا صاحب کے منکروں کی تکفیر۔ مرزا صاحب کا اسلام و کفر۔ مرزا صاحب کی صداقت و تکذیب۔

لیکن قادیانی آدمی ہر بار اس بات پر زور دیتے کہ ہمارا عالم پہلے مسیح ابن مریم کی حیات و وفات پر مناظرہ کرے گا۔ بلحاظ وجہ مذکور مفتی صاحب نے بھی مسیح ابن مریم کی حیات و وفات پر مناظرہ کرنا تسلیم کر لیا۔ اور قادیانی جماعت کے اس مضمون پر زور دینے کی یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ ان کے نبی مرزا صاحب نے بھی اس مسئلہ حیات و وفات مسیح ابن مریم پر بہت زور دیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

یاد رہے کہ ہمارے اور ہمارے مخالفین کے صدق و کذب آزمانے کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات حیات ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام درحقیقت زندہ ہیں تو ہمارے سب دعوے جھوٹے اور سب دلائل ہیچ ہیں۔ اور اگر

وہ درحقیقت قرآن کریم کی رو سے فوت شدہ ہیں تو ہمارے مخالف باطل پر ہیں۔
اب قرآن درمیان میں ہے اس کو سوچو، (تحفہ گولڑہ ص ۱۶۶)۔

اور واقعی اسلامی جماعت کے علماء اس موضوع پر مناظرہ کرنے سے کسی قدر
جھکتے تھے۔ لیکن جب زبدۃ المحققین و رئیس العارفین مرکز الہدایت و محور الولایت
مولانا و مرشدنا حضرت خواجہ سید مہر علی شاہ صاحب لازالت فیوضاتہم نے کتب
ذیل شمس الہدایۃ - حجة اللہ البالغة علی الشتمس البازغة - فیوضات مہریہ - تالیف
فرمائیں تو اس وقت سے اسلامی جماعت کے علماء کے بازو اس موضوع یعنی
حیات و وفات مسیح ابن مریم پر مناظرہ کرنے کے لیے ہمیشہ کے واسطے قوی ہو گئے
ہیں۔ کیونکہ مرشدنا الحمد و ح نے حیات مسیح ابن مریم کے ثابت کرنے کے لیے
ایسے طرق استدلال و استنادات بیان فرمائے ہیں جن کے جواب دینے سے
مرزا صاحب اور مرزا صاحب کے مریدین آج تک عاجز ہیں۔ اور ان کی حقیقت
پر مطلع ہونے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ طرق استدلال و استنادات موہوبی
ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ جب مرشدنا الحمد و ح بغرض مناظرہ لاہور تشریف لے
گئے اور قریباً ہفتہ عشرہ وہاں قیام فرمایا تو مرزا صاحب مناظرہ کے لیے نہ آئے بلکہ
انکار کر دیا۔ اور نیز یہی وجہ ہے کہ چونکہ اسلامی مناظر یعنی مفتی صاحب مرشدنا
الحمد و ح کے مریدین مستفیضین میں سے ہیں اس لیے قادیانی مناظر نہ ان کی
تردید کر سکا اور نہ ہی کوئی دلیل تام التقریب پیش کر سکا۔ اور مناظرہ ختم ہونے کے
بعد علامہ دہر حضرت مولانا مولوی غلام محمد صاحب گھوٹوی پریزیڈنٹ اسلامی
جماعت دوسرے دن اسٹیشن میانی سے ریل پر سوار ہو کر بمقام گولڑہ شریف پہنچے۔
اور وہاں مرشدنا الحمد و ح کے حضور میں مناظرہ کے تمام واقعات عرض کیے جس
پر مرشدنا الحمد و ح نے اسلامی مناظر کو یہ خط لکھا جس کے الفاظ بعینہا حسب ذیل

ہیں۔

مخلصی فی اللہ مفتی غلام مرتضیٰ حفظکم اللہ تعالیٰ۔
 بعد سلام و دعا کے الحمد للہ ای لمنہ کہ اوسبحانہ و تعالیٰ نے آپ کو توفیق اظہار حق
 بوجہ اتم عنایت فرمائی۔ مخلصی مولوی غلام محمد صاحب سے مفصل کیفیت معلوم ہوئی۔
 بل کے بل سے سب بل مبطلین کے نکال دیئے۔ اللہم و فقنا لما تحب و
 ترضی و صل وسلم و بارک علی سیدنا محمد و آلہ و صحبہ و
 الحمد لک اولاً و آخراً۔ سب احباب سے مبارک بادی۔
 العبد الملتجی و المشتکی الی اللہ المدعو بہ مہر علیشاہ بقلم خود از گولڑہ۔ ۲۲ اکتوبر

۱۹۲۳ء

شرائط مناظرہ

بتاریخ ۲۵ اگست ۱۹۲۳ء کسی اپنے خاص کام کے لیے مفتی صاحب نے ایک
 ہفتہ کا سفر اختیار کیا۔ اور قادیانی جماعت کے لوگ اپنے ایک مولوی صاحب مسمی
 جلال الدین شمس کو قادیان سے میانی لائے۔ اور اس قادیانی مولوی نے بتاریخ
 ۲۷ اگست ۱۹۲۳ء گنج منڈی میانی میں تقریر کی۔ اور بعد اختتام تقریر ایک قادیانی
 نے کہا کہ یہ مولوی صاحب کل وفات مسیح ابن مریم پر دلائل پیش کریں گے۔ اگر
 کسی نے مناظرہ کہنا ہے تو میدان میں آئے۔ یہ بات سن کر بوجہ عدم موجودگی مفتی
 صاحب اسلامی جماعت میں سخت اضطراب پیدا ہوا۔ لیکن مطابق الاسلام یعلمو
 و لا یعلمی خدا تعالیٰ نے یہ اتفاق پیدا کر دیا کہ مفتی صاحب کو سفر میں گرمی محسوس
 ہوئی۔ اس وجہ سے وہ ارادہ سفر ملتوی کر کے بتاریخ ۲۸ اگست ۱۹۲۳ء صبح کی گاڑی
 پر براستہ بھیرہ واپس میانی پہنچ گئے۔ جس پر اسلامی جماعت میں نہایت سرور و
 خوشی ہو گئی اور قادیانی جماعت کے اندر اضطراب ہوا۔ و تلک الایام ندا

ولہابین الناس۔ اور مفتی صاحب نے قادیانی جماعت کو کہلا بھیجا کہ تم نے اسلامی جماعت کو مخاطب کر کے مناظرہ کے لیے دعوت دی ہے اس لیے میں بتاؤ اللہ مناظرہ کرنے پر تیار ہوں۔ آپ میرے ساتھ شرائط مناظرہ طے کریں چنانچہ بتاریخ ۲۸ اگست ۱۹۲۳ء مابین مولانا مفتی غلام مرتضیٰ صاحب۔ ساکن میانی و مولوی جلال الدین صاحب شمس مولوی فاضل قادیانی بموجودگی ہر دو فریقین شرائط مفصلہ ذیل باتفاق فریقین طے ہوئیں

المناظر فیہ حیات و وفات مسیح

- ۱۔ ایک مناظر دوسرے مناظر کے مقابلہ میں قرآن کریم اور حدیث صحیح کو پیش کرے گا۔ علاوہ ازیں مناظر جماعت اسلامیہ سیدہ جماعت اسلامیہ احمدیہ کے مقابلہ میں مرزا صاحب کے اقوال بھی پیش کر سکے گا بشرطیکہ دعویٰ نبوت کے بعد کے ہوں۔
- ۲۔ قرآن کریم اور حدیث صحیح کی تفسیر امور مفصلہ ذیل سے کی جائے گی۔ (۱) قرآن کریم۔ (۲) حدیث صحیح۔ (۳) اقوال صحابہ بشرطیکہ قرآن کریم اور حدیث صحیح کے مخالف نہ ہوں۔ (۴) لغت عرب (۵) صرف (۶) نحو۔ (۷) معانی (۸) بیان (۹) بدیع۔ اگر کوئی حدیث قرآن کریم کے مخالف ہوگی تو وہ صحیح نہیں سمجھی جائے گی۔

- ۳۔ کل پرچے پانچ ہوں گے پہلے دن ہر ایک مناظر اپنے دعویٰ کے دلائل تحریری طور پر پیش کرے گا۔ اور ہر ایک تقریر کے لیے ڈیڑھ گھنٹہ وقت ہوگا۔ اور قبل از شروع اس تمام تقریر کو تحریر میں لا کر دوسرے مناظر کو دے دے گا۔ اور ہر ایک مناظر تحریر کردہ مضمون کے علاوہ اور کوئی مضمون بیان نہیں کرے گا۔ ہاں توضیح اور تشریح کر سکتا ہے۔ اور تردید کے تحریر کرنے کے لیے دو گھنٹہ کا وقت ہوگا۔

اور آدھ آدھ گھنٹہ ان کے سنانے کے لیے ہوگا۔ ان کے سنانے کے بعد پہلے دن کا اجلاس ختم ہوگا۔ دوسرے دن ہر ایک مناظر کی طرف سے تین تین پرچے ہوں گے۔ ہر ایک پرچے کی تحریر کے لیے ایک ایک گھنٹہ وقت مقرر ہوگا اور تقریر کے آدھ آدھ گھنٹہ ہوگا۔ پہلے دن کے پہلے پرچے کے علاوہ کسی پرچے میں کوئی نئی دلیل پیش نہ کی جائے گی۔

۴۔ ہر ایک دن کا اجلاس صبح ۸ بجے سے شروع ہوگا۔ تحریر اور تقریر کے علاوہ جو وقت صرف ہوگا وہ وقت مناظرہ میں شمار نہ ہوگا۔

۵۔ مناظر پرچہ خود لکھے گا۔ اس کی دوسری کاپی کرنے کے لیے ایک معاون ہوگا ہر ایک مناظر کا اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا پرچہ معہ اس کے دستخطوں کے پرچہ سنانے سے پہلے دوسرے مناظر کو دیا جائے گا۔ اور ہر دو پریزیڈنٹوں کے دستخط اس پر ثبت ہوں گے۔

۶۔ ہر ایک مناظر کسی غیر سے اثنائے مناظرہ میں کسی قسم کی امداد نہ لے گا۔

۷۔ تاریخ مناظرہ ۱۸-۱۹ اکتوبر ۱۹۲۲ء مقرر ہے یعنی بروز ہفتہ و اتوار۔

۸۔ مناظرہ بمقام میانی متصل سرائے بڑے درخت کے نیچے ہوگا۔
۹۔ فریقین میں سے کسی کو ضم ضمیمہ کا اختیار نہ ہوگا۔ مگر فریقین کو علیحدہ علیحدہ اس مباحثہ کی اشاعت لازمی ہوگی۔

۱۰۔ فریقین کی طرف سے ایک ایک پریزیڈنٹ ہوگا جن کا کام وقت کی پابندی کرانا ہوگا۔ اگر کوئی مناظر خلاف تہذیب گفتگو کرے گا تو پریزیڈنٹ روک دیں گے۔

۱۱۔ مناظرین اور ہر دو پریزیڈنٹوں کے بغیر کسی کو بولنے کی اجازت نہ ہوگی۔

۱۲۔ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر سے پہلے اس مناظرہ کے لیے اجازت لی جائے گی۔

۱۳۔ فریقین کی طرف سے جو مناظر ہوں گے ان پر مذکورہ بالا شرائط کی پابندی لازمی ہوگی۔

بقلم خود نبی محمد سیکرٹری انجمن احمدیہ میانی دگھوگھیاٹ 28/8/24

نوٹ: جب شرط نمبر ۱۔ کا یہ فقرہ یعنی ہر ایک مناظر دوسرے مناظر کے مقابلہ میں قرآن کریم اور حدیث صحیح کو پیش کرے گا۔ طے ہو چکا تو مفتی صاحب نے کہا کہ میں قادیانی مناظر کے مقابلہ میں مرزا صاحب اور مرزا صاحب کے خلیفوں کے اقوال بھی بطور حجت و الزام پیش کر سکوں گا۔ اس پر مولوی جلال الدین صاحب قادیانی نے کہا کہ مرزا صاحب کے خلیفوں کے اقوال ہم پر حجت نہیں۔ بڑے تعجب و حیرانگی کی بات ہے کہ مرزا صاحب قادیانی جماعت کے پیغمبر تو کہتے ہیں۔

آنچہ دادہ ست ہر بنی راجام داداں جام رام را تمام
یعنی مرزا صاحب کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے تمام انبیاء کے تمام کمالات مجھے عطا کیے ہیں۔ اور قادیانی امت یہ کہتی ہے کہ ہم کو اپنے پیغمبر کے خلیفوں کے اقوال نامنطور ہیں۔ حالانکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين المهديين۔ (مشکوٰۃ ص ۲۲) یعنی ”جیسا کہ میری فرمانبرداری تم پر لازم ہے ویسا ہی میرے خلیفوں کی فرمانبرداری تمہارے اوپر لازم ہے۔“ اور پھر مولوی جلال الدین صاحب قادیانی نے کہا کہ مرزا

صاحب کے اقوال بھی علی الاطلاق ہمارے اوپر حجت نہیں بلکہ وہ اقوال جو دعویٰ نبوت کے بعد کے ہوں۔ یہ عجیب پیغمبر ہے اور عجیب اس کی امت ہے۔

شرط نمبر اول و دوم

شرائط مجوزہ مسلمہ فریقین میں سے شرط نمبر ۱۔ و شرط نمبر ۲۔ نہایت قابل غور ہیں۔ اور درحقیقت یہی دو شرطیں فتح و شکست کا معیار و میزان ہیں۔ اور نیز یہ دو شرطیں وہ ہیں جن کو قرآن کریم اور قرآن کریم و حدیث کا عربی ہونا لازمی طور پر تجویز کرتے ہیں۔ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے ان ہر دو شرطوں کے عین مطابق اور تحت میں رہ کر اپنا دعویٰ ”حیات مسیح ابن مریم“ ثابت کر دیا۔ اور قادیانی مناظر کے تمام خیالات کی تردید کی۔ لیکن قادیانی مناظر باوجود ان ہر دو شرطوں سے متجاوز ہونے کے بھی اپنا دعویٰ وفات مسیح ابن مریم ثابت نہ کر سکا اور نہ ہی اسلامی مناظر کی تردید کر سکا جیسا کہ روکداد مناظرہ سے روشن ہے۔

اسلامی قاعدہ متعلق مناظرہ

اگر ہر دو مناظر اہل اسلام میں سے ہوں تو ان کا لازمی فرض ہے کہ وہ اس حکم اور قانون پر فیصلہ کریں جو قرآن کریم یا حدیث کے الفاظ سے مفہوم ہے۔ اور اس حکم اور قانون کی حکمت کا نہ دریافت کرنا ضروری ہے اور نہ بیان کرنا لازمی ہے۔ کیونکہ حکم اور قانون قطعی و یقینی ہے اور حکمت ظنی ہے۔ اور بوقت مناظرہ قطعی و یقینی امر کو ترک کر کے ظنی امر کی طرف رجوع کرنا خلاف عقل و نقل ہے۔ خلاف عقل ہونا تو ظاہر ہے۔ دیکھئے اگر صاحب حج کسی مقدمہ میں ڈگری دے دیں تو مدعا علیہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ جس قانون کے رو سے آپ نے ڈگری دی ہے میں اس قانون کو تو مانتا ہوں لیکن مجھ کو خود اس میں یہ کلام ہے کہ یہ قانون مصلحت کے

خلاف ہے۔ اس لیے آپ اس کا راز بتلا دیں۔ اور اگر وہ ایسا کہے بھی تو اس کو توہین عدالت اور جرم سمجھا جائے گا اور اس پر صاحب حج کو حق ہوگا کہ توہین عدالت کا اس پر مقدمہ کرے۔ اور اگر مقدمہ بھی قائم نہ کیا تو اتنا تو ضرور کرے گا کہ کان پکڑ کر اس کو عدالت سے باہر کر دے گا۔ اور اگر اس وقت اس کی طبیعت میں حکومت کی بجائے حکمت غالب ہوئی تو یہ جواب دے گا کہ ہم عالم قانون ہیں واضح قانون نہیں۔ مصالح واضح سے پوچھو۔ تو کیا کسی عقلمند کے نزدیک یہ جواب نامعقول جواب ہے یا بالکل عقل کے موافق۔ اور نقل کے خلاف ہونا اس آیت سے ثابت ہے قائل اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین امنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم فان تنازعتم فی شئی فردوه الی اللہ و الی الرسول انکنتم تؤمنون باللہ و الیوم الآخر (سورہ نساء) (یعنی اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو اور اپنے سے صاحب امر لوگوں کی پھر اگر کسی چیز میں باہم تنازع کرو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لے جاؤ۔ اگر تم اللہ پر اور آخر کے دن پر ایمان لاتے ہو) دیکھو کہ اولی الامر کے ساتھ اطیعوا نہ لانے میں یہ ایماء ہے کہ اولی الامر کی اطاعت اللہ اور رسول کی اطاعت کے ماتحت ہے۔ اور پھر فردوہ الی اللہ و الی الرسول میں اولی الامر کا ذکر نہ کرنا اس میں قرآن کریم نے یہ صاف فیصلہ کر دیا ہے کہ تنازع فیہ امر میں فیصلہ کن دو ہی چیزیں ہیں۔ قرآن کریم اور حدیث۔ تیسری چیز کوئی نہیں۔ اور پھر انکنتم تؤمنون باللہ و الیوم الآخر فرما کر یہ بتلا دیا کہ اگر تم مومن ہو تو تنازع فیہ امر کے فیصلہ کے لیے قرآن کریم اور حدیث نبوی کے سوا کسی چیز کی طرف توجہ نہ کرو گے ورنہ تم مومن نہیں۔ ناظرین غور کریں کہ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے آیت فان تنازعتم فی شئی فردوه الی اللہ و الی الرسول انکنتم

تو منون باللہ والیوم الآخر کے عین مطابق مناظرہ کیا ہے۔ اور قادیانی مناظرہ نے اس آیت کے خلاف اپنے مناظرہ میں کثیر التعداد امور کا ارتکاب کیا ہے۔ مثلاً ”توریت کا پیش کرنا۔ اور یہ کہنا کہ مسیح ابن مریم کو آسمان پر اتنی دیر رکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ خدا تعالیٰ نے مسیح کو دوسرے آسمان پر کیوں رکھا اور ساتویں آسمان پر کیوں نہیں لے گیا ان میں کوئی نقص باقی تھا۔ وغیرہ وغیرہ“ جو روئداد مناظرہ سے روشن ہے۔ اس طرز عمل سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی جماعت زبانی تو مدعی ایمان بالقرآن والحدیث ہے لیکن ان کے قلوب کی حالت دگرگوں ہے۔ صاحبو! یہ نہ سمجھئے کہ اسلامی جماعت کے علماء و فضلاء اسلامی احکام و قوانین کے اسرار و حکم کو نہیں جانتے۔ ان کے پاس سب کچھ ذخیرہ موجود ہے۔ لیکن۔

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز

ورنہ در مجلس رنداں خبرے نیست مگر نیست

اور اگر مناظرین میں سے ایک مسلم ہے اور دوسرا غیر مسلم ہے تو اس صورت میں مناظرہ مسلم کا فرض ہے کہ اپنے دعویٰ کے اثبات کے لیے عقلی دلائل پیش کرے۔

شرط نمبر ۹

چونکہ قادیانی جماعت نے شرط نمبر ۹ کو توڑ کر پہلے ایک اشتہار شائع کیا اور پھر روئداد مناظرہ کے ساتھ نئے مضامین جن کا نام چند ضروری باتیں رکھا گیا اور حواشی ضم کر دیئے اس لیے ہم نے بھی بعد میں اشتہار شائع کیا اور حواشی وغیرہ بغرض توضیح و تشریح ملا دیئے۔

شرط نمبر ۸

بتاریخ ۱۳ یا ۱۵ اکتوبر ۱۹۲۳ء جناب صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع شاہپور کا حکم صادر ہو کر پہنچا کہ فی الحال مناظرہ نہ کیا جائے۔ اس حکم کے پہنچنے پر قادیانی جماعت کو از حد خوشی حاصل ہوئی۔ اور مفتی صاحب کے ذمہ یہ اتہام لگایا کہ انھوں نے صاحب بہادر کے ساتھ کوشش کر کے مناظرہ رکا دیا ہے۔ اس پر اسلامی جماعت نے یہ تجویز پیش کی کہ ضلع شاہپور کی حد سے باہر مناظرہ کیا جائے لیکن قادیانی جماعت نے اس سے بھی گریز کی۔ جب مفتی صاحب نے یہ حالت دیکھی تو مضطربانہ صورت میں سر بسجود ہو کر دعا کی کہ ”اے خدا یا اجلاس مناظرہ منع فرما کر اہل اسلام کے ایمان و عقائد حقہ مستحکم کر اور مجھے اس جھوٹے اتہام سے بری فرما۔“ اس مجیب الدعوات و مسبب الاسباب نے ایسا اتفاق کیا کہ بتاریخ ۱۷ اکتوبر ۱۹۲۳ء میاں شاہ محمد صاحب ساکن واڑہ عالم شاہ صبح کی گاڑی پر میانی پہنچ گئے۔ ان کی خدمت میں یہ بات بیان کی گئی کہ قادیانی جماعت مناظرہ سے گریز کر رہی ہے اور آپ بڑے لائق ہیں۔ ان کے ساتھ مناظرہ کرانے کے لیے کوشش کریں۔ چنانچہ میاں صاحب مدوح قادیانی جماعت کے پاس گئے اور واپس آ کر کہنے لگے کہ وہ مناظرہ پر تیار ہو گئے ہیں۔ لیکن یہ معلوم نہ ہوا کہ وہ کس وجہ سے تیار ہو گئے ہیں۔ بعد اختتام مناظرہ میاں صاحب مدوح نے مفتی صاحب کے آگے موضع دریا لہ جالپ کو جاتے ہوئے بیان کیا کہ میں نے قادیانی جماعت کو یہ جا کر کہا تھا کہ میرا بھی مرزائیت کی طرف میلان ہے اور مفتی صاحب گھبراہٹ میں ہیں وہ میدان مناظرہ میں کبھی نہ آئیں گے۔ آپ تیار ہو جائیے آپ کی بلا محنت فتح ہے۔ اس پر قادیانی جماعت تیار ہو گئی۔ اور بتاریخ ۱۸ اکتوبر ۱۹۲۳ء صبح کی گاڑی پر سوار ہو کر ہر دو فریق موضع ہریا تحصیل پھالیہ ضلع گجرات پہنچے۔ اور وہاں دو دن یعنی بتاریخ ۱۸، ۱۹ اکتوبر ۱۹۲۳ء مناظرہ ہوا۔ اور ہم چودھری غلام حیدر خان صاحب نمبردار ہریا کا خصوصاً اور دیگر باشندگان ہریا کا عموماً نہایت شکر یہ ادا کرتے ہیں کہ ان کی سعی بلیغ کی وجہ سے ہر دو دن کا مناظرہ نہایت با امن و سکوت سامعین ہوا۔ علاوہ ازیں چودھری غلام حیدر خان صاحب و دیگر باشندگان

ہریانے باوجود یکہ وہ اہل اسلام میں سے تھے دو دن ہر دو فریق یعنی اسلامی جماعت و قادیانی جماعت کو نہایت باعزت کھانا دیا اور چار پائی وغیرہ کا بہت عمدہ انتظام کیا۔ حالانکہ ہر دو دن مجمع کثیر التعداد تھا۔

المناظرین

اسلامی جماعت کی طرف سے مناظر حضرت مفتی غلام مرتضیٰ صاحب ساکن میانی اور قادیانی جماعت کی طرف سے مناظر مولوی جلال الدین صاحب شمس مولوی فاضل قادیانی تھے۔

صدر جلسہ

ہر دو دن یعنی ۱۸، ۱۹، اکتوبر ۱۹۲۲ء اسلامی جماعت کی طرف سے مجلس مناظرہ کے پریزیڈنٹ جامع الفنون العقلیہ والتقلیہ فہامہ دہرو علامہ عصر حضرت مولانا مولوی غلام محمد صاحب ساکن گھوڑہ ضلع ملتان تھے۔ اور قادیانی جماعت کی طرف سے ۱۸ اکتوبر ۱۹۲۲ء کے پریزیڈنٹ کرمداد صاحب دولیال تھے اور ۱۹ اکتوبر ۱۹۲۲ء کو حاکم علی صاحب تھے۔ معلوم نہیں کہ دوسرے دن کرمداد صاحب کو عہدہ پریزیڈنٹی سے کیوں معزول کیا گیا۔

پرچہ نمبر اول

دلائل حیات مسیح از مفتی غلام مرتضیٰ صاحب

اسلامی مناظر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ۔

حیات مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پہلی دلیل

قوله تعالى و قولهم ۱۔ انا قتلنا المسيح عيسى ابن مريم رسول الله و ما قتلوه و ما صلبوه ولكن شبه لهم و ان الذين اختلفوا فيه لفي شك منه ما لهم به من علم الا اتباع الظن و ما قتلوه يقينا بل رفعه الله اليه و كان الله عزيزاً حكيماً۔

حیات مسیح ابن مریم کے اثبات کے لیے اسلامی جماعت کے پاس دلائل بکثرت ہیں۔ مثلاً (۱) و انه لعلم للساعة (۲) و ان من اهل الكتاب الا ليومنن به قبل موته۔ (۳) و يكلم الناس في المهد و كهلاً (۴) و اذ كففت بني اسرائيل عنك (۵) و ما قتلوه و ما صلبوه۔ (۶) بل رفعه الله اليه۔ (۷) اني متوفيك و رافعك الي۔ (۸) و من المقربين۔ (۹) ان مثل عيسى عند الله كمثل آدم (۱۰) و لنجمعك اية للناس۔ (۱۱) و جعلني مباركاً اين ما كنت۔ (۱۲) ليظهره على الدين كله۔ اور یہ قرآنی دلائل ایسے ہیں جن میں سوائے لیظہر علی الدین کلہ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شخصی طور پر ذکر ہے۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

یعنی یہود اس قول کی وجہ سے بھی ملعون ہوئے کہ ہم نے مسیح ابن مریم رسول اللہ کو قتل کر دیا ہے حالانکہ انھوں نے اس کو نہ قتل کیا اور نہ ہی دار پر اس کو چڑھایا لیکن ان کے لیے تشبیہ واقع کی گئی اور بے شک وہ لوگ جنھوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا البتہ وہ اس سے شک میں ہیں ان کو اس کا کوئی علم نہیں سوائے اتباع ظن کے اور انھوں نے یقیناً اس کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ تعالیٰ غالب کامل القدرۃ حکمت والا ہے۔

اس آیت میں فقرہ بل رفعہ اللہ الیہ اس بات پر زبردست اور محکم دلیل

(بقیہ) اور حدیثی دلائل تو کثیر التعداد ہیں۔ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنا دعویٰ حیات مسیح ابن مریم کے ثابت کرنے کے لیے قرآنی دو دلیلوں پر اکتفا کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی مناظر کو ہر ایک دلیل کے متعلق پورا اطمینان اور یقین تھا کہ اس دلیل میں حیات مسیح ابن مریم کے اثبات میں تقریب تام ہے۔ اور تقریر کے لیے وقت معین تھا۔ ان وجوہات کے لحاظ سے مفتی صاحب اسلامی مناظر نے قرآنی دو دلیلوں کو انتخاب کر کے ان کی طرز استدلال کو شرط نمبر ۱ و شرط نمبر ۲ کے تحت میں رہ کر اس قدر تحریر کیا جو وقت معین میں بذریعہ تقریر بیان ہو سکے۔ اور ایسا ہی ہوا کہ قادیانی مناظر کوئی جواب صحیح نہ دے سکا۔ مولوی شیخ امام الدین صاحب ساکن ہریانے بعد اختتام مناظرہ بطرز اظہار رائے فرمایا۔

حیات مسیح دی ثابت کیتی واہ حدیث قرآنوں	نازل ہوئی وچہ زمانے آخر سچ پچھانوں
جسدم عالم قادیانوالا کردا سی تقریراں	سننے والیاں تائیں ہرگز ہون نہیں تاثیراں
نال تحمل اتے نال مفتی صاحب بولن	خوش الحانی اتے مومن جند جاناں سب گھولن
علم بیانوں مفتی صاحب خوب بیان سنایا	علم کلام معانی اندر ابلق تیز چلایا
مسئلہ نحو محقق کیتا متن متین دکھایا	جتنے قدم مبارک رکھیا کسے نہ پیر اٹھایا

(مرتب)

ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ بحسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔
 کیونکہ لغت عرب میں رفع کے حقیقی معنی اوپر کی طرف اٹھانا ہے۔ رفع برداشتن
 وهو خلاف الوضع (صراح جلد ۲ ص ۱۶) رفعہ کمنعہ ضد وضعہ (قاموس
 ص ۵۱۲) رفعہ رفعاً بالفتح برداشت آنرا خلاف وضع (منتہی الارباب ص
 ۱۷۶) اور آیت و رفع ابویہ علی العرش (یوسف) سے بھی یہی معنی ظاہر
 ہوتے ہیں۔ یعنی حضرت یوسف نے اپنے والدین کو تخت کے اوپر چڑھایا۔ پس
 رفع اجسام میں حقیقی طور پر اوپر کی طرف حرکت اپنی اور انتقال مکانی مراد ہوگی۔
 اور رفع معانی میں مناسب مقام۔ اور رفع الی اللہ سے حقیقی طور پر رفع الی اللہ مراد
 نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ لامکان ہے اور بلحاظ صفت علم وغیرہ اس کو تمام
 مکانوں اور تمام کمینوں کے ساتھ ایک ہی نسبت ہے۔ بلکہ رفع الی اللہ سے مراد
 آسمان پر اٹھانا ہے جو فرشتوں پاک ہستیوں کا مقرر ہے جن کی شان میں لا
 یعصون اللہ ما امرہم و یفعلون ما یومرون۔ (التحریم) شہادت خداوندی
 ہے (یعنی اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے جو وہ انہیں حکم دے اور جو کچھ انہیں حکم ملتا ہے
 کرتے ہیں) اور حدیث عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 قال الملائکۃ یتعاقبون ملائکۃ باللیل وملائکۃ بالنهار و یجتمعون فی
 صلوۃ الفجر والعصر ثم یعرج الیہ الذین باتوا فیکم فیسا لہم وهو
 اعلم بہم کیف ترکتم عبادی فقالوا ترکناہم یصلون و اتیناہم
 یصلون۔ (بخاری جلد ۱ ص ۴۵۷) اسی معنی کے مراد ہونے کو ثابت کرتی ہے۔
 (یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا کہ فرشتے آگے پیچھے آتے ہیں کچھ رات کو اور کچھ دن کو اور نماز صبح اور
 عصر میں دونوں اکٹھے ہو جاتے ہیں پھر چڑھ جاتے ہیں طرف اللہ کی وہ فرشتے

جنہوں نے رات گزاری تمہارے میں۔ پھر اللہ سوال کرتا ہے حالانکہ وہ اعلم ہے کس حالت میں تم نے میرے بندوں کو چھوڑا تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے ان کو نماز پڑھتے ہوئے چھوڑا۔ اور جب ہم ان کے پاس گئے تو وہ نماز پڑھتے تھے۔)

کیونکہ اس حدیث میں عروج الی اللہ سے عروج الی السماء مراد ہے۔ اور عروج الی اللہ اور صعود الی اللہ اور رفع الی اللہ کی ایک ہی صورت ہے۔ اور حدیث یسرفع الیہ عمل اللیل قبل عمل النہار (صحیح مسلم جلد اول ۹۹) ”یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف عمل رات کے اٹھائے جاتے ہیں پہلے عمل دن کے“ اسی معنی کے مراد ہونے کے لیے مؤید ہے بلکہ یہ حدیث آیت الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ کی تفسیر ہے (یعنی اللہ کی طرف چڑھ جاتے ہیں کلمے پاک اور عمل نیک کو اللہ اٹھا لیتا ہے) اور مرزا صاحب آیت بل یرفعہ اللہ الیہ کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ ”رفع سے مراد روح کا عزت کے ساتھ اٹھائے جانا ہے جیسا کہ وفات کے بعد ہو جب نص قرآن اور حدیث صحیح کے ہر ایک مومن کی روح عزت کے ساتھ خدائے تعالیٰ کی طرف اٹھائی جاتی ہے۔“

اگر یہ سوال ہو کہ کتاب ازالہ اوہام دعویٰ نبوت سے پہلے کی ہے اور شرط نمبر ۱ کے مطابق اسلامی مناظر مرزا صاحب کے وہ اقوال پیش کر سکتا ہے جو دعویٰ نبوت کے بعد کے ہوں۔ تو اس کا یہ جواب ہے کہ تاریخ دعویٰ نبوت جو مرزا صاحب اور ان کے مرید بیان کرتے ہیں وہ بیاں ہم پر حجت نہیں کیونکہ ہم مرزا صاحب کو مغتری اور ان کے مریدوں کو مغتری کے مرید اعتقاد کرتے ہیں۔ بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ اس کتاب ازالہ اوہام میں کوئی ایسا فقرہ ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو پیغمبر زعم کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں ذکر ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا و مبشر ابرسول باتی من بعدی اسمہ احمد مرزا صاحب اسی کتاب ازالہ اوہام ص ۳۷ طبع اول میں لکھتے ہیں۔ ”میں وہ احمد ہوں“ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے میرے حق میں بشارت دی تھی۔ پس ثابت ہوا کہ کتاب ازالہ اوہام کے اقوال پیش کرنے شرط نمبر ۱ کے خلاف نہیں بلکہ عین مطابق ہیں۔ ۱۲ مرتب

(ازالہ اوہام ص ۱۰۴۹) اور نیز مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ ”جیسا کہ مقربین کے لیے ہوتی ہے کہ بعد موت ان کی روہیں علیین تک پہنچائی جاتی ہیں۔“ (ازالہ اوہام ص ۱۱۴۵) اور نیز لکھتے ہیں ”بلکہ صریح اور بدیہی طور پر سیاق و سباق قرآن شریف سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ کے فوت ہونے کے بعد ان کی روح آسمان کی طرف اٹھائی گئی۔“ (ازالہ اوہام ص ۹۹۴)

ان عبارات منقولہ سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا صاحب کے نزدیک بھی رفع الی اللہ سے مراد آسمان کے اوپر اٹھائے جانا ہے کیونکہ آپ جب ارواح کے اٹھائے جانے کے قابل ہیں۔ اور ارواح کا اٹھایا جانا آسمان کی طرف ہوتا ہے جیسا کہ آپ بھی اسے علیین اور آسمان کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں تو آیت بل رفعہ اللہ الیہ میں آسمان کی طرف حقیقی طور پر اٹھائے جانا آپ کے نزدیک مسلم ٹھہرا۔ پس تنازع و اختلاف اس بات میں ہے کہ فقرہ بل رفعہ اللہ الیہ میں حضرت عیسیٰ کے زندہ بحمدہ العصری مرفوع ہونے کا بیان ہے یا بعد موت ان کے روح کے مرفوع ہونے کا ذکر ہے۔ اب ہم چند وجوہ سے رفع روحانی فقط کا ابطال کرتے ہیں اور رفع جسمانی و روحانی معا کا اثبات کرتے ہیں۔

۱۔ پہلی وجہ

یہ کہ انا قتلنا المسیح عیسیٰ ابن مریم میں قتلنا کا مفعول بہ یعنی جس پر

اشرائط مجوزہ مسلمہ فریقین میں سے دو شرطیں یعنی شرط نمبر ۱ اور شرط نمبر ۲ قابل غور ہیں بلکہ یہی دو شرطیں فتح اور شکست اور ہار جیت کا معیار ہیں۔ شرط نمبر ۱۔ ہر ایک مناظر دوسرے مناظر کے مقابلہ میں قرآن کریم اور حدیث صحیح کو پیش کرے گا علاوہ ازیں اسلامی مناظر قادیانی مناظر کے مقابلہ میں مرزا صاحب کے اقوال بھی پیش کر سکے گا بشرطیکہ وہ دعویٰ نبوت کے بعد کے ہوں۔ بقیہ اگلے صفحے پر

بزعم یہود قتل کا وقوع ہوا ہے وہ مسیح ہے اور یہ امر نہایت روشن ہے کہ قتل کے قابل نہ فقط جسم ہے اور نہ یہ فقط روح۔ بلکہ جسم مع الروح یعنی زندہ انسان۔ پس ثابت ہوا کہ یہود کا یہ زعم ہے کہ ہم نے مسیح کو قتل کر دیا ہے۔ جو قبل از قتل زندہ تھا یعنی اس کے جسم اور روح کے درمیان بذریعہ قتل تفریق کر دی ہے۔ اور چونکہ و ما قتلوه و ما صلبوه اور و ما قتلوه یقیناً یہود کے مرسوم باطل کی تردید ہے۔ اس لیے نفی قتل اور نفی صلیب اسی بعینہ مسیح سے ہوگی جو عبارت جسم مع الروح سے ہے۔ یعنی زندہ مسیح۔ اور ہر ضمیر منسوب متصل جو و ما قتلوه و ما صلبوه اور و ما قتلوه یقیناً میں ہیں ان کا مرجع وہی مسیح زندہ ہوگا۔ اور یہ بات بالکل مہر نیمروز کی طرح روشن ہے کہ ضمیر منسوب متصل جو بل رفعہ اللہ الیہ میں ہے اس کا مرجع بھی وہی بعینہ مسیح زندہ ہے جو ہر ضمیر منسوب متصل سابقہ کا ہے۔ پس ثابت باللیل ہوا کہ حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم زندہ بحسدہ العصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ نہ فقط روح۔

۱۔ دوسری وجہ

یہ کہ و ما قتلوه یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ میں بقرینہ قصر قلب و نفی کلمہ بل

(بقیہ) شرائط نمبر ۲۔ قرآن کریم اور حدیث صحیح کی تفسیر امور مفصلہ ذیل سے کی جائے گی۔ قرآن کریم۔ حدیث صحیح۔ اقوال صحابہ بشرطیکہ قرآن کریم اور حدیث صحیح کے مخالف نہ ہوں۔ لغت عرب۔ صرف۔ نحو۔ معانی۔ بیان۔ بدیع۔ اگر کوئی حدیث قرآن کریم کے مخالف ہوگی تو وہ صحیح نہیں سمجھی جائے گی۔ اور یہ دو شرطیں وہ ہیں جن کو قرآن کریم اور قرآن کریم اور حدیث کا عربی ہونا نیز لازمی طور پر تجویز کرتے ہیں۔ ان دو شرطیں مذکورین کے تحت میں رہ کر قادیانی مناظر اس پہلی وجہ کا کوئی جواب نہیں دے سکا جو عنقریب مفصل ہوگا۔ مرتب

۱۔ اس دوسری وجہ کا بھی قادیانی مناظر کوئی جواب نہیں دے سکا۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ مرزائی جماعت میں سے کوئی فرد بھی ان دو شرطیں مذکورین کے تحت میں رہ کر قیامت اس کا جواب نہ دے سکے گا۔

ابطالیہ ہے جو بعد نفی کے واقع ہے۔ اور بل ابطالیہ میں جو بعد نفی کے واقع ہو ضروری ہے کہ صفت مبطلہ اور صفت مثبتہ کے درمیان ضدیت ہو دیکھو ام یقولون بہ جنۃ بل جاءہم بالحق (مومنون) میں یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ ایک چیز کا جنون ہونا اور اتیان بالحق ہونا متعذر ہے۔ اور یہاں معنوی نفی ہے اور دیکھو ویقولون ائنا لتارکوا الہتنا لشاعر مجنون بل جاء بالحق۔ (صافات) میں بھی یہ امر بالکل روشن ہے کہ ایک چیز کا شعر و جنون ہونا اور اتیان بالحق ہونا ناممکن ہے۔ اور دیگر نظائر قرآنی بھی بہت ہیں۔ پس اگر بل رفعہ اللہ الیہ سے رفع روحانی اور اعزاز مراد لی جائے تو صفت مبطلہ یعنی قتل مسیح اور صفت مثبتہ یعنی رفع مسیح کے درمیان ضدیت متصور نہ ہوگی۔ کیونکہ قتل اور رفع روحانی و اعزاز کا جمع ہونا ممکن ہے جب مقتول مقربین سے ہو۔ اور اگر یہ مراد لی جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ بجسدہ العصری مرفوع ہوئے تو ضدیت متصور ہوگی۔ کیونکہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مقتول ہیں تو پھر زندہ بجسدہ العصری مرفوع نہیں ہو سکتے۔ اور اگر زندہ بجسدہ العصری مرفوع ہوئے تو پھر مقتول نہیں۔ اور نیز وقولہم انا قتلنا المسیح سے ظاہر ہے کہ یہود کا اعتقاد جو مخاطب ہیں متکلم کے یعنی خدائے کریم کے برعکس ہے۔ اس لیے و ما قتلوه یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ میں قصر قلب ہے۔ اور قصر قلب میں بروئے تحقیق اہل معانی کو یہ لازمی نہیں کہ دونوں وصفوں کے درمیان تثنائی و ضدیت ہو۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ احدا الوصفین دوسری وصف کا ملزوم نہ ہوتا کہ مخاطب کا اعتقاد برعکس متکلم متصور ہو۔ اور یہ امر بدیہی ہے کہ رفع روحانی و اعزاز اس قتل کو لازم ہے جس میں مقتول مقربین سے ہو۔ پس ثابت باللیل ہوا کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم زندہ بجسدہ العصری زمانہ گذشتہ میں آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ نہ فقط روح۔

خلاصہ

یہ ہے کہ اس آیت میں فقرہ بل رفعہ اللہ الیہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ بحمدہ العصری مرفوع الی السماء ہونے پر ازبردست اور محکم دلیل ہے۔ کیونکہ اس فقرہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شخصی طور پر نام اور ذکر ہے اور صیغہ ماضی کا ہے اور جملہ خبریہ تجزیہ یہ ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ میرے مناظر صاحب بھی وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اثبات کے لیے قرآن کریم کا ایسا ہی فقرہ پیش کریں گے جو ان تمام صفات مذکورہ کا جامع ہو۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آسمان پر اس جسم خاکی کا جانا محال ہے تو اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے خود تعلیم فرمایا ہے وکان اللہ عزیزاً یعنی اللہ تعالیٰ کامل قدرت والا ہے گو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت سے تو صعود الی السماء کے ناممکن ہونے کا خیال گزرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے لحاظ سے وہ بالکل ممکن ہے اسی لیے بل رفعہ اللہ الیہ میں رفع کا فاعل خود اللہ تعالیٰ ہے اور اسی وجہ سے اسم اللہ کا لایا گیا ہے جس کے معنی ذات مستجمع صفات کاملہ ہیں۔

اگر اعتراض کیا جائے کہ جب دیگر رسولوں کو زمین میں محفوظ رکھا گیا تو

ایہ آیت واقعی حسب اعتقاد اسلامی مناظر حیات مسیح ابن مریم پر زبردست اور محکم دلیل ثابت ہوئی۔ کیونکہ قادیانی مناظر اس کا کوئی جواب نہیں دے سکا۔ باوجودیکہ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اس موقع پر یہ دعویٰ بھی کیا تھا کہ انشاء اللہ قیامت تک میرا مقابل مناظر اس کا جواب نہ دے سکے گا۔ اور باوجود اس اسلامی مناظر کے قادیانی مناظر وفات مسیح ابن مریم پر قرآن کریم کا کوئی ایسا فقرہ نہیں پیش کر سکا جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شخصی طور پر نام و ذکر ہو اور صیغہ ماضی کا ہو اور جملہ خبریہ تجزیہ ہو ۱۲۔ مرتب

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر لے جا کر محفوظ رکھنے میں کیا حکمت ہے؟ تو اس کا جواب بھی خود اللہ تعالیٰ نے حکیمانہ کے ساتھ دیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ حکیم ہے اور حکیم کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش پر زمینی اسباب منقعد نہیں ہوئے بلکہ آپ کی پیدائش نفخ روح القدس سے عالم الامر میں کلمہ کن سے ہے جیسا کہ ولم یمسسنی بشر ولم اک بغیا (مریم) سے ظاہر ہے پس آپ کو کمال تشبہ بالملائکہ حاصل ہے۔ لہذا بلحاظ فطرت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حکمت ایزدی کا یہی اقتضاء ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر لے جا کر محفوظ رکھا جائے۔

حاصل یہ کہ اس آیت میں فقرہ بل رفعہ اللہ الیہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ بحمدہ العصری آسمان پر اٹھائے جانے کے سوائے اور کوئی معنی مراد نہیں لیا جاسکتا۔ تو اگر لفظ رفع کسی اور جگہ کسی دیگر معنی میں مستعمل ہو تو مضر نہیں۔ کیونکہ عربی لفظوں کے لیے عام طور پر مستعمل فیہ معانی کثیرہ ہوا کرتے ہیں۔ دیکھو کہ قرآن کریم میں عموماً لفظ مصباح سے مراد کوکب یعنی ستارہ ہے لیکن لفظ مصباح جو سورہ نور میں ہے اس سے مراد چراغ ہے۔ اور دیکھو صلوٰۃ سے مراد عموماً عبادت یا رحمت ہے مگر بیع و صلوات سے مراد مقامات ہیں۔ وقس علیٰ هذا۔

اب میں ایک اور قاعدہ مسلمہ اسلامیہ سے اس مسئلہ حیات کو حل کرتا ہوں جو قرآن کریم نے صاف لفظوں میں بیان فرمایا۔ انزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم (یعنی ہم نے قرآن کریم تجھ پر اس لیے اتارا ہے کہ تو (اے نبی) اس کا مطلب واضح کر کے لوگوں کو سمجھا دے)

۱۱ اسلامی مناظر کا یہ بھی کمال ہے کہ حدیث کو براستہ قرآن کریم پیش کیا ہے۔ ۱۲ مرتب

اس آیت سے ایک عام قانون ملتا ہے کہ قرآن کریم کے کسی مجمل مسئلہ میں اختلاف ہو تو اس کی تشریح و توضیح حدیث سے ہونی چاہیے۔ اس لیے میں ایک حدیث بھی سناتا ہوں جس سے آفتاب نمروز کی طرح مسئلہ حیات و وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فیصلہ ہو جائے گا اور اس حدیث کو مرزا صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں یُنْزَلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ إِلَى الْأَرْضِ فَيَنْزُوجُ وَيُولِدُ لَهُ وَيَمُكِّثُ خَمْسًا وَارْبَعِينَ سَنَةً ثُمَّ يَمُوتُ فَيُدْفَنُ مَعِيَ فِي قَبْرِى فَاقُومْ اَنَا وَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ فِي قَبْرِى وَاحِدٍ بَيْنِ ابْنِیْ بَكْرٍ وَ عَمْرِ (مشکوٰۃ باب نزول عیسیٰ ص ۴۷۲) یعنی حضرت عیسیٰ زمین پر اتریں گے پھر نکاح کریں گے ان کی اولاد ہوگی اور وہ پچاس سال زندہ رہیں گے پھر فوت ہوں گے اور میرے مقبرے میں میرے پاس دفن ہوں گے۔ پھر قیامت کے روز میں اور عیسیٰ ابن مریم ایک مقبرے سے اٹھیں گے اس طرح کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے درمیان ہوں گے۔ نزول فرود آمدن۔ (صراح جلد ۲ ص ۲۴۲)۔ نزلہم و بہم و علیہم نزولاً و منزلاً کمجلس و مقعد فرود آمد نزد ایشاں (فتی الارب جلد ۴ ص ۲۸۶) اور اس حدیث میں نزول سے یہی معنی مراد ہیں۔ ہاں جس جگہ نزول سے یہ معنی مراد لینے سے کوئی قرینہ روکتا ہو تو وہاں حسب قرینہ معنی مراد ہوں گے۔ اور یہ مضر نہیں جیسا کہ گزر چکا ہے۔

اگر کہا جائے کہ جو الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بابت آئے ان سے ان کی حقیقت مراد نہیں بلکہ مجاز و استعارہ ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ فن بلاغت و بیان کا قانون ہے کہ مجاز وہاں لی جاتی ہے جہاں حقیقت معتذر ہو (ملاحظہ ہو مطول بحث حقیقت و مجاز ص ۳۲۸) اب ہم دکھاتے ہیں کہ ان الفاظ کی حقیقت کی بابت جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حق میں آئے ہیں مرزا صاحب

کیا فرماتے ہیں۔ کیا ان کی حقیقت کو محال جانتے ہیں یا ممکن۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں ”بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آ جائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں۔ (ازالہ اوہام ص ۹۶۸) اس عبارت میں مرزا صاحب کو تسلیم ہے کہ حقیقت مسیحہ محال نہیں بلکہ ممکن ہے۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں

زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

گو مرزا صاحب کے اقرار کے بعد کسی شہادت کی حاجت نہیں تاہم ایک گواہ ایسا پیش کیا جاتا ہے جس کی توثیق جناب مرزا صاحب نے خود اعلیٰ درجہ کی کی ہوئی ہے۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ ”مولوی نور الدین صاحب بھیروی کے مال سے جس قدر مجھے مدد پہنچی ہے میں کوئی ایسی نظیر نہیں دیکھتا جو اس کے مقابل پر بیان کر سکوں۔ میں نے ان کو طبعی طور پر اور نہایت انشراح صدر سے دینی خدمتوں میں جان نثار پایا۔“ (ازالہ اوہام ص ۱۲۲۰) یہی مولوی نور الدین صاحب ہیں جو مرزا صاحب کے انتقال کے بعد ان کے خلیفہ اول ہوئے۔ وہی مولوی نور الدین صاحب اصولی طور پر ہماری تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ”ہر جگہ تاویلات و تمثیلات سے استعارات و کنایات سے اگر کام لیا جائے تو ہر ایک ملحد۔ منافق۔ بدعتی اپنی آراء ناقصہ اور خیالات باطلہ کے موافق الہی کلمات طیبات کو لا سکتا ہے۔ اس لیے ظاہر معانی کے علاوہ اور معانی لینے کے واسطے اسباب قویہ اور موجبات حقہ کا ہونا ضرور ہے۔“ (ضمیمہ ازالہ اوہام طبع اول ص ۸ و تصنیفات سلسلہ احمدیہ

پس ثابت ہوا کہ ایسی حدیثوں میں مجازات اور استعمارات مراد لینا جائز نہیں۔

اب میں ایک اور طریق سے بھی مختصر عرض کرتا ہوں کہ حیات حضرت عیسیٰ کا مسئلہ مذہب اسلام کے مناسب ہے اور وفات حضرت عیسیٰ کا مسئلہ مذہب اسلام کے نامناسب کیونکہ عیسائیت کے اصول میں سے کفارہ ہے یعنی ایک شخص (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) جو بے گناہ تھا چونکہ دشمنوں کے ہاتھ سے مصلوب ہو کر دنیا کی لعنتیں اس نے اٹھالیں اور اس کے تین دن دوزخ میں رہنے سے اب وہ سارے لوگ جو اس بات پر ایماں لاتے ہیں ہمیشہ کے لیے دوزخ سے نجات پا گئے۔ جس کی مذہب اسلام نے یوں تردید کی ہے لامتزروا ذرۃ وزرا خری یعنی دوسرے کا بوجھ کوئی نہیں اٹھا سکتا۔ عقیدہ کفارہ کو جڑ سے کاٹنے کو فرمایا بل دفعہ اللہ الیہ۔ مسیح تو مرا نہیں اس کو خدا تعالیٰ نے اٹھالیا۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرے نہیں تو کفارہ کہاں؟ نہ بانس ہو گا نہ بانسری بچے گی۔ اس بات سے ثابت ہوتا ہے کہ عیسائیوں کے مقابلہ میں اگر کوئی حربہ اہل اسلام کے پاس ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ہے جس سے عقیدہ کفارہ کی بنیاد کھوکھلی نہیں بلکہ

اس حدیث کا بھی قادیانی مناظران و شرطین مذکورین کے تحت میں رہ کر جواب نہ دے سکا۔

۱۲ مرتب

۲ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اس تقریر میں ثابت کر دیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات مذہب اسلام کے مناسب ہے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات مذہب اسلام کے نامناسب ہے، اور قادیانی مناظر اس کی تردید نہیں کر سکا ۱۲ مرتب

جڑ سے اکھڑ جاتی ہے پس جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں فتنہ صلیبی کو پاش پاش کرنے آیا ہوں اس کا فرض اولین ہونا چاہیے تھا کہ وہ وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے انکار کرے۔ واللہ مجھے سخت حیرت ہوتی ہے جب میں یہ سنتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات سے اس کی الوہیت کی تائید ہوتی ہے کیونکہ الوہیت کی تائید اس صورت میں ہوتی جب ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہمیشہ کے لیے زندہ بذاتہ اعتقاد کرتے۔ اور جب ہم قیامت سے پہلے ان کی وفات کے قائل ہیں تو پھر تائید الوہیت کیسی؟ اور نیز مجھے حیرانگی آتی ہے جب میں یہ سنتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے عیسائیوں کا خدا مر جاتا ہے۔ اور عیسائی مذہب ہمیشہ کے لیے مغلوب ہو جاتا ہے۔ کیا عیسائیوں کا عقیدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کا نہیں ہے؟ کیا عیسائیوں میں سے اس بات کے قائل نہیں کہ عیسیٰ نے چلا کر جان دی؟ پھر جو بات خود عیسائی مانتے ہیں اس سے ان کے مذہب کی موت اور مغلوبیت کیسی؟ یہ نقطہ ایک جی خوش کرنے والی بات ہے۔ ”دل کے بہلانے کو“ غالب یہ خیال اچھا ہے۔“ ہاں اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے انکار کر دیا جائے۔ اور ان کو زندہ تسلیم کیا جائے جیسا کہ قرآن کریم کا منشاء ہے تو عقیدہ کفارہ کی بیخ کنی ہو جاتی ہے۔

دوسری دلیل

قوله تعالى 'وان من اهل الكتاب الا ليومنن به قبل موته ويوم القيامة يكون عليهم شهيداً'۔ (نساء) یعنی ”اور نہیں ہوگا کوئی اہل کتاب میں سے مگر ایمان لے آئے گا اس پر اس کی موت سے پہلے اور وہ قیامت کے دن ان پر شاہد ہوگا“ یہ آیت اس بات پر زبردست دلیل ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم آئندہ زمانہ میں بعینہ نہ بمثلہ نزول فرمائیں گے۔ کیونکہ لیومنن میں نون تاکید کا

ہے۔ اور تمام نحویوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ نون تاکیدی مضارع کو خالص استقبال کے لیے کر دیتا ہے۔ اور تمام محاورات قرآنی اور حدیثی اسی کی شہادت دیتے ہیں۔ اور نیز اس میں لام تاکید کا ہے اور جس وقت نون تاکیدی خبر پر داخل ہو تو ضروری ہے کہ اول جز میں کلمہ تاکید ہو۔ مثلاً لام قسم۔ نون التأكيد خفيفة و ثقلية تختص بمستقبل طلب او خبر مصدر بتأكيد (متن متین ص ۲۹۹) بلکہ قرآن کریم میں الحمد سے والناس تک جتنے صیغے مع لام القسم و نون التأكيد آئے ہیں سب سے مراد استقبال ہی ہے۔ چونکہ لیومن میں نون تاکید ثقلیہ اور لام قسم ہے اس لیے ثابت ہوا کہ یہ لیومنن بہ قبل موتہ جملہ خبریہ استقبالیہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم کے اترنے کے بعد اور موت سے پہلے ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اس وقت جتنے اہل کتاب موجود ہوں گے وہ تمام ان پر ایمان لائیں گے۔ اور یہ امر صاف طور پر روشن ہے کہ ضمیر بہ اور ضمیر موتہ دونوں کا مرجع وہی مسیح عیسیٰ ابن مریم ہیں۔ اولاً اس وجہ سے کہ سیاق کلام اسی کو چاہتا ہے۔ اور ثانیاً اس وجہ سے کہ مولوی نور الدین صاحب نے جن کی توثیق مرزا صاحب نے اعلیٰ درجہ کی کی ہوئی ہے اس آیت کا اس طرح ترجمہ کرتے ہیں۔ ”اور نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر البتہ ایمان لائے گا ساتھ اس کے پہلے موت اس کی اور دن قیامت کے ہوگا اوپر ان کے گواہ (فصل الخطاب لمقدمة اہل الکتاب جلد ۲ ص ۸۰) اور ثالثاً اس حدیث کے بیان سے عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان یسزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسرا للصلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجزیۃ و یفیض المال حتی لا یقبلہ احد حتی تکون السجدة الواحدة خیراً من الدنیا و ما فیہما ثم یقول ابو ہریرۃ فافراوا ان شتم

و ان من اهل الكتاب الا ليو منن به قبل موته، الآیہ متفق علیہ (مشکوٰۃ باب نزول عیسیٰ ص ۴۷۱) یعنی ابو ہریرہ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے قسم ہے اللہ پاک کی بہت جلد ابن مریم منصف حاکم ہو کر تم میں اتریں گے پھر وہ عیسائیت کی صلیب کو (جسے وہ پوجتے ہیں اسے) توڑ دیں گے اور خنزیر (جو برخلاف شریعت عیسائی کھاتے ہیں اس) کو قتل کرائیں گے اور کافروں سے جو جزیہ لیا جاتا ہے اسے موقوف کر دیں گے اور مال بکثرت لوگوں کو دیں گے یہاں تک کہ کوئی اسے قبول نہ کرے گا۔ لوگ ایسے مستغنی اور عابد ہوں گے کہ ایک سجدہ ان کو ساری دنیا کے مال و متاع سے اچھا معلوم ہوگا (حدیث کے یہ الفاظ سنا کر) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں تم اس حدیث کی تصدیق قرآن کریم میں چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھ لو۔ وان من اهل الكتاب ان یذیکھو حضرت ابو ہریرہ کی یہ روایت بالتصریح پکار رہی ہے کہ وہ سب صحابہ کے درمیان آیت وان من اهل الكتاب الا ليو منن به قبل موته میں موتہ کی ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰ بن مریم کو شخصی طور پر قرار دے کر آپ کا نزول ثابت کر رہے ہیں۔ اور اس تصریح نزول کے موقع پر کوئی صحابہ نہ تو نفس مضمون یعنی نزول حضرت مسیح علیہ السلام سے انکار کرتا ہے اور نہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰ بن مریم کو قرار دینے کو غلط کہتا ہے اور نہ آپ کے استدلال کو ضعیف قرار دیتا ہے۔

شاید یہ دوسوہ پیدا ہو کہ ”جو الفاظ حضرت عیسیٰ موعود علیہ السلام کی بابت آئے ان سے ان کی حقیقت مراد نہیں بلکہ مجاز مراد ہے۔“ اس کا جواب یہ ہے کہ فن بیان کا قانون ہے کہ مجاز وہاں لی جاتی ہے جہاں حقیقت محال ہو۔ حالانکہ مرزا صاحب کو تسلیم ہے کہ حقیقت مسیحیہ محال نہیں بلکہ ممکن ہے۔ فرماتے ہیں بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری

الفاظ صادق آسکیں کیونکہ یہ عاجز اس دنیا کی حکومت اور بادشاہت کے ساتھ نہیں آیا درویشی اور غربت کے لباس میں آیا ہے۔ (ازالہ اوہام ص ۹۶۸) اس تمہید کے بعد واضح ہو کہ چونکہ اس آیت میں لیونین مع لام قسم اور نون تاکید ثقلیہ کے ہے اور موتہ کا مرجع حضرت عیسیٰ ابن مریم بعینہ ہیں اس لیے آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم کی موت سے پہلے ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ تمام اہل کتاب موجودہ وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائیں گے چونکہ ابھی تک تمام اہل کتاب کا اتفاق علی الایمان نہیں ہوا اس لیے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم ابھی فوت نہیں ہوئے بلکہ زندہ ہیں۔

اور اس آیت کا ارتباط ماقبل سے یہ ہے کہ جب اثناء ذکر برائیوں یہود کے اس بدی کا ذکر کیا و قولہم انا قتلنا المسیح النجی اور اس بدی سے دو امر مترشح ہوتے تھے۔ ایک یہ کہ یہود کا زعم باطل قتل مسیح کا ہے اور دوسرا یہود کا افتخار جیسا لفظ رسول اللہ سے ظاہر ہے۔ تو حسب اقتضاء بلاغت و مطابق حکمت محمدائے کریم نے پہلے ان کے زعم باطل کی تردید و ماقبلوہ الی بل رفعہ اللہ الیہ سے کی اور پھر اس آیت سے ان کے افتخار کو توڑا کہ تم یہودی تو فخر کرتے ہو کہ ہم نے رسول اللہ کو قتل کر دیا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ آئندہ زمانہ میں تمہارے ہم ملت یہود یہودیت کو ترک کر کے اسی حضرت عیسیٰ ابن مریم کے ساتھ اس کی موت سے پہلے ایمان لائیں گے اور نیز بل رفعہ اللہ الیہ سے سوال پیدا ہوتا تھا کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ بجسدہ العصری مرفوع ہوئے تو اتریں گے

اس دلیل قرآنی اور دلیل حدیثی کا بھی قادیانی مناظران دونوں شرطین مذکورین کے تحت میں رہ کر کوئی جواب نہ دے سکا ۱۲ مرتب

بھی یا نہ تو خداوند کریم نے فرمایا کہ موت سے پہلے تشریف لائیں گے اور دین اسلام کو عالمگیر غلبہ حاصل ہوگا جیسا کہ آیت ہو الذی ارسل رسولہ بالہدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ سے ظاہر ہے یعنی ابھی تک ذکر بدیوں کا ہو رہا ہے لیکن چونکہ اس بدی کا یہ مقتضا تھا کہ اس کے ساتھ ہی یہ مضمون بیان کیا جائے اس لیے اللہ تعالیٰ نے بلاغت و حکمت کو پورا کیا۔ اور اس آیت میں استثناء بعد نفی کے ہے جو مفید ایجاب ہے اور ایجاب میں اتنا ہی ضروری ہے کہ بوقت ثبوت محمول پہلے موضوع موجود ہو بشرطیکہ محمول وجود اور تقرر اور ذاتی نہ ہو۔ اور موتہ قرأت متواترہ ہے جس کا قرأت شاذہ مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اور جناب مرزا صاحب بھی ایک زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے قائل تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا (براہین احمدیہ ص ۱۴۹۸)

میری مراد کوئی الزامی جواب دینا نہیں ہے۔ بلکہ یہ بتلانا ہے کہ جن دنوں مرزا صاحب کو الہام اور مجددیت کا دعویٰ تھا ان دنوں ان کا یہ عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں حالانکہ قرآن دانی میں ان دنوں بھی اس کمال کا دعویٰ تھا کہ تین سو دلائل قرآن کی حقانیت کے قرآن ہی سے دینے کے ثبوت میں براہین احمدیہ لکھی تھی۔ اگر مسئلہ حیات مسیح علیہ السلام اس قسم کا غلط ہوتا کہ اس کی تردید قرآن مجید میں ہوتی تو ایسا قرآن دان اور قرآن کا حامی اس عقیدہ کو دل و دماغ میں رکھ کر میدان مناظرہ میں نہ آتا۔

نوٹ

چونکہ بوقت تحریر شرائط مناظرہ میرے فریق مخالف نے فرمایا تھا کہ مرزا

صاحب کے خلیفوں یعنی مولوی نور الدین صاحب و جناب میاں صاحب کے اقوال ہم پر حجت نہ ہوں گے۔ اس لیے میں نے مولوی نور الدین صاحب کے اقوال اس حیثیت سے پیش نہیں کئے کہ مولوی صاحب ممدوح مرزا صاحب کے خلیفہ ہیں بلکہ اس لحاظ سے پیش کئے ہیں کہ مولوی صاحب ممدوح کی جناب مرزا صاحب نے دینی رنگ میں اعلیٰ درجہ کی توثیق کی ہے۔ مجھے حیرانگی آتی ہے کہ جب مرزا صاحب نبی امتی ہیں اور بوجہ کمال اتباع محمدی وہ تمام کمالات محمدیہ کے مظہر ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ مطابق حدیث فعلیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدين المهديين (مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والنسب ص ۲۲) مرزا صاحب کے معتقدین مرزا صاحب کے خلیفوں کے اقوال کو اپنے اوپر حجت ہونے سے انکار کرتے ہیں۔

مختصر یہ کہ قرآن کریم کی آیات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کو ثابت کرتی ہیں۔ اور مرزا صاحب کے کلمات اسی حیات کی تائید کرتے ہیں۔ اور قرآن مجید جو سابقہ اہل کتاب کی اصلاح کے لیے آیا ہے وہ اصلاح بھی اسی میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کو مانا جائے تاکہ اہل کتاب کا وہ غلط اور گمراہ کن عقیدہ جس کو کفارہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے دنیا سے رخصت ہو جائے۔ وقت کی پابندی ہے لہذا یہ کہہ کر ختم کرتا ہوں۔

کبھی فرصت میں سن لینا بڑی ہے داستاں میری۔

دستخط

مفتی غلام مرتضیٰ (اسلامی مناظر)

دستخط

غلام محمد بقلم خود۔ از گھوڑہ متصل ملتان پریذینٹ اسلامی جماعت

۱۱۸ اکتوبر ۱۹۲۳ء

۱۱۸ اکتوبر ۱۹۲۳ء

پرچہ نمبر اول

دلائل وفات مسیح۔ از مولوی جلال الدین صاحب قادریانی مناظر

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

ابن مریم مر گیا حق کی قسم داخل جنت ہوا وہ محترم
 مارتا ہے اس کو فرقاں سرسبز اس کے مرجانے کی دیتا ہے خبر
 وہ نہیں باہر رہا اموات سے وہ گیا ثابت یہ تمیں آیات سے

اوقات مسیح پر جو قادیانی مناظر یعنی مولوی جلال الدین صاحب نے قرآن کریم کی آیات پیش
 کی ہیں ان میں سے کچھ تو ایسی ہیں کہ جن کے عموم سے کوئی حکم ثابت کیا جاتا ہے۔ ابن مریم
 کی شخصیت کا کوئی ذکر نہیں جیسے ویوم نحشر ہم جمیعاً ثم نقول للذین اشرکوا
 الخ۔ اور وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل الخ۔ اور والذین
 یدعون من دون اللہ الخ۔ اور فیہا تسحیون و فیہا تموتون الخ۔ اور ولکم فی
 الارض مستقر و متاع الی حین۔ اور الم تجعل الارض کففاً الخ۔ اور ومن
 نعمہ ننکسہ الخ۔ اور ومنکم من یتوفی و منکم من یرد الی ارضہ العمر الخ۔
 اور ان تمام آیتوں کا پرچہ نمبر ۵ میں اسلامی مناظر یعنی مفتی غلام مرتضیٰ صاحب نے اجمالی و
 اصولی طور پر بھی جواب دیا ہے جس کی توضیح یہ ہے کہ عام دلیل خاص منطوق دلیل کا مقابلہ نہیں
 کر سکتی۔ مثلاً آیت والمطلقات یترنجنس بانفسہن ثلاثہ قروء یعنی مطلقہ عورتوں کی
 عدت تین حیض ہے۔ یہ آیت اپنے عموم کے لحاظ سے حاملہ اور غیر حاملہ ارشور دیدہ اور شورہ
 نادیدہ اور حائضہ اور غیر حائضہ سب کو شامل ہے اور اس سے ان سب کی عدت تین حیضیں
 ثابت ہوتی ہے اور آیت یا ایہا الذین امنوا اذا نکحتم المؤمنات ثم طلقتموهن من
 قبل ان تمسوهن فمالکم علیہن من عدۃ تعتدونہا (بقیہ اگلے صفحہ پر)

حضرات آپ کو معلوم ہے کہ میری مد مقابل جناب مفتی غلام مرتضیٰ صاحب اور باقی غیر احمدی علماء اور عوام کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح ناصری آسمان پر بحسدہ العصری زندہ اٹھائے گئے اور اب تک بغیر خوردنوش کے زندہ ہیں اور رہیں گے اور امت محمدیہ کی اصلاح کے لیے وہی دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے مگر راقم اور باقی جماعت احمدیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح ناصری اسی طرح وفات پا چکے ہیں جس طرح کہ باقی رسولوں نے وفات پائی اور آنے والا مسیح آچکا اور وہ جناب

(بقیہ) یعنی اے ایمان والو جب تم ایمان والی عورتوں کو نکاح کرو اور پھر قبل مس ان کو مطلقہ کر دو تو ان عورتوں کے لیے کوئی عدت نہیں یہ آیت مطلقہ شوہر نادیدہ کے لیے خاص منطوق دلیل ہے۔ اور والسی یسئن من الحيض من نساکم ان اربعتم فعدتھن ثلثہ استھر والسی لم یحضن و اولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن یعنی وہ عورتیں جن کی بوجہ کبر سن کے حیض بند ہو چکی ہے اور وہ عورتیں جن کو ابھی حیض آئی ہی نہیں ان کی عدت تین مہینہ ہیں اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے یہ آیت غیر حائضہ اور حاملہ کے لیے خاص منطوق دلیل ہے۔ دیکھو یہاں عام دلیل خاصہ منطوقہ دلیلوں کا مقابلہ نہیں کر سکی بلکہ اس عام دلیل کے حکم سے شوہر نادیدہ اور غیر حائضہ اور حاملہ عورتیں ان دلائل خاصہ منطوقہ کی دلالت کی وجہ سے مستثنیٰ ہیں۔ اور قرآن کریم میں ویسی مثالیں بہت ہیں ویسا ہی چونکہ آیت و ما قتلوه یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ اور آیت و ان من اهل الكتاب الیوم من بہ قبل موته حضرت عیسیٰ ابن مریم کی حیات کے لیے خاص منطوق دلیل ہے اس لیے یہ عام دلائل پیش کردہ قادیانی مناظر اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ۱۲ مرتب

افسوس کہ موضوع مناظرہ حیات و وفات ابن مریم ہے اور قادیانی مناظر نے مرزا صاحب کے مسیح موعود ہونے کے مسئلہ کا بھی ذکر کر دیا جو ایک علیحدہ بحث ہے ۱۲

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ ”مسئلہ وفات مسیح پر بحث کرنے کا فائدہ۔“ اس مسئلہ پر بحث کرنے کے دو فائدے ہیں ایک فائدہ تو یہ ہے کہ اس سے پتہ لگ جائے گا کہ آیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں یا وفات پا گئے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا صدق و کذب ظاہر ہو جائے گا کہ آیا آپ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں یا جھوٹے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود تحفہ گولڈ ویہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ ۲۔ یاد رہے کہ ہمارے اور ہمارے مخالفین کے صدق و کذب آزمانے کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات حیات ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام درحقیقت زندہ ہیں تو ہمارے سب دعوے جھوٹے اور سب دلائل ہیچ ہیں۔ اور اگر وہ درحقیقت قرآن کریم کی رو سے فوت شدہ ہیں تو ہمارے مخالف باطل پر ہیں۔ اب قرآن درمیان میں ہے اس کو سوچو۔ (تحفہ گولڈ ویہ ایڈیشن دوم ص ۱۶۶)۔ علاوہ ازیں اگر غور کیا جائے تو ہمیں مسیح ناصری کی وفات ثابت کرنے کے لیے دلائل دینے کی

۲۔ اس مناظرہ سے یہ نہایت روشن ہے کہ اسلامی مناظر نے شرط نمبر ۱ اور شرط نمبر ۲ کے تحت میں رہ کر اپنا دعویٰ حیات مسیح علیہ السلام قرآن کریم سے ثابت کر دیا ہے اور قادیانی مناظر شرط نمبر ۱ اور شرط نمبر ۲ کے تحت میں آ کر کوئی تردید نہیں کر سکا۔ پس حسب فیصلہ جناب مرزا صاحب کے سب دعوے جھوٹے اور سب دلائل ہیچ ہوئے۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء۔ ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں۔ زلیخانے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا۔ اور مرزا صاحب کا تمام مسائل مختلف فیہا میں سے فقط مسئلہ حیات و وفات مسیح کو ہی اپنے صدق و کذب کا معیار قرار دینا اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کو یہ پورا اطمینان تھا کہ میرا فریق مخالف اس مسئلہ میں کبھی کامیاب نہ ہوگا لیکن الاسلام یعلو ولا یعلیٰ۔ حق کے انوار نے ایسی روشنی کی کہ شمس کو مکسوف کر کے حیات مسیح ثابت کر دکھایا۔ ۱۲ مرتب

بھی ضرورت نہیں ہمارا صرف یہ کہہ دینا کہ وہ ایک انسان نبی تھے اس لیے بشرط زندگی ان کا ارذل عمر تک پہنچنا اور عمر طبعی کے دائرہ کے اندر فوت ہو جانا ضروری تھا۔ لہذا وہ بھی باقی انسانوں اور دوسرے انبیاء کی طرح وفات پا گئے ہیں۔ کافی ہے کسی اور دلیل دینے کی ضرورت نہیں۔ البتہ وہ شخص جو اس بات کا مدعی ہے کہ مسیح ابن مریم انبان ہو کر اور تمام انسانوں کے خواص اپنے اندر رکھ کر اب تک خلاف نصوص قرآنیہ و حدیثیہ و برخلاف قانون فطرت کے مرنے سے بچا ہوا ہے اس کے ذمہ ہے کہ وہ اس کی حیات کا ثبوت دے۔ مثلاً ایک شخص جو تین چار سو سال سے مفقود الخمر ہے اس کی نسبت جب دو شخص کسی قاضی کی عدالت میں اس طور پر بحث کریں کہ ایک اس کی نسبت یہ بیان کرتا ہے کہ وہ فوت ہو گیا ہے۔ اور دوسرا یہ بیان کرتا ہے کہ وہ اب تک زندہ ہے تو ظاہر ہے کہ قاضی ثبوت اس سے طلب کرے گا جو خارق عادت زندگی کا قائل ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو شرعی عدالتوں کا سلسلہ درہم برہم ہو جائے پس مذکورہ بالا بیان سے واضح ہے کہ اگر قرآن مجید میں وفات مسیح کی ایک دلیل بھی نہ پائی جاتی تو پھر بھی وفات مسیح ثابت تھی جب تک کہ اس کے خلاف کوئی دلیل قرآن مجید سے نہ پیش کی جاتی۔ اور آپ کی وفات دیگر سوا لاکھ انبیاء کی وفات کی طرح تسلیم کرنی پڑتی۔ مگر ہمارا قادر عالم الغیب خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ جب مسیح موعود آئے گا تو اس کے مخالفین اس بات پر زور دیں گے اور عیسائیوں کے معبود کی زندگی کو ثابت کرنے کی کوشش کریں گے اور اپنے اس قول سے عیسائیوں کی حمایت کریں گے اور فتنہ برپا کریں گے۔ اس لیے خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جس کو لوگوں کی ہدایت کے لیے اس نے اتارا مسیح ناصری کی وفات پر ایک دلیل نہیں بلکہ کئی دلائل بیان فرمائے چنانچہ ان دلائل میں سے چند دلائل میں صاحبان کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

پہلی دلیل: خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيسٰى ابْنَ مَرْيَمَ اَلِیْ وَاَنْتَ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَا دَمْتُ فِیْهِمْ فَلَمَّا تُوْفِیْتَنِیْ كُنْتُ اَنْتَ الرَّقِیْبُ عَلَیْهِمْ۔ (مائدہ رکوع آخری) ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ مسیح سے سوال کرے گا کہ یہ جو لاکھوں کروڑوں انسان تجھے اور تیری والدہ کو پوجتے رہے اور معبود سمجھتے رہے۔

ایہ پندرہ بلحاظ صورت دلائل ہیں اور درحقیقت مغالطات ہیں جیسا کہ روئے ادمنظرہ سے واضح ہے۔ اور یہ آیت تمام اس طرح ہے وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيسٰى ابْنَ مَرْيَمَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّی الْهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا یَكُوْنُ لِیْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقِّیْ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَا اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِكَ اَنْتَ اَنْتَ عَلٰمُ الْغُیُوْبِ۔ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَا اَمَرْتَنِیْ بِهٖ اَنْ اَعْبُدُوْا اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبَّكُمْ وَاَنْتَ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَا دَمْتُ فِیْهِمْ فَلَمَّا تُوْفِیْتَنِیْ كُنْتُ اَنْتَ الرَّقِیْبُ عَلَیْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ۔ اِنْ تَعٰذِبْهُمْ فَانْهَمَّ عِبَادَكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَانْكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ۔ (مائدہ) یعنی اور جب اللہ نے کہا یا کہے گا اے عیسیٰ ابن مریم کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کے سواء دو معبود بنا لو۔ کہا تو پاک ہے مجھے کہاں شایاں تھا کہ میں وہ کہوں جس کا مجھے حق نہیں اگر میں نے ایسا کہا ہوتا تو تجھے ضرور اس کا علم ہوتا۔ تو جانتا ہے جو کچھ میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تو مخفی رکھتا ہے کیونکہ تو غیب کی باتوں کا جاننے والا ہے میں نے ان سے کچھ نہیں کہا مگر وہی جس کا تو نے مجھے حکم دیا کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا رب اور تمہارا رب ہے اور میں ان پر گواہ تھا جب تک میں ان میں تھا پھر جب تو نے مجھے توفی دی تو تو ہی ان پر نگہبان تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے اگر تو ان کو عذاب دے تو وہ تیرے ہی بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو بے شک تو غالب حکمت والا ہے۔ اس دلیل کی اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں اس آیت کے الفاظ کے مفہوم کے لحاظ سے تردید کی ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ

کیا تو نے ان کو یہ تعلیم دی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کا مدلل جواب دیتے ہوئے فرمائیں گے کہ اس شرک کا الزام تین ذاتوں پر لگ سکتا ہے۔ خدا پر کہ شاید اس نے یہ تعلیم دی ہو تو اس کی تردید تو لفظ ”سجائک“ میں کر دی کہ شرک کرنا تو ایک گناہ اور بدی ہے اور جیسا کہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ وہ مسیح کو جو خدا

(بقیہ) نے فرمایا ہے اللہ یتوفی الانفس حین موتها والی لم تمت فی منامها فیمسک الی قضی علیها الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی (الزمر پ ۲۴) یعنی اللہ تعالیٰ جانوں کو قبض کرتا ہے ان کی موت کے وقت اور جو مرے نہیں ان کی نیند میں پھر روک رکھتا ہے جن پر موت کا حکم کیا ہوتا ہے اور دوسری جانوں کو ایک مقرر وقت تک بھیج دیتا ہے۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ توفی کے معنی اور موضوع مطلق قبض ہے نہ موت۔ ورنہ ”الانفس“ کے ذکر کی کیا ضرورت تھی اور نیز بلحاظ والی لم تمت فی منامها اجتماع ضلین لازم آئے گا جو باطل ہے اور جو مستلزم باطل ہو وہ خود باطل ہے۔ پس ثابت ہوا کہ لفظ توفی کے معنی اور موضوع لہ مطلق قبض ہے نہ موت۔ ہاں موت اور نیند توفی کے دونوع ہیں۔ اور آیت فلما توفیتی پیشگوئی یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی الخ کے وقوع کا بیان ہے اس لیے ہم پہلے آیت یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی الخ کی تفسیر کرتے ہیں اور پھر آیت فلما توفیتی کی تشریح کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اذ قال اللہ یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی و مطہرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیمۃ۔ (آل عمران پ ۳) یعنی جب اللہ تعالیٰ نے کہا اے عیسیٰ میں تجھے توفی دینے والا اور اپنی طرف تیرا رفع کرنے والا اور تجھے ان سے پاک کرنے والا جو کافر ہیں اور جنہوں نے تیری پیروی کی انہیں ان پر جنہوں نے انکار کیا فوقیت دینے والا ہوں قیامت کے دن تک۔ یہ آیت مانند آیت و ما قتلوه یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ اس بات پر زبردست اور محکم دلیل ہے کہ

تسلیم کرتے ہیں تو منشاء الہی کے ماتحت یہ غلط ہے کیونکہ اے خدا تو ہر ایک بدی سے پاک ہے۔ پس تیرا تمام نقائص اور بدیوں سے پاک ہونا اس خیال کی تردید کے لیے کافی دلیل ہے۔ اس کے بعد دوسرے درجہ پر حضرت مسیح تھے کہ شاید انھوں

(بقیہ) حضرت عیسیٰ بن مریم زندہ بحسدہ العصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ کیونکہ اس آیت میں لفظ عیسیٰ سے مراد نہ فقط جسم ہے اور نہ ہی فقط روح بلکہ جسم مع الروح یعنی زندہ عیسیٰ۔ اس وجہ سے کہ متوفیک سے مراد منیمک ہوگی یعنی میں تجھے سولانے والا ہوں۔ یا ممیک ہوگی یعنی میں تجھے موت دینے والا ہوں۔ اور یہ امر صاف ظاہر ہے کہ نیند اور موت زندہ انسان کو لاحق ہوتے ہیں۔ نہ مردہ کو۔ اور یہ امر بالکل روشن ہے کہ ہر چہار ضمیروں خطاب کا مخاطب وہی ایک عیسیٰ زندہ بعینہ ہے۔ کیونکہ ضمیر خطاب معارفہ ہے۔ بلکہ بعد ضمیر تکلم اعرف المعارف ہے۔ اور بعینہ تقدیم عطف و تاخیر ربط اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ یہ چاروں واقعات قیامت سے پہلے پہلے بعینہ حضرت عیسیٰ زندہ کے ساتھ ہو جائیں گے۔ اور صیغہ اسم فاعل آئندہ زمانہ کے لیے بکثرت استعمال ہوتا ہے۔ دیکھو انا لجاعلون ما علیہا صعباً جوزاً (کہف) یعنی اور ہم یقیناً اسے جو اس (زمین) پر ہے ہموار میدان سبزہ سے خالی بنانے والے ہیں۔ اور مرزا صاحب کو بھی اس آیت یا عیسیٰ انسی متوفیک کا الہام ہوا تھا حالانکہ مرزا صاحب اس الہام کے بعد بھی زندہ رہے (براہین احمدیہ ص ۵۱۹) اب اگر ہم متوفیک سے مراد منیمک لیں تو مطلب صاف ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو سوتے ہوئے اٹھالیا تا کہ آپ کو خوف لاحق نہ ہو۔ اور اگر متوفیک کے معنی ممیک کئے جائیں تو ہر چہار ضمیروں خطاب کا مخاطب ایک عیسیٰ زندہ بعینہ ہونے کے لحاظ سے تقدیم تاخیر کا قول کہا جائے گا جو قواعد عربیت کے خلاف نہیں کیونکہ تمام نحو یوں کا اس پر اتفاق ہے کہ واو عاطفہ میں ترتیب حکایت اور ترتیب محکی عنہ کا تطابق ضروری نہیں۔ اور محاورات

نے خود ہی شرک کی تعلیم دی ہو تو اس کے لیے فرماتے ہیں مایکون لی ان اقول
مالیس لی بحق کہ میں یہ تعلیم دے ہی کیسے سکتا تھا جبکہ میں نبی ہوں اور نبی تو
وہی بات کہا کرتا ہے جس کا اسے حق ہوتا ہے اور یہ کلمہ کہنا کہ مجھے معبود مانو کسی نبی

(بقیہ) قرآنی بھی اس عدم وجوب ترتیب کی شہادت دیتے ہیں۔ دیکھو واللہ اخر حکم
من بطون امہاتکم لاتعلمون شیئا وجعل لکم السمع والابصار والافئدة
(نحل) یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا۔ تم کچھ بھی نہ جانتے تھے
اور تمہیں کان اور آنکھوں اور دل دیئے۔ اس آیت میں واو عاطفہ ہے اور مضمون اخراج من
بطون الامہات ذکر میں مقدم ہے لیکن اس کا وقوع پیچھے ہوا کرتا ہے۔ اور مضمون جعل
لکم السمع والابصار والافئدة ذکر میں موخر ہے لیکن اس کا تحقق پہلے ہوا کرتا ہے۔
اور دیکھو ادخلوا الباب سجداً و قولوا حطۃ (بقرہ) و قولوا حطۃ و ادخلوا
الباب سجداً (اعراف) سورہ بقرہ کی آیت میں مضمون امر بدخول الباب ذکر میں مقدم
ہے اور مضمون امر بقول حطۃ ذکر میں موخر ہے۔ اور سورہ اعراف میں ان ہر دو مضمونوں کا ذکر
برعکس ہے اور ہر دو آیتوں میں واو عاطفہ ہے۔ اگر واو عاطفہ میں ترتیب حکایت اور ترتیب محکی
عنے کا تطابق ضروری تسلیم کیا جائے تو ان ہر دو آیتوں کے درمیان تعارض لازم آئے گا وہو
کما ترئی۔ اگر کہا جائے کہ پھر متوفیک ذکر میں کیوں مقدم ہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں دو فرقوں کو افراط و تفریط تھا۔ ایک نصاریٰ کہ ان کو الہ مانتے
تھے۔ دوسرے یہود کہ ان کو غیر طاہر جانتے تھے۔ اور نصاریٰ کی غلطی یہود کی غلطی سے بڑی
ہوئی تھی۔ کیونکہ غیر الہ کو الہ ماننا زیادہ بعید ہے نبی کو غیر نبی جاننے سے اگرچہ کفر دونوں میں
ہے۔ اس لیے متوفیک کو جبکہ بمعنی ممیک ہو مقدم کیا کہ اس میں ابطال ہے عقیدہ نصاریٰ کا کیونکہ
موت منافی ہے الوہیت کے پھر رد فرمایا عقیدہ یہود کو اس طرح سے کہ ان کے لیے رفع الی

کا حق نہیں چنانچہ فرمایا ما کان لبشر ان یوتیہ اللہ الكتاب والحکم والنبوة
ثم یقول للناس کونوا عباداً لی من دون اللہ ولكن کونوا ربانیین بما
کنتم تعلمون الكتاب و بما کنتم تدرسون. ولا یامرکم ان تتخذوا
المثلثة والنبيين ارباباً ایا مریکم بالكفر بعد اذ انتم مسلمون۔ (آل

(بقیہ) السماء ثابت کیا جو مستلزم ہے طہارت جسمانی کو اور تطہیر مطلق ثابت کی جو مستلزم ہے
طہارت روحانی کو۔ اس طرح دونوں فرقوں پر رد ہو گیا اور متوفیک کی تقدیم مناسب ہوئی۔
چونکہ آیت فلما توفیتی پیٹنگوئی اتی متوفیک ورافعک الی الخ کے وقوع کا بیان
ہے اس لیے توفیتی یا بمعنی امتی ہوگا۔ تو ہم کہتے ہیں کہ اس سوال و جواب میں زمانہ رقابت
زیر تنقیح ہے۔ علم تثلیث زیر بحث نہیں۔ اس لیے علم ہونا یا نہ ہونا دونوں برابر ہیں۔ سوال یوں
ہوگا کہ کیا آپ نے اے حضرت عیسیٰ دنیا میں اپنی زیر نگرانی کہہ کر تثلیث پھیلائی تھی تو آپ
جواب دیں گی۔ کہ جب سوتے ہوئے تو نے میرا رفع جسمانی کیا تو میری رقابت اور ذمہ
داری ختم ہو چکی اور اپنی ڈیوٹی پوری کر چکا۔ بعد کی حالت کا میں ذمہ دار نہیں ہوں۔ زمانہ تجدید
اسلام میں بنی اسرائیل بلکہ کسی کے ذمہ دار نہیں ہوں گے۔ صرف تجدید و ترقی اسلام آپ کا فرض
ہوگا اس لیے یہ زمانہ زیر بحث نہ ہوگا۔ اور اگر توفیتی بمعنی امتی ہو تو یہ واقعہ قیامت کو ہوگا جیسا کہ
قادیانی مناظر نے بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے پس اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ
قیامت سے پہلے وفات پا چکے ہوں گے۔ آج وفات کا ثبوت نہیں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کی غلط گوئی کا الزام قرآن کریم کے الفاظ پر غور نہ کرنے سے پیدا ہوا ہے۔ کیونکہ سوال علم سے نہ
ہوگا۔ بلکہ صرف یہ سوال ہوگا کہ اے عیسیٰ تو نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو معبود بنالو
جیسا کہ انت قلت للناس اتخذونی و امی الہین من دون اللہ سے ظاہر ہے۔ پس
در اصل اسی سوال کا جواب دینا حضرت عیسیٰ کے ذمہ ہوگا اس سے زائد نہیں چنانچہ وہ بھی صرف
اسی سوال کا جواب دیں گے کہ میں نے نہیں کہا تھا جیسا کہ قال سبحانک ما ینکون

عمران) کسی انسان کے لیے یہ بات شایاں نہیں کہ خدا اس کو کتاب اور حکم اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ تم میرے بندے بنو۔ بلکہ وہ تو یہی کہے گا کہ خدا پرست ہو کر رہو اس لیے کہ تم لوگ دوسروں کو کتاب الہی پڑھاتے رہتے ہو اور خود بھی پڑھتے رہے ہو اور وہ تم سے کبھی بھی نہیں کہے گا کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو خدا مانو بھلا ایسا ہو سکتا ہے جب تم اسلام لا چکے ہو۔ پھر وہ تمہیں کفر کرنے کو کہے۔ اور اگر میں نے یہ بات کہی ہے تو تو اس کو جانتا ہے۔ تو میرے دل کی بات بھی جانتا ہے مگر میں نہیں جانتا بے شک تو علام الغیوب ہے۔“ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اچھا اگر صراحتہً آپ نے یہ تعلیم نہیں دی۔ تو ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسی تعلیم دی ہو جس سے وہ سمجھتے ہوں کہ تو الوہیت کا مدعی ہے اس سوال کے جواب میں فرماتے ہیں ما قلت لہم الا ما امرتني به کہ میں نے تو ان کو وہی بات کہی جس کا تو نے حکم دیا یعنی یہ کہ خدا تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے اس پر یہ سوال ہو سکتا تھا کہ تم نے اگر ایسی بات بھی نہیں کہی جس سے غلط فہمی

(بقیہ) لی ان اقول ماليس لي بحقي ان كنت قلته فقد علمته تعلم ما في نفسي ولا اعلم ما في نفسك انك انت علام الغيوب ما قلت لہم الا ما امرتني الخ۔ سے ظاہر ہے اور فقرات ان اقول اور ان كنت قلته اور ما قلت قابل توجہ ہیں۔ رہی زائد بات۔ اس کا بتلانا نہ ان پر واجب نہ مفید اس لیے خاموشی اختیار کر کے استظهار بالرحمة کی طرف توجہ فرمائیں گے جس کی بنا پر رحمتی وسعت کل شئی اور ان رحمتی سبقت غضبی پر ہے اور کہیں گے ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم فانک انت العزيز الحكيم یعنی ان نالائقوں کو اگر تو بخش دے تو کون تجھ کو روک سکتا ہے۔ سبحان اللہ اسلامی مناظر نے تو اس آیت کے مرکز سے جواب نکالا ہے لیکن قادیانی مناظر نے اس دلیل کی طرز استدلال میں صرف اپنے خیالات سے کام لیا ہے۔ ۱۲ مرتب

لگ سکے تو ہو سکتا ہے کہ وہ خود بخود اپنی مرضی سے تجھے پوجنے لگے ہوں اور تو نے انہیں روکا نہ ہو۔ تو اس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں و کنت علیہم شہیداً ما دمت فیہم فلما توفیتی کنت انت الرقیب علیہم کہ ایسا بھی نہیں ہوا کیونکہ میں جب تک ان میں رہا تو میں ان کے عقائد اور اعمال سے غافل نہیں رہا بلکہ ہر وقت ان کی نگرانی اور محافظت کرتا رہا۔

میری موجودگی میں یہ عقیدہ ان میں نہیں آیا۔ اب سوال پیدا ہوتا تھا کہ پھر یہ عقیدہ ان میں کب آیا تو فرمایا فلما توفیتی کنت انت الرقیب علیہم یعنی مجھے کچھ علم نہیں اگر بگڑے ہوں گے تو میری وفات کے بعد بگڑے ہوں گے کیونکہ میری وفات کے بعد تو ہی ان پر نگرانی تھا وفات کے بعد کا حال مجھے معلوم نہیں۔

پس فقرہ و کنت علیہم شہیداً ما دمت فیہم فلما توفیتی سے ہم دو طریق پر وفات مسیح پر استدلال کرتے ہیں۔ ایک تو اس طرح کہ مسیح علیہ السلام اقرار کرتے ہیں کہ نصاریٰ کا بگڑنا اور مجھے معبود بنانا اگر ہوا تو میری وفات کے بعد ہوا

نہ کہ میری موجودگی میں اور آیت لقد کفر الذین قالوا ان اللہ هو المسیح ابن مریم سے ثابت ہوتا ہے کہ نزول قرآن کے وقت نصاریٰ حضرت عیسیٰ کو خدا بنا چکے تھے۔ اس لیے ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ دوسرا طریق یہ ہے کہ مسیح نے اس آیت میں اپنی دو حالتیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک نصاریٰ میں موجودگی اور ان پر نگرانی اور محافظ ہونے کی۔ اور دوسری ان کے اندر

عدم موجودگی اور ان پر نگرانی نہ ہونے کی حالت اور ان دونوں کے درمیان حد فاصل تو فی ہے۔ اور تیسری کوئی حالت آپ پر نہیں گزری۔ پس یا تو مانو کہ حضرت عیسیٰ نصاریٰ میں موجود ہیں یا وفات پا گئے ہیں۔ پہلی شق تو باطل ہے کیونکہ آپ خود بھی مانتے ہیں کہ وہ اس وقت ان میں موجود نہیں ہیں پس دوسری شق ثابت

ہوئی اور وہ وفات کی حالت ہے۔ خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ مسیح نے اپنی تیسری حالت کوئی بیان نہیں کی۔ صرف دو ہی حالتیں بیان کی ہیں۔ ایک مادامت فیہم کی اور دوسری کنت انت الرقیب علیہم کی اور یہ دوسری حالت تو فی کے بعد کی ہے۔ پس اگر وہ زندہ ہیں تو ان کی نصاریٰ میں موجودگی اور ان پر نگران و محافظ ہونا ضروری ہے۔

مگر ان کی نصاریٰ میں موجودگی اور ان پر نگرانی آپ کے نزدیک بھی باطل۔ پس جو مستلزم باطل ہو وہ بھی باطل۔ اور دوسری حالت جو عدم موجودگی کی ہے وہ وفات کے بعد کی حالت ہے۔ پس مسیح کی وفات ظاہر ہے۔ چنانچہ یہی آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعلق فرمائی ہے جیسا کہ بخاری میں آیا ہے کہ مشر کے دن چند صحابہ پکڑ کر لے جائے جائیں گے تو آپ فرمائیں گے کہ یہ تو میرے صحابہ ہیں تو جواب دیا جائے گا لا تدری ما احد ثوابک تجھے نہیں معلوم کہ انھوں نے تیرے بعد کیا کیا باتیں کیں۔ تو آپ فرماتے ہیں کہ افساقول کما قال العبد الصالح و کنت علیہم شہیداً ما دمت فیہم فلما توفیتی کنت انت الرقیب علیہم یعنی میں بھی کہوں گا جس طرح مسیح نے کہا

اس کا جواب اسلامی مناظر نے اس طرح دیا ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں ہر حیثیت میں اشتراک ہو جس کی توضیح یہ ہے کہ التشبیہ ان یدل علی مشارکۃ امر الآخر فی معنی (مطول ص ۲۸۶) یعنی تشبیہ سے مراد بیان کرنا مشارکت ایک چیز کی ساتھ دوسری چیز کے کسی وصف میں۔ مثلاً زید کا لاسد میں اتنا ضروری ہے کہ زید اور اسد کسی وصف میں مشارک ہوں جیسی شجاعت۔ اور یہ ضروری نہیں کہ زید شیر کی ہر ایک وصف میں مشارک ہو ورنہ لازم آئے گا کہ تشبیہ زید کا لاسد اس صورت میں صحیح ہو کہ زید سوائے ماہیت کے تمام عوارض شیر میں اس کا مشارک ہو۔ وہو کما تری۔ پس فاقول کما قال العبد الصالح۔ الخ

ہے کہ میں بھی ان پر نگران تھا جب تک کہ میں ان میں تھا مگر جب تو نے مجھے وفات دی تو تو ہی ان کا نگران تھا فیقال ان هولاء لم يزاوا مرتدين على اعقابهم منذ فارقتهم (بخاری۔ کتاب التفسیر) کہ تیری وفات کے بعد جبکہ تو ان سے جدا ہوا ان کی یہ حالت رہی کہ وہ مرتد بنے رہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی دوہی حالتیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک اپنی قوم میں موجودگی۔ اور دوسری قوم سے عدم موجودگی۔ تیسری حالت آپ پر بھی کوئی نہیں۔ پہلی حالت میں تو صحابہ نہیں بگڑے جن کو کہ حشر کے دن پکڑا گیا ہے اسی لیے آپ نے ان کے متعلق فرمایا کہ یہ تو میرے پیارے صحابہ ہیں۔ ان کا بگڑنا چونکہ آپ کی عدم موجودگی میں وفات کے بعد ہوا تھا اس لیے آپ فرماتے ہیں کہ فلما توفيتني كنت انت الرقيب عليهم کہ اے خدا جب تو نے مجھے وفات دی تو تو ہی ان کا نگران تھا مجھے اس وقت کا علم نہیں۔ اس آیت کے پڑھنے کے بعد جواب دیا گیا کہ وہ مرتد ہو گئے تھے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں حالتوں اور اپنی امت کے چند لوگوں کے مرتد ہونے کو مسیح کی دونوں حالتوں اور ان کی قوم

بقیہ۔ میں قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مشبہ ہے اور قول عیسیٰ علیہ السلام مشبہ یہ ہے اور وجہ تشبیہ کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ مقول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مقول عیسیٰ علیہ السلام ایک الفاظ بعینہا ہوں۔ اور یہاں تو ضرورت سے زیادہ ان الفاظ کے معنی میں بھی ایک نوع کی مشارکت ہے کیونکہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول توفیتی سے مراد ان متنی لی جائے تو قبض روح کے معنی میں مشارکت ہوگی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبارت میں قبض روح مع الامساک مراد ہوگی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبارت میں قبض روح مع الارسال مراد لے جائے گی۔ اور اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول توفیتی سے اتنی مراد ہو تو پھر ایک زیادہ نوعی مشارکت ہو جائے گی۔ ۱۲ مرتب

کے مرتد ہونے کے مطابق بیان فرمایا ہے اور اپنے متعلق وہی الفاظ استعمال فرمائے ہیں جو مسیح نے اپنے متعلق کہے۔ پس جس طرح کہ چند اصحاب کے بگڑنے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی ہے اسی طرح عیسائی قوم کے بگڑنے سے پہلے مسیح کی وفات ہو چکی ہے۔ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم میں عدم موجودگی آپ کے وفات پا جانے کی وجہ سے ہے اسی طرح مسیح کی عدم موجودگی اپنی قوم میں ان کے وفات پا جانے کی وجہ سے ہے۔ فافہم۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ فلما توفیتی سے مراد یہ نہیں کہ جب تو نے مجھے وفات دی بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب تو نے مجھے آسمانوں پر اٹھالیا تو یہ مندرجہ بالا وجوہ سے باطل ہے۔ (۱) مندرجہ بالا حدیث اس کی تردید کرتی ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے حق میں استعمال فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے ہیں اور آپ نے فرمایا ہے کہ جس طرح مسیح اپنی قوم سے وفات پا کر جدا ہوئے ویسے ہی میں بھی وفات پا کر اپنی قوم سے جدا ہوا۔ (۲) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمام علماء و فضلاء کو بدیں الفاظ چیلنج دیا تھا کہ اگر کوئی شخص قرآن کریم سے یا کسی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یا اشعار و قصائد نظم نثر قدیم و جدید عرب سے یہ ثبوت پیش کرے کہ کسی جگہ تونی کا لفظ باب تفعل سے خدا تعالیٰ کا فعل ہونے کی حالت میں جو ذوی الروح کی نسبت استعمال کیا گیا ہو وہ بجز قبض روح اور وفات دینے کے کسی اور معنی مثلاً قبض جسم کر کے آسمان پر اٹھانے کے معنوں میں بھی مستعمل ہوا ہے تو میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ ایسے شخص کو اپنا کوئی حص ملکیت کا فروخت کرا کے مبلغ ہزار روپیہ نقد دوں گا اور آئندہ اس کے کمالات حدیث دانی و قرآن دانی کا اقرار کر لوں گا۔ اس چیلنج پر تیس سال کا عرصہ گزر جانا اور اس لمبے عرصہ میں اس کا

جواب کسی سے نہ ہو سکتا اور تمام علماؤں کا عاجز آ جانا اس بات کا بدیہی ثبوت ہے کہ اس چیلنج کے مطالبہ کو کوئی شخص پورا کر سکتا۔ اگر مفتی صاحب کو اپنی قابلیت اور علمیت جملانا مقصود ہے تو وہ لغت عرب نظم و نثر قصائد عرب و دیگر کتب عربی و قرآن مجید و احادیث سے ایک ایسی مثال تو پیش کریں کہ جس میں ۱۔ تونی باب تفعل کا کوئی مشتق استعمال ہوا ہو اور اس کا فاعل خدا تعالیٰ اور مفعول کوئی ذی روح چیز ہو اور پھر وہ قبض روح کے علاوہ آسمان پر اٹھانے کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہو۔ مگر کیا مفتی صاحب ایسی مثال پیش کریں گے۔ نہیں ہرگز نہیں (۳) لغت عرب میں کوئی ایک بھی ایسی مثال موجود نہیں ہے کہ جس میں تونی کا لفظ باب تفعل سے ہو اور خدا تعالیٰ فاعل اور مفعول کوئی ذی روح چیز ہو اور پھر اس

اس سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ لفظ تونی کا معنی موضوع لہ مطلق قبض ہے نہ موت۔ ورنہ ان قیود کی کیا ضرورت تھی کہ فاعل خدا ہو اور مفعول ذی روح ہو۔ بے شک موت اور نیند وغیرہ تونی کے انواع ہیں جیسا کہ آیت اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا الخ سے ظاہر ہے۔ اور یہ زور دینا کہ تونی باب تفعل کا کوئی صیغہ ہو اور فاعل خدا ہو اور مفعول ذی روح ہو تو وہاں ضرور مراد معنی قبض روح ہوں گے۔ ایسا ہے جیسا کہا جائے کہ مصدر خلق کا کوئی صیغہ ہو اور فاعل خدا ہو اور مفعول آدم اور حواء نہ ہوں تو اس جگہ خلق سے ضرور مراد نطفہ سے پیدا کرنا ہوگی تو اس بنا پر یہ کہنا کب صحیح ہو سکتا ہے کہ خلق کے معنی نطفہ سے پیدا کرنا ہے بلکہ خلق کا موضوع لہ مطلق پیدا کرنا ہے۔ اور نیز جب تونی بمعنی موت تسلیم کرنے سے حضرت عیسیٰ کی وفات ثابت نہیں ہوتی جیسا کہ مفصل گزر چکا ہے۔ تو پھر اس بات پر کیوں زور دیا جاتا ہے کہ تونی بمعنی موت ہے۔ اور اس زور دکھلانے میں قادیانی مناظر کو کیا فائدہ ہے۔ بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی جماعت مسلمانوں کو مغالطہ میں ڈالنا چاہتی ہے۔ ۱۲ مرتب

کے معنی قبض روح کے نہ ہوں۔ توفی اللہ زیداً جب بھی بولا جائے گا تو اس کے معنی یہی ہوں گے کہ خدا تعالیٰ نے زید کی روح قبض کر لی اور وہ مر گیا۔ ملاحظہ ہو (۱) توفی اللہ فلانا قبض روحہ (اقرّب الموارد) (۲) توفاه اللہ اماتہ الوفات الموت (المصباح) (۳) توفاه اللہ امے قبض روحہ (صحاح۔ قاموس) (۴) توفاه اللہ اذا قبض نفسه (لسان العرب) (۵) توفاه اللہ عز وجل اذا قبض نفسه (تاج العروس) (۶) توفاه اللہ تعالیٰ ای قبض روحہ (منتہی الارب) (۴) قرآن مجید میں یہ لفظ زیر بحث آیتوں کے علاوہ اسی طریق پر تیس جگہ استعمال ہوا ہے اور اس کے معنی کسی جگہ بھی قبض جسم مع الروح کے نہیں ہیں بلکہ قبض روح کے ہی ہیں۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں (۱) توفنا مع الابرار (آل عمران) (۲) توفنا مسلمین (اعراف) (۳) توفنی مسلماً والحقنی بالصالحین (یوسف) (۴) واما نریک بعض الذی نعدہم اوتوفینک (یونس) (۵) حدیث میں جہاں کہیں مذکورہ بالا تحریر پر توفی کا لفظ وارد ہوا ہے تو وہ بھی آسمان پر لے جانے کے معنوں میں استعمال نہیں ہوا۔ اگر ہوا ہے تو مفتی صاحب کوئی مثال پیش کریں۔ نماز جنازہ میں جو دعا پڑھی جاتی ہے اس سے تو مفتی صاحب ناواقف نہیں ہوں گے کیونکہ اس میں بھی یہ لفظ قبض روح کے معنوں میں ہی استعمال ہوا ہے۔

پس مذکورہ بالا آیت قطعی اور یقینی طور پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے ہیں۔

دوسری دلیل: خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے لقد کفر الذین قالوا ان اللہ هو المسیح ابن مریم۔ اور لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلاثة۔ (مائدہ) کہ وہ لوگ جو مسیح کو خدا یا خدا کا بیٹا کہتے ہیں اور تثلیث کے

قائل ہیں کافر ہیں۔ ان دونوں آیات سے ظاہر ہے کہ مسیح ناصری کو معبود من دون اللہ مانا جاتا ہے۔ دوسری جگہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ویوم نحشرهم جميعاً ثم نقول للذین اشرکوا مکانکم انتم وشرکاءکم فزیلنا بینہم وقال شرکائہم ما ینکم ایانا تعبدون فکفی باللہ شہیداً بیننا و بینکم ان اءکنا عن عبادتکم لغافلین (یونس) ”اور جس دن ہم سب کو اکٹھا کریں گے پھر مشرکین کو یہ حکم دیں گے کہ تم اور جن کو تم نے خدا کا شریک بنایا تھا ذرا اپنی جگہ ٹھہرو پھر ہم ان کے درمیان پھوٹ ڈال دیں گے اور ان کے شرکاء کہیں گے کہ تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے پس اب ہمارے اور تمہارے درمیان بس خدا ہی شاہد ہے۔ ہم کو تو تمہاری پرستش کی مطلق خبر نہیں۔“ ان دونوں آیتوں کے ملانے سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ مسیح ناصری فوت ہو چکے ہیں ورنہ اگر انہیں زندہ مانا جائے اور پھر دوبارہ انہی کا نزول ہو اور آکر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ انہیں خدا تعالیٰ کے ساتھ شریک بنایا جاتا ہے اور ان کی عبادت کی جاتی ہے۔ پھر حشر کے دن خدا تعالیٰ کے حضور کہیں کہ مجھے تو ان کی عبادت کرنے کی بالکل خبر نہیں۔ صریح

ایہ عجیب استدلال ہے۔ نہ اس دلیل میں حضرت عیسیٰ کا شخصی طور پر ذکر ہے اور نہ ہی کوئی ایسا لفظ ہے جس کا مفہوم موت ہو۔ اور اس استدلال کی بناء استغراق پر ہے جو بالکل صحیح نہیں ہو سکتا۔ ورنہ لازم آئے گا کہ روح القدس جو تثلیث کا اقوم ثالث ہے وہ ان کے شرک سے بے خبر ہو۔ وہو کماتری۔ اور نیز یہ عام دلیل ہے جو خاص منطوق دلیل کا مقابلہ نہیں کر سکتی جیسا کہ انا خلقنا الانسان من نطفة عام دلیل خلقہ من تراب خاص دلیل کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور یہی وجہ ہے کہ مولوی نور الدین صاحب جن کی مرزا صاحب نے توثیق کی ہے لکھتے ہیں۔ لفظ جمع کا ہو تو اس سے مراد کلہم اجمعون نہیں ہو گا جب تک کہ تصریح نہ ہو بلکہ مراد بعض سے ہوتی ہے۔ (اخبار بدر مورخہ ۲۲ مئی ۱۹۱۳ء ص ۱۴) ۱۲ مرتب

جھوٹ ہے جو کسی نبی کی شان کے شایاں نہیں۔ خدا تعالیٰ تو سچا ہے کہ وہ یہ جواب دیں گے۔ اور مسیح ناصری کا یہ جواب بھی صحیح ہوگا کیونکہ وہ وفات پا چکے ہیں جیسا کہ دلیل اول میں ہم بتا چکے ہیں کہ مسیح ناصری نے ایسی بات سے لاعلمی ظاہر کی ہے کہ انہیں خدا کے سوا معبود بنایا گیا ہے اور بتایا ہے اگر بنایا بھی ہو تو میری وفات کے بعد بنایا ہوگا جس کا مجھے علم نہیں۔ پس مسیح تو اس بات میں سچے ہیں لیکن وہ علماء اپنے دعوے میں سچے نہیں جو کہتے ہیں کہ مسیح زندہ ہیں۔ اور باوجود عیسائی قوم کو دیکھتے ہوئے کہ وہ ان کو خدا بنا رہے ہیں قیامت کے دن خدا تعالیٰ کے سامنے جھوٹ بولیں گے کہ مجھے تو ان کی عبادت کی بالکل خبر نہیں۔

تیسری دلیل :- اوما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم محض رسول ہیں آپ سے پہلے جو بھی رسول تھے وہ گزر گئے اگر آپ بھی مرجائیں یا قتل کئے جائیں تو تم کو اپنی ایڑیوں پر نہیں پھر جانا چاہیے۔ اور اسلام کو نہیں چھوڑ دینا

اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں اس تیسری دلیل کا تفصیلی جواب بھی اس طرح دیا ہے جس کی توضیح یہ ہے کہ خلت بمعنی مات نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ یہ ہر دو فقرے قرآنی یعنی سنۃ اللہ الیٰہ قد خلت ولن تجد لسنة اللہ تبدیلاً متعارض ہوں۔ بلکہ خلت خلوص سے ہے جس کے معنی نکل مکانی ہے و اذا خلوا الیٰ شیطانیہم یا زمانے کا گزرنا بما اسلفتم فی الایام الخالیۃ اور خلوص مکان اور ذی زمان کی صفت بالعرض ہوا کرتی ہے۔ پس بہر تقدیر آیت زیر بحث کے معنی یہ ہوں گے کہ جگہ خالی کر گئے یا گزر چکے ہیں پھر اس کے کئی رسول اور یہ معنی زندوں اور مردوں دونوں میں صادق آسکتے ہیں۔ جس طرح ہم کہا کرتے ہیں کہ اس شہر میں سے کئی حاکم ہو گزرے ہیں۔ یہ فقرہ اس حاکم کو جو مر گیا ہو اور اس حاکم کو جو تبدیل ہو گیا ہو اور اس حاکم کو جو بعد اختتام میعاد نوکری گھر میں چلا گیا ہو شامل ہے۔ ۱۲ مرتب

چاہیے۔ پس اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جس قدر رسول تھے فوت ہو گئے ہیں۔ پس اس آیت سے مسیح کی وفات بین طور پر ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ایک رسول تھے۔ اور لفظ خلت کیا بلحاظ لغت۔ خلا فلان ای مات (لسان العرب تاج العروس) اور کیا بلحاظ قرینہ فقرہ آیت افسان مات او قتل موت کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دوسرے رسول فوت ہو گئے اسی طرح حضرت عیسیٰ بھی فوت ہو گئے ہیں۔ (شان نزول) یہ آیت جنگ احد میں اس وقت نازل ہوئی جبکہ آپ کو قمرہ مہارثی

الاسلامی مناظر نے اس کا جواب اس طرح دیا ہے کہ جنگ احد کے واقعہ میں سالہ کلیہ کی تردید ہے جو مہملہ سے ہو سکتی ہے۔ جو قوت موجبہ جزئیہ میں ہے اور اس کی تشریح یہ ہے کہ اگر ہم تسلیم کر لیں کہ خلت بمعنی مات ہے تو پھر ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ جنگ احد میں جب یہ غلط خبر اڑ گئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے اور بعض لوگوں نے نبوت اور موت میں منافات سمجھی جو سالہ کلیہ کا مصداق ہے اور ارتداد کا راستہ اختیار کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے خیال باطل کی تردید کے لیے یہ آیت نازل فرمائی اور ظاہر کر دیا کہ نبوت اور موت میں منافات نہیں۔ پس الف لام الرسل میں استغراقی نہیں بلکہ جنسی اور جنس لا بشرط شے کے مرتبہ میں ہوتی ہے نہ بشرط لا کے مرتبہ میں۔ اور قد خلت من قبلہ الرسل قضیہ موجبہ مہملہ ہے جو قوت موجبہ جزئیہ میں ہے۔ اور سالہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ ہوتی ہے۔ اور آیت ولقد اتینا موسیٰ الكتاب و قفینا من بعدہ بالرسل کو غور سے پڑھنا چاہیے کہ یہی لفظ الرسل بصیغہ جمع بالف و لام موجود ہے اور یہاں استغراق افراد قطعاً باطل ہے۔ کیونکہ اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے کتاب دی اور اس کے پیچھے اس کے آئین پر کئی رسول بھیجے نہ یہ کہ سب رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بھیجے گئے کیونکہ یہ معلوم ہے کہ حضرت موسیٰ سب سے پہلے رسول نہیں ہیں بلکہ کئی رسول آپ کے پہلے ہوئے اور کئی آپ کے بعد ۱۲ مرتب

نے پتھر مارا جس سے آپ کے دو دانت شہید ہو گئے اور آپ کا خود آپ کے سر میں گھس گیا۔ اور آپ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے تو کفار نے یہ مشہور کر دیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہو گئے ہیں تب مسلمان گھبرائے اور بعض نے میدان جنگ سے بھاگ جانے کا ارادہ کیا تو اس وقت یہ آیت مومنوں کی تسلی کے لیے نازل ہوئی اور اس میں یہ بتایا گیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تم نے خدا تعالیٰ پر قیاس کیا ہے کہ آپ کو مرنا نہیں چاہیے حالانکہ آپ تو ایک رسول ہی ہیں اس لیے آپ کو رسولوں پر قیاس کرنا چاہیے پس جس طرح کہ پہلے رسولوں کا خلو ہو چکا ہے اسی طرح ان کا بھی ہو جائے تو تمہیں گھبرانا نہیں چاہیے۔ پس آپ کی الوہیت کی تردید اور رسالت کا اثبات لفظ خلو سے کیا ہے اور خلو کی تفسیر موت اور قتل سے کی ہے کیونکہ افان مات او قتل کی جگہ اگر لفظ خلا رکھا جائے تو معنی ایک ہی ہوں گے۔ اور ان کا ایک ہی مفہوم ہوگا۔ لیکن اگر لفظ قد خلت من قبلہ الرسول میں خلو کا ایک طریقہ آسمان پر چلے جانا بھی تسلیم کیا جائے تو نہ ہی مات او قتل کہنا درست ہو سکتا ہے اور نہ ہی صحابہ کے خیال کی تردید ہو سکتی ہے۔ کیونکہ وہ کہہ سکتے ہیں کہ جس طرح پر فلاں رسول زندہ ہے ویسے ہی آپ کو بھی زندہ رہنا چاہیے۔ چنانچہ ہمارے اس قول کی تائید و تصدیق حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اس خطبہ سے ہوتی ہے جو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر پڑھا۔ جس میں آپ نے فرمایا

۱۔ اسلامی مناظر نے اس کا جواب اپنے پرچہ نمبر ۲ میں اس طرح دیا ہے کہ حضرت ابو بکر کی نظر افان مات الخ پر ہے۔ اسی لیے انھوں نے اس موقع پر یہ آیت بھی پڑھی انک مبست و انھم میتون اور اس کی توضیح یہ ہے کہ قد خلت من قبلہ الرسول سالبہ کلیہ کی تردید ہے بلکہ حضرت ابو بکر کی نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کے ممکن ہونے کے لیے لغائن مات الخ پر ہے اس وجہ کی تائید دوسری آیت سے بھی ہوتی ہے جو حضرت ابو بکر نے اس وقت حاضرین کو پڑھ کر سنائی تھی۔ وہ آیت یہ ہے انک مبست و انھم میتون یعنی اے پیغمبر تو (اپنے وقت مقررہ پر) مرنے والا ہے اور یہ کفار بھی اپنے اپنے اوقات مقررہ پر مرنے والے ہیں۔ ۲۔ مرتب

من كان يعبد محمدا فان محمدا قدماء و من كان يعبد الله فان الله حي لا يموت

کہ جو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا معبود خیال کرتا تھا تو وہ سن لے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو وفات پا گئے ہیں۔ اور جو خدا تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا وہ زندہ ہے کبھی نہیں مرے گا۔ پھر آپ نے ماحمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل کی تلاوت فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے متعلق جو استعجاب صحابہ کرام کے دلوں میں پیدا ہوا تھا اسے سابقہ رسول کی موت سے دور کر دیا اور بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فوت ہونا کوئی انوکھی بات نہیں بلکہ اس سنت میں وہ سب رسول داخل ہو چکے ہیں جو آپ سے پہلے ہو گزرے پس حضرت ابو بکر کے اس خطبہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کا پہلا اجماع جس بات پر ہوا وہ یہی تھی کہ آنحضرت ﷺ سے پہلے جس قدر بھی رسول تھے خواہ موسیٰ خواہ عیسیٰ علیہ السلام سب فوت ہو گئے ہیں اور

ایہ قادیانی صاحبان کا عجیب اجماع ہے۔ یہ اجماع صحابہ نہیں بلکہ صحیح اجماع صحابہ وہ ہے جس کو اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں لکھا ہے کہ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ کی روایت بالترتیب پکار رہی ہے کہ وہ صحابہ کے درمیان آیت و ان من اهل الكتاب الیومن بہ قبل موتہ میں موتہ کی ضمیر کا مرجع عیسیٰ علیہ السلام کو شخصی طور پر قرار دے کر آپ کا نزول ثابت کر رہے ہیں اور اس تصریح نزول کے موقع پر کوئی صحابہ نہ نفس مضمون یعنی نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے انکار کرتا ہے اور نہ حضرت ابو ہریرہ کے ضمیر موتہ کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قرار دینے کو غلط کہتا ہے اور نہ آپ کے استدلال کو ضعیف قرار دیتا ہے پس صحابہ کا اجماع حیات و نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ہوا نہ کہ وفات پر کیونکہ آیت و ان من اهل الكتاب الیومن بہ قبل موتہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام شخصی طور پر مذکور ہیں اور آیت قد خلت من قبلہ

الرسل کا الف لام بقرینہ لفظ قبل استغراق کا ہے جس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت

بات بالکل صاف ہے کہ عام دلیل خاص منطوق شخصی دلیل کا مقابلہ نہیں کر سکتی جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ ۱۲ مرتب

اسحان اللہ کیا کہئے۔ جناب من! آیت قد خلت من قبلہ الرسل میں من قبلہ قرینہ اس بات کا نہیں کہ الرسل میں الف لام استغراقی ہے بلکہ یہ من قبلہ اس امر پر قرینہ قطعیہ ہے کہ الرسل میں الف لام استغراقی نہیں ہے جیسا کہ اسی مضمون کی طرف اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۴ میں اشارہ کیا ہے کہ اگر ہم بخوشنودی مناظر صاحب ان کے معنی لیں تو لازم آئے گا کہ (نعوذ باللہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رسول نہیں۔ پس موجب کلیہ نہ ہوا۔ اور اس کی تشریح یہ ہے کہ اگر ہم بالفرض تسلیم کر لیں کہ خلت بمعنی مات ہے تو پھر ہم یہ نہیں تسلیم کرتے کہ الرسل میں الف لام استغراقی ہے۔ بلکہ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ یہ الف لام استغراقی نہیں کیونکہ قد خلت من قبلہ الرسل میں من قبلہ بالرسل کی لغت نحوی ہوگی یا الرسل سے حال نحوی ہوگا۔ اور یہ دونوں شقیں باطل ہیں۔ شق اول اس وجہ سے باطل ہے کہ تمام نحویوں کا اتفاق ہے کہ لغت نحوی منعوٰت نحوی پر ذکر میں مقدم نہیں ہوتی اور شق ثانی اس لیے باطل ہے کہ بروئے قواعد نحوی حال اپنے ذوالحال پر ذکر میں اس وقت مقدم کیا جانا چاہیے جب ذوالحال نکرہ ہو۔ اور مانحن فیہ میں الرسل معرفہ ہے پس معلوم ہوا کہ من قبلہ خلت کے متعلق ہے۔ قادیانی مناظر کی رائے کے مطابق آیت قد خلت من قبلہ الرسل کے یہ معنی ہوئے کہ تمام رسول محمد ﷺ سے پہلے فوت ہو چکے ہیں اور یہ معنی بدیہی البطلان ہیں کیونکہ اس آیت کے پہلے فقرے ماعمد الارسل ثابت ہوتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول ہیں اور فقرے قد خلت من قبلہ الرسل سے بوقت استغراق مراد لینے کے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (نعوذ باللہ) رسول نہیں۔ وہل هذا الاتناقض فی القرآن و هو بدیہی البطلان۔ پس ثابت ہوا کہ من قبلہ اس بات کا قرینہ قطعیہ ہے کہ الرسل میں الف لام استغراقی نہیں۔ ۱۲ مرتب

صلی اللہ علیہ وسلم کے قبل کے رسولوں سے کوئی بھی مستثنیٰ نہیں اور اگر الرسل سے مراد بعض رسول ہوتے تو ال کے لانے کی کوئی ضرورت نہ تھی بلکہ اس صورت میں ال کا لانا محل مطلب ٹھہرتا ہے اور نہ استدلال صحیح ہو سکتا تھا اور نہ ہی جنگ احد کے دن صحابہ کے دلوں میں پیدا شدہ شبہ کا ازالہ ہو سکتا تھا۔ کیونکہ معترض کہہ سکتا ہے کہ جب تمام کے لیے خلو بالموت یا قتل ضروری نہیں اور بعض اس سے مستثنیٰ ہیں تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان بعض مستثنیٰ میں کیوں داخل نہیں اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اس بات پر کس طرح صبر کرتے تھے۔ کہ مسیح تو آسمان پر زندہ موجود ہو اور رسول کریم فوت ہو جائیں۔ وہ اس گھائے سودے پر کبھی بھی راضی نہیں ہو سکتے تھے۔ ان کو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کے سوا کسی کی پرواہ نہیں تھی جیسا کہ آپ کے مرثیہ میں حسان بن ثابت لکھتے ہیں۔

كنت السواد لنا ظمري فعمى عليك الناظر

من شاء بعدك فليمت فعليك كنت احاذر

اور نیز وہ بات کہ آپ محض ایک رسول ہیں خدا نہیں ثابت نہیں ہو سکتی۔ اگر خلو کی ایک صورت آسمان پر زندہ جانا بھی مان لی جائے۔ لیکن اگر الرسل سے مراد تمام رسول ہوں اور خلو موت اور قتل سے ہی مانا جائے تو اعتراض بھی اٹھ جاتا ہے۔ اور پیدا شدہ شبہ کا ازالہ بھی ہو جاتا ہے۔ اور نیز یہی آیت مسیح کے لیے بھی استعمال ہوئی ہے جیسے کہ خدا تعالیٰ فرمایا ہے۔ اما المسيح ابن مريم الا رسول قد خلت من قبله الرسل پس جس طرح کہ اس آیت میں قد خلت من

اس آیت ما المسيح ابن مريم الا رسول قد خلت من قبله الرسل میں بھی الف لام استفراقی نہیں ہو سکتا ورنہ بروئے قواعد نحویہ مذکورہ لازم آئے گا کہ (نعوذ باللہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رسول نہیں۔ وہو کماتری ۱۲ مرتب

قبلہ الرسل سے مسیح سے پہلے کے تمام رسول مراد ہیں اسی طرح ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے تمام رسول جن میں مسیح بھی شامل ہیں۔ مراد ہے۔ اگر یہ آیت نازل نہ ہوتی اور صرف ما المسیح ابن مریم الا رسول کی ہی آیت ہوتی تو کوئی شخص یہ کہہ سکتا تھا کہ مسیح الرسل میں شامل نہیں اس لیے انھوں نے وفات پائی نہیں خدا تعالیٰ نے ما محمد الا رسول والی آیت نازل کر کے مسیح کو جو پہلی آیت سے باہر تھا اس کو بھی مریوں میں شامل کر دیا تفکر فیہا حق التفکر۔

چوکی دلیل :- آیت لقد کفر الذین قالوا اللہ ثالث ثلثہ سے ثابت ہے کہ مسیح کو خدا مریم اور لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلثہ سے ثابت ہے کہ مسیح کو خدا تعالیٰ کے سوا معبود مانا جاتا ہے اور اس کی پرستش کی جاتی ہے۔ اس سے دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ اور سورہ نحل رکوع میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ او الذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئا وہم یخلقون اموات غیر احياء و ما یشعرون ایاں یبعثون کہ وہ جن کو اللہ کے سوا پکارتے ہیں اور ان کی طرف خلق

اسماں اللہ یہ کیا عجیب دلیل ہے نہ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام ہے اور نہ ہی کوئی ایسا لفظ ہے جس کے معنی موت کے ہوں۔ مناظر اسلامی نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں اس دلیل کا تفصیلی جواب دیا ہے کہ ویسا ہی آیت والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئا وہم یخلقون اموات غیر احياء قضیہ مطلقہ عامہ ہے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ روح القدس فوت ہو چکے ہوں اور نیز آیت انک میت وانہم میتون سے بھی اس کا قضیہ مطلقہ عامہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور توضیح اس کی یہ ہے کہ قضیہ مطلقہ عامہ وہ قضیہ ہے جس میں یہ حکم کیا جائے کہ محمول موضوع کے لیے کسی وقت ثابت ہے یا محمول موضوع سے کسی وقت منسوب ہے اور اموات غیر احياء اس آیت میں مطلقہ عامہ کا محمول ہے اور مطلب آیت کا

منسوب کرتے ہیں وہ کوئی چیز پیدا نہیں کرتے اور وہ خود عالم خلق سے ہیں یعنی ان کو خدا تعالیٰ نے خلق کیا ہے وہ مردے ہیں زندہ نہیں اور ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ موت کے بعد قیامت کے دن کب اٹھائے جائیں گے۔ پس ان دونوں آیتوں کے ملانے سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت مسیح ناصری وفات پا گئے ہیں کیونکہ ان کو خدا تعالیٰ کے سوا معبود مانا جاتا ہے اور آیت اموات غیر احياء سے ثابت ہے کہ جس قدر خدا تعالیٰ کے سوا معبود مانے جاتے ہیں جن کی طرف خلق منسوب کی جاتی ہے اور ان سے دعائیں کی جاتی ہیں وہ مردہ ہیں زندہ نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ مسیح ناصری بھی وفات پا گئے ہیں زندہ نہیں ہیں۔ فافہم۔

پانچویں دلیل :- اما المسيح ابن مريم الا رسول قد خلت من قبله الرسل و امه صديقة كانا يا كلان الطعام انظر كيف نبين لهم الآيات ثم انظر انى يوفكون۔ مسیح ابن مریم تو ایک رسول ہی ہیں آپ سے

(بقیہ) یہ ہے کہ جو معبودات باطلہ اللہ کے سوا پرستش کئے جاتے ہیں وہ کسی وقت میں مرنے والے اور اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ تمام معبودات باطلہ مر چکے ہیں ورنہ لازم آئے گا کہ روح القدس جو تثلیث کا اقوم ثالث ہے فوت ہو چکا ہو تو پھر مرزا صاحب کی نبوت کا سلسلہ کیسا جاری رہا۔ اور نیز آیت انک میت وانھم میتون سے اموات غیر احياء کے قضیہ مطلقہ عامہ ہونے کی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کے نزول کے وقت زندہ تھے اور بعد میں بھی زندہ رہے اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین جن کو میتون کہا گیا زندہ تھے اور زندہ رہے۔ ۱۲ مرتب

۱۱۔ قادیانی مناظر نے اپنے دعویٰ وفات مسیح پر بہت دلائل پیش کئے ہیں جن سے ان کی غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ سامعین پر اچھا اثر پڑے کہ انھوں نے بکثرت دلائل پیش کئے۔ اور اصل بات یہ ہے کہ درحقیقت قادیانی مناظر نے ایک بھی ایسی دلیل نہیں بیان کی کہ جو بروئے

پہلے رسول گزر چکے ہیں اور آپ کی والدہ صدیقہ ہیں۔ آپ اور آپ کی والدہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔ اس آیت سے پہلے عیسائیوں کا قول پیش کیا ہے کہ عیسائی مسیح کو خدا بتاتے ہیں حالانکہ مسیح خدا نہیں ہو سکتے ہیں بلکہ آپ تو ایک رسول ہی ہیں۔ اس کے تین دلائل بیان فرمائے ہیں۔ (۱) قد دخلت من قبلہ الرسل (۲) امہ صدیقہ (۳) کانا یا کلان الطعام۔ اس وقت میں جس سے وفات مسیح

(بقیہ) قواعد و محاورات عربیت دعویٰ وفات مسیح کو ثابت کر سکے۔ بلکہ سب مغالطات ہیں جیسا کہ اس مناظرہ سے اظہر من الشمس ہے اور اس دلیل کا اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں اس طرح جواب دیا ہے کہ ایسا ہی آیت کانا یا کلان الطعام میں صیغہ ماضی ان کی ماں کی وجہ سے تغلیب ہے جیسے کانت من القاضین میں۔ اگر سوال ہو کہ ابن مریم کیا کھاتے ہیں تو ہم یہ حدیث سنائیں گے لست کاحد کم اولست کھینتکم انی بطعمنی ربی و یسقینی۔ اور اس کی تشریح یہ ہے کہ کانا صیغہ مذکر کا ہے اور مذکر کو مونث پر غلبہ دے کر دونوں سے یعنی عیسیٰ اور مریم سے مذکر کے صیغہ کے ساتھ تعبیر کی گئی ہے۔ جیسا کانت من القاضین میں۔ اور کانا کی ماضویت حضرت عیسیٰ کی ماں کی وجہ سے ہے یعنی حضرت عیسیٰ اور ان کی ماں مریم صدیقہ بہ بیت مجموعی زمانہ گذشتہ میں کھانا کھایا کرتے تھے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جیسا کہ مریم صدیقہ فوت ہو چکی ہیں ویسا ہی حضرت عیسیٰ بھی فوت ہو گئے ہوں مثلاً جب یہ کہا جائے کہ مرزا صاحب اور ان کی بیوی صاحبہ دونوں مل کر زمانہ گزشتہ میں باغ کی سیر کیا کرتے تھے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اگر بالفرض ان دونوں میں سے ایک صاحب فوت ہو جائیں تو دوسرے صاحب بھی ضرور فوت ہو جائیں۔ اگر سوال کیا جائے کہ اب حضرت عیسیٰ آسمان پر کیا کھاتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ طعام یا بطعم یہ کانا نام ہے یعنی جو طعام اور غذا ہو کر مایہ حیات بنے۔ اور طعام میں یہ ضروری نہیں کہ وہ خوب ارضی وغیرہ ہی ہوں۔ دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو صوم الوصال سے نہی فرماتے ہیں۔

پر استدلال کرنا چاہتا ہوں وہ آخری فقرہ ہے اس میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ مسیح اور آپ کی والدہ کھانا کھایا کرتے تھے اور سب لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ انسان کیوں کھانا کھاتا ہے اور کیوں کھانا کھانے کا محتاج ہے۔ اس میں اصل بھید یہ ہے کہ ہمیشہ انسان کے بدن میں سلسلہ تحلیل کا جاری ہے یہاں تک کہ تحقیقات قدیمہ و جدیدہ سے ثابت ہے کہ چند سال میں پہلا جسم تحلیل پا کر معدوم ہو جاتا ہے اور دوسرے بدل مانتھل ہو جاتا ہے اور ہر ایک قسم کی غذا جو کھائی جاتی ہے اس کا بھی روح پر اثر ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ امر بھی ثابت شدہ ہے کہ کبھی روح جسم پر اپنا اثر ڈالتی ہے اور کبھی جسم روح پر اپنا اثر ڈالتا ہے۔ جیسے کہ اگر کوئی روح کو یک دفعہ کوئی خوشی پہنچتی ہے تو اس خوشی کے آثار یعنی بشت اور چمک چہرہ پر بھی نمودار ہوتی ہے۔ اور کبھی جسم کے ہسنے رونے کے آثار روح پر بھی پڑتے ہیں۔ اب جبکہ یہ حال ہے تو کس قدر مرتبہ خدائی سے یہ بعید ہوگا کہ اپنے اللہ کا جسم بھی ہمیشہ اڑتا رہے اور سات برس کے بعد اور جسم آئے اور ماسوا اس کے کھانے کا محتاج ہونا بالکل اس مفہوم کے مخالف ہے جو خدا تعالیٰ کی ذات میں مسلم ہے اب ظاہر ہے کہ مسیح ان تمام حاجت مند یوں سے بری نہ تھے جو تمام انسانوں کو لگی ہوئی ہیں۔ پس آپ کی حالت کا متغیر ہونا آپ کے حدوث کی دلیل ہے کہ آپ حادث اور کھانے کا محتاج ہونا اور بیرونی و اندرونی عوارضات سے متاثر ہونا اس بات کی دلیل ہے

(بقیہ) اور صحابہ عرض کرتے ہیں کہ ایک تو اصل یا رسول اللہ آپ پھر کیوں صوم الوصال رکھتے ہیں۔ تو اس کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں۔ لست کاحد کم اولست کھیتکم انی بطعمنی ربی و یسقینی (بخاری جلد اول ص ۲۹۳) یعنی میں تمہاری مثل نہیں ہوں مجھے اللہ تعالیٰ طعام دیتا ہے اور پلاتا ہے۔ اس حدیث میں حبوب ارضی وغیرہ کے سوا کسی اور طعام کا بیان ہے۔ ۱۲ مرتب

کہ مسیح خدا نہیں۔ پس اس آیت میں مسیح کے کھانے اور اس کے حالات کے متغیر ہونے کو اس کی الوہیت کے بطلان کی دلیل بیان کیا گیا ہے اور ساتھ ہی بصیغہ ماضی بیان کر کے ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ اب نہیں کھاتے۔ پس دو ہی صورتیں ہیں کہ وہ زندہ ہوں اور کھانا نہ کھاتے ہوں پس اگر پہلی صورت تسلیم کی جائے تو ایک تو اس کی الوہیت ثابت ہوگی اور دوسرے خدا تعالیٰ نے جو دلیل دی ہے وہ صحیح نہیں ہوگی۔ کیونکہ جب وہ کھانے کا محتاج نہیں ہوگا تو غیر متغیر ہوگا اور اس کا کھانا کھانا اور متغیر ہونا ہی اس کی الوہیت کو باطل کرنے کے لیے خدا تعالیٰ نے پیش کیا تھا۔ لیکن وہ دونوں باتیں اس کی زندگی میں نہیں پائی گئیں۔ اس لیے وہ صرف رسول ہی نہ ہوئے بلکہ خدا بھی ثابت ہوئے۔ اور نیز یہ آیت وما جعلناہم جسدًا لا یأکلون الطعام و ما کانوا ٰخالدین کے بھی خلاف ہوگی۔ چونکہ اس آیت میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ لوگ جن کی طرف خدا تعالیٰ وحی کرتا ہے ان کے ایسے جسم نہیں بنائے جو کھانا نہ کھاتے ہوں پس زندگی کی حالت میں اس آیت کے مطابق کھانا ضروری ہوگا اور قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس وقت کھانا نہیں کھاتے۔ تیسرے حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ولا مستغنی عنہ ربنا (بخاری) کہ اے ہمارے خدا ہم اس کھانے سے مستغنی نہیں ہیں۔ پس کھانے سے پاک اور مستغنی صرف خدا تعالیٰ ہی ہے اور کوئی نہیں۔ پس اگر مسیح کو زندہ مان کر کہا جائے کہ وہ کھانا کھانے سے مستغنی ہیں اور کھانا نہیں کھاتے تو وہ ان کی الوہیت کی دلیل ہے۔ اب دوسری صورت یہی ہو سکتی ہے کہ وہ وفات پا گئے ہوں اور کھانا نہ کھاتے ہوں۔ اس کے سوائے تیسری صورت کوئی نہیں ہو سکتی۔ پس آیت کانا یا کلان الطعام سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ وفات پا گئے ہیں۔

چھٹی دلیل: اَوِصَانِی بِالصَّلٰوَةِ وَالزَّكٰوَةِ مَا دَمْتَ حَیًّا (مریم) مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے تاکید کی حکم دیا ہے کہ جب تک میں زندہ رہوں نماز پڑھتا رہوں اور زکوٰۃ دیتا رہوں۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ زکوٰۃ دیتے ہیں تو کس کو؟ آیا فرشتوں کو یا خدا کو؟ اگر کہو کہ ان کے پاس تو مال نہیں وہ زکوٰۃ کیسی دیں۔ تو ہم کہیں گے کہ خدا تعالیٰ کا خاص طور پر انہیں حکم دینا کہ جب تک تم زندہ رہو زکوٰۃ دو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ زکوٰۃ دینے کے قابل تھے ورنہ خاص طور پر ان کو حکم نہ دیا جاتا۔ دوسرے ہم کہتے ہیں کہ آسمان کا عرصہ تو دو ہزار برس کا تو قریباً ہو چکا ہے اور آسمان میں مستحقین کا وجود بھی نہیں پایا جاتا پس اس لیے مادمات حیا کی قید کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتی۔ اس کے لیے تو مادمات علی

اس چھٹی دلیل کا جواب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں اس طرح دیا ہے کہ نماز کے آسمان پر ادا ہونے میں تو کوئی اشکال نہیں۔ کیا آسمان جائے عبادت نہیں اور شب و روز فرشتے تسبیح و ذکر الہی میں مشغول نہیں رہتے۔ اور زکوٰۃ کے متعلق دو جواب ہیں۔ پہلا یہ کہ زکوٰۃ سے مراد پاکیزگی و طہارت ہے جیسا کہ پیشتر اس کے حضرت یحییٰ کے ذکر میں فرمایا و حنّاناً من لدنا و زکوٰۃ (مریم) یعنی ہم نے یحییٰ کو اپنے پاس سے نرم دلی اور پاکیزگی عطا کی ہے اور نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق پیشتر بشارت دی گئی ہے۔ لاهب لک غلاماً زکّیا (مریم) یہاں بھی لڑکا پاکیزہ مراد ہے۔ پس اس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم کیا ہے کہ جب تک زندہ رہوں نماز ادا کرتا رہوں اور پاکیزہ رہوں۔ دوسرا جواب یہ کہ زکوٰۃ سے مراد صدقہ مفروضہ ہے۔ لیکن فرضیت ادا، زکوٰۃ اس وقت ہے جب انسان صاحب نصاب ہو۔ میرے قادیانی مناظر صاحب پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قرآن کریم یا صحیح حدیث سے صاحب نصاب ہونا ثابت کریں پھر ہم زکوٰۃ کا مصرف بتائیں گے۔ ۱۱

مرتب۔ اللهم اغفر الکاتبہ و لوالذیہ و للمؤمنین۔

الارض کہنا ہی صحیح ہو سکتا تھا۔ مادمیت حیا۔ پھر اس کے علاوہ سوال یہ ہے کہ وہ کوئی نماز پڑھتے ہیں۔ اسرائیلی نماز یا محمدی؟ اگر کہو اسرائیلی تو ماننا پڑے گا کہ ابھی پہلی شرایع منسوخ نہیں۔ حالانکہ جمیع مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ پہلی شرایع منسوخ ہو گئی ہیں۔ اور اگر کہو محمدی نماز تو پھر یہ سوال ہے کہ ان کو کس نے بتائی۔ اگر کہو کہ نبی کریم یا صحابہ نے تو یہ غلط ہے کیونکہ ان میں سے آسمانوں پر کوئی نہیں گیا۔ اور اگر کہو کہ معراج میں بتائی ہوگی تو اس کا بھی کوئی ثبوت نہیں۔ کیونکہ نمازوں کے فرض ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسیح سے ملاقات ثابت نہیں۔ اور اگر کہو کہ وہ ان کو الہاماً بتائی گئی تو اس سے حضرت عیسیٰ کے دوبارہ نزول کو تسلیم کر کے ماننا پڑے گا کہ وہ تشریف ہی نبی ہیں۔ کیونکہ شریعت کا ایک حصہ دونوں پر نازل ہوا۔ پس حضرت عیسیٰ اس وجہ سے نماز پڑھیں گے کہ وہ حضرت عیسیٰ پر نازل ہوئی نہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ اور ایسا ہونا آیت خاتم النبیین کے خلاف ہے پھر علاوہ ازیں یہ سوال ہوگا کہ آیا حضرت عیسیٰ دارالعمل میں ہیں یا دارالجزاء میں؟ اگر کہو دارالعمل میں تو ان کو سب اعمال کا بجالانا ضروری ہے اگر کہو کہ وہ ایسی جگہ ہیں کہ جہاں وہ یہ اعمال بجا نہیں لا سکتے تو اس پر یہ سوال ہوگا کہ آیا وہ ایسے مقام پر بخوشی خاطر اپنے ارادہ سے ٹھہرے ہوئے ہیں یا مجبوری؟ اگر کہو کہ اپنے ارادہ سے تو یہ غلط ہے۔ اگر کہو کہ مجبوری تو پھر یہ سوال ہوگا کہ آیا شریعت محمدیہ کے احکام پر عمل کرنے سے تقویٰ اور تقرب الی اللہ میں ترقی ہوتی ہے۔ یا تنزل۔ اگر کہو تنزل تو یہ فریقین کے نزدیک باطل ہے۔ اگر کہو ترقی ہوتی ہے تو مسیح کو اس ترقی سے کیوں محروم کیا گیا ہے۔ اگر کہو کہ دارالجزاء میں ہیں تو دارالجزاء میں جانا وفات کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔ اور دارالجزاء کا نام ہی جنت ہے اور جنتیوں کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ و ما ہم منها بمخرجین کہ وہ جنت سے نکالے

نہیں جائیں گے۔ اس لیے مسیح دینا میں نہیں آسکتے اور اگر کہو کہ وہ اس دارالجزاء سے پھر دوبارہ دارالعمل میں بھیجا جائے گا تو اس سے مسئلہ تنازع کو صحیح ماننا پڑے گا۔ پس سوائے اس کے کہ اعمال نہ کرنے کا باعث وفات کو تسلیم کیا جائے اور مانا جائے کہ وہ زندہ نہیں ہیں اس لیے اب ان سب اعمال کے بجالانے کے مکلف نہیں ہیں اور کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔ فافہم۔

ساتویں دلیل :- اے وسلام علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم

ابعث حیا مسیح علیہ السلام اپنی سلامتی کے تین دنوں کا ذکر فرماتے ہیں۔ ایک تو پیدائش کے دن دوسرے موت تیسرے بعث بعد الموت کے دن کا۔ حالانکہ اگر بغور دیکھا جائے تو اس وقت جبکہ تمام یہود آپ کے قتل کے درپے تھے اور چاہتے تھے کہ آپ کو جان سے مار دیں تو اس وقت آپ کو آسمان پر اٹھالینا ایک بڑا سلامتی کا دن تھا مگر اس کا آپ ذکر تک نہیں کرتے اس کا ذکر نہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ اگر ہوا ہوتا تو ضرور اس کا بھی ذکر کرتے کہ اس دن بھی سلامتی ہے جس دن کہ مجھے آسمان پر اٹھایا جائے گا اور اس دن بھی سلامتی ہے

اس ساتویں دلیل کا جواب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں اس طرح دیا ہے کہ عدم ذکر شے اس شے کی نفی لازم نہیں آتی۔ جیسا کہ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ عدم علم سے عدم شے لازم نہیں آتا (براہین احمدیہ ص ۵۴۵) اور نیز اس آیت سے پیشتر رفع اور نزول کا ایک فقرہ وسیعہ کے ساتھ ذکر ہے۔ چنانچہ فرمایا وجعلنی مبارکاً این ما کنت یعنی حضرت عیسیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے برکت والا کیا ہے جہاں کہیں میں ہوں۔ ہم مقابلہ چند برکات حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور برکات مرزا صاحب ذکر کرتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برکت: دشمنی۔ سد بغض کا دور ہو جانا جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے۔
ولتذهبن الشحناء والتباغض والتحاسد (مشکوٰۃ باب نزول عیسیٰ ص ۴۷۲)

جس دن کہ میں دوبارہ دنیا میں نازل ہوں گا اور ان تین مواقع میں تو سب نبی ان کے شریک تھے۔ چنانچہ حضرت یحییٰ کے لیے بھی یہی تینوں باتیں خدا تعالیٰ نے فرمائی ہیں۔ پس جن دواہم اور عظیم الشان واقعات کی مسج کے ساتھ خصوصیت ہے یعنی آسمان پر جانا اور آسمان سے واپس آنا۔ یہ سلامتی کے ساتھ ذکر کرنے کے زیادہ قابل تھے۔ خصوصاً جبکہ یہ کلام وحی الہی کے ماتحت تھی۔

(بقیہ) مرزا صاحب کی برکت: بغض کی آگ لگ جانی اور ایسی عداوت کا پیدا ہو جانا جس سے ایک دوسرے سے جدائی اور قطع تعلق بلکہ قطع رحم نتائج نکل رہے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برکت: مال کا کثرت سے ہو جانا حتیٰ کہ زکوٰۃ کے قبول کرنے والے نہیں ملیں گے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے و یفیض المال حتی لا یقبلہ احد (مشکوٰۃ ص ۱۷۱)

مرزا صاحب کی برکت: مسلمانوں کا سخت محتاج اور فقر کی حالت میں ہونا۔ اگر ایک شخص خیرات کا دروازہ کھولے تو اس کثرت سے فقراء کا جمع ہو جانا کہ اسے دروازہ بند کرنا پڑے۔ اور بعض کا افلاس کے بارے ارتداد کی طرف مائل ہونا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برکت: دلوں میں آخرت کی تیاری کی فکر اور دنیا سے بے رغبتی کا پیدا ہو جانا۔ حتیٰ تکنون السجدہ الواحدہ خیراً من الدنیا و ما فیہما (متفق علیہ مشکوٰۃ ص ۱۷۱)

مرزا صاحب کی برکت: لالچ اور طمع نفسانی کا بڑھ جانا حتیٰ کہ حلال و حرام کی تمیز نہ رہنا۔ رشوت ستانی اور خیانت اور غبن کا کثرت سے وقوع میں آنا۔ اور بعض کا لالچ کے مارے بے دینی اختیار کر لینا۔ عاقبت کو بھلا دینا۔ اور دنیوی فائدوں کو پیش نظر رکھنا۔

آٹھویں دلیل: خدا تعالیٰ بنی آدم کے لیے ایک قانون بیان فرماتا

ہے۔ فیہا تحیون و فیہا تموتون و منها تخرجون کہ اے بنی آدم تم اسی زمین میں ہی زندگی بسر کرو گے اور اسی میں مرد گے اور پھر اسی سے اٹھائے جاؤ گے۔ پس یہ ایک عام قانون ہے جو ہر ایک فرد بشر پر حاوی ہے تو پھر کیونکر ہو سکتا ہے کہ مسیح فیہا تحیون کے صریح خلاف آسمان پر زندگی بسر کریں۔ چنانچہ دوسری آیات بھی اس کی تائید کرتی ہیں۔ مثلاً ولکم فی الارض مستقر و

(بقیہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برکت: کثرت سے بارش کا ہونا اور دودھ اور پھلوں کا معمول سے زیادہ ہونا اور جو امر عام خلق اللہ کے حق میں مضر ہوں ان کا رک جانا۔
مرزا صاحب کی برکت: خشک سالی اور ہرجس کی گرائی خصوصاً گھی دودھ کا کم ہو جانا اور آئے دن نئی بیماریاں اور وبا میں اور طاعون اور زلزلے اور بہت سی مصیبتیں دنیا میں عام طور پر بد امنی اور بے آرامی کا ہونا۔

خلاصہ جواب: یہ کہ القرآن کلمۃ واحدہ ہے لہذا آیت بل رقعہ اللہ الیہ اور آیت رافعک الی اور آیت وان من اهل الكتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ اور آیت وجعلنی مبارکاً این ما کنْتَ قابل غور ہیں۔ ۱۲ مرتب

اس آٹھویں دلیل کا مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں یہ جواب دیا ہے کہ آیت فیہا تحیون و فیہا تموتون و منها تخرجون اور آیت ولکم فی الارض مستقر و متاع الی حسین وغیرہ سے وفات عیسیٰ بن مریم ثابت نہیں کیونکہ یہ حصر بلحاظ مقرر طبعی واصلی کے ہے یعنی انسان کے لیے طبعی اور اصلی مقرر زمین ہے لیکن عارضی طور پر آسمان میں رہ سکتا ہے خاص کر وہ انسان جس کو فرشتوں کے ساتھ کمال مناسبت ہو۔ جیسا کہ فرشتوں کا مقرر طبعی واصلی آسمان ہے۔

متاع الی حین کہ تمہارے لیے زمین ہی قرار گاہ ہے اور ایک وقت تک نفع اٹھانا ہے۔ پھر اسی طرح خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ الم نجعل الارض کفأاً حیاءً و امواتاً کہ جاندار و غیر جاندار اور مردوں اور زندوں کے لیے ہم نے زمین کو قبض کرنے والی اور سمیٹنے والی اور اپنے ساتھ ملائے رکھنے والی بنایا ہے اس آیت میں خدا تعالیٰ نے مسئلہ کشش ثقل کا بیان فرمایا ہے کہ زمین میں یہ ایک خاصیت ہے کہ وہ اپنی چیز کو باہر نہیں ٹھہرنے دیتی۔ اور اگر کسی مانع کی وجہ سے اس سے اوپر کوئی چیز چلی جائے تو پھر وہ اس کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ پس مسیح علیہ السلام کو اگر فرشتے آسمان کی طرف اٹھا کر لے گئے تو آسمان پر رہنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ فرشتے انہیں پکڑے رکھیں۔ دوسری یہ کہ آسمان کو بھی زمین کی طرح قرار دیا جائے یا زمین کے اس حصہ کی جس کے مقابلہ میں مسیح علیہ السلام ہو وہ خاصیت ہی ماری گئی ہو۔ بہر حال جو بھی صورت اختیار کی جائے اس کا ثبوت دینا ضروری ہے لیکن موت کی صورت میں ان سوالات میں سے کوئی سوال بھی وارد نہیں ہوتا خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان زندہ ہو یا مردہ اس کے لیے زمین ہی رہنے کی جگہ ہے۔ پس مسیح زندہ ہو یا مردہ تو اس کے لیے زمین میں ہی رہنا

(بقیہ) لیکن زمین پر بھی عارضی طور ان کی آمد و رفت رہتی ہے اور نیز جہاں جعل تکوینی پایا جائے وہاں مجہول الیہ الزم نہیں ہوتا بلکہ عارضی۔ دیکھو وجعلنا اللیل لباساً وجعلنا النهار معاشاً میں یہی صحیح مطلب ہے کہ آرام اور نیند کا اصلی وقت رات ہے مگر عارضی طور دن کو بھی آرام و نیند کر سکتے ہیں۔ اور معاش کا اصلی وقت دن ہے لیکن عارضی طور پر رات کو بھی کما سکتے ہیں۔ ۱۲۔ اللھم اغفر لکاتبہ والدیہ ولاستاذیہ۔

ضروری ہے۔ پہلی شق تو آپ کے نزدیک بھی صحیح نہیں کہ وہ زمین پر زندہ ہوں۔
پس دوسری شق ہی صحیح ہے کہ وہ وفات پا گئے ہیں اور زمیں میں ہی مدفون ہیں۔

نویں دلیل: اذ قال عیسیٰ ابن مریم یا بنی اسرائیل انی رسول
اللہ الیکم مصداقاً لما بین یدی من التوراة و مبشراً برسول یاتى من
بعدى اسمہ احمد فلما جاءهم بالبینات قالوا هذا سحر مبین۔ بقول
آپ کے اس آیت سے ظاہر ہے۔ کہ مسیح ناصری نے اپنی موت کے بعد آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کی بشارت دی ہے لیکن اگر ان کی حیات کو تسلیم کیا
جائے اور مانا جائے کہ وہ پھر دوبارہ نزول ہوں گے تو اس آیت کا صریح خلاف ہو
گا۔ اور ماننا پڑے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پیشینگوئی کے مصداق نہیں
کیونکہ اس وقت یہ صادق آئے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم مبعوث نہیں ہوئے بلکہ آپ کے قبل مبعوث ہوئے ہیں اور حضرت عیسیٰ
آپ کے بعد میں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کی صداقت مسلمہ
فریقین ہیں۔ پس مسیح کا زندہ ہونا باطل ہو گیا اور ان کی وفات متعین ہو گئی۔

۱۱۔ اس نویں دلیل کا اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں یہ جواب دیا ہے کہ بعدی دونوں
صورتوں یعنی بعد الموت و بعد الغیوبت کو شامل ہے۔ دیکھو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنگ تبوک کے موقع پر اہل و عیال کی خبر گیری کے لیے مدینہ میں
چھوڑا تو اس وقت آپ نے یہ حدیث فرمائی انت منی بمنزلہ ہارون من موسیٰ الا
انہ لانی بعدی۔ ۱۲

دسویں دلیل: اَو من تعمره ننكسه فى الخلق افلا يعقلون ہم جس کی عمر زیادہ کرتے ہیں تو اس کی بناوٹ میں اس کو الٹاتے گھٹاتے چلے جاتے ہیں۔ کیا یہ لوگ اتنی بات بھی نہیں سمجھتے۔ پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَمِنْكُمْ مَنْ يَتُوفى و منكم من يرد الى ارضه ليعلم بعد علم شيئا۔ (ع ۱) اور تم سے وہ ہے جس کو وفات دی جاتی ہے اور تم میں سے وہ بھی ہیں جن کو ارذل ترین عمر (انتہائی بڑھاپا) کی طرف لوٹایا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ جاننے کے بعد نہ جاننے والا بن جاتا ہے۔ پس خدا تعالیٰ ان آیات میں فرماتا ہے۔ کہ انسان دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو انتہائی درجہ کا بڑھاپا پانے سے پیشتر وفات پا جاتے ہیں۔ دوسرے وہ ہیں جن پر انتہائی درجہ کا بڑھاپا آتا ہو جس کی وجہ سے ان کے تمام اعضاء کمزور ہو جاتے ہیں اور ان کی قوتیں زائل ہو جاتی ہیں اور علم وغیرہ بھی باقی نہیں رہتا۔ پس مسیح بھی اس قانون سے باہر نہیں رہ سکتے پس یا تو ان کو ان دونوں قسموں میں شامل کر دو ورنہ مانو کہ وہ انسان نہیں بلکہ کچھ اور ہیں۔ اور اگر تم ان کو دوسری قسم میں شامل کر دو تو دو ہزار سال کی عمر میں سمجھ لو کہ ان کی کیا حالت ہوئی ہوگی۔ یا پہلی قسم میں شامل کر دو کہ وہ وفات پا گئے ہیں۔ تیسری کوئی صورت خدا تعالیٰ نے بیان نہیں کی۔ پہلی صورت تو آپ کو بھی منظور نہیں اور نہ آپ تسلیم

۱۔ اس دسویں دلیل کا اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں اس طرح جواب دیا ہے کہ ان آیات کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہمیشہ کے لیے موت سے بچنے والا نہیں اعتقاد کرتے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ عیسیٰ فوت ہو کر میرے مقبرے میں میرے پاس مدفون ہوں گے۔ ۱۲ مرتب

کرتے ہیں۔ پس دوسری صورت ہے کہ وفات پا گئے ہیں تسلیم کرنی پڑے گی۔
 گیارہویں دلیل: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لو کان
 موسیٰ و عیسیٰ حیین لما و سعهما الا اتباعی (ابن کثیر جلد ۲ ص ۲۴۶)
 والیوقت والجواہر وغیرہ) کہ اگر موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام زندہ ہوتے تو ان کو میری
 پیروی کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ اس حدیث میں تو موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کی
 وفات کا اکٹھا ذکر کیا۔ اور دو اور حدیثیں ہیں جن میں سے ایک میں تو صرف موسیٰ
 کا نام آیا ہے اور ایک میں صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا چنانچہ حضرت موسیٰ کے
 متعلق فرمایا ہے لو کان موسیٰ حیا ما وسعه الا اتباعی اور تیسری حدیث جس میں صرف
 حضرت عیسیٰ کا ذکر ہے جو فقہ اکبر مطبوعہ مصر ایڈیشن اول کے ص ۱۰۰ پر ہے۔
 ویقتدی بہ لیظہر متابعتہ لنبینا ﷺ کما اشار الی هذا المعنی صلعم

المفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں یہ جواب دیا ہے کہ یہ حدیث صحاح ستہ
 میں نہیں بلکہ مشکوٰۃ میں بروایت جابر اس طرح ہے ولو کان موسیٰ حیا ما وسعه الا
 اتباعی (رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہیں۔
 اور نیز مشکوٰۃ میں ایک اور جگہ یہ حدیث یوں مذکور ہے ولو کان حیا وادرک نبوتی لا تبعنی رواہ
 الدارمی۔ اور اس میں نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہیں۔ خلاصہ یہ کہ غیر مستند حدیث
 کیوں پیش کی جاتی ہے۔ اس کا راوی کون ہے۔ احادیث مستندہ صحیحہ کے خلاف ایک منکر
 حدیث کو پیش کرنا کونسا اسلام ہے۔ اور الیواقیت والجواہر نے فتوحات مکیہ کا حوالہ دیا ہے۔
 اور فتوحات مکیہ میں صرف لو کان موسیٰ حیا مذکور ہے۔ اور نیز وہ حدیث جس میں عیسیٰ کا ذکر ہے
 بلحاظ شرط نمبر ۲ بوجہ اس کے کہ نص قرآنی اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہے صحیح نہیں اور اگر اس
 حدیث کے ان الفاظ کو بالفرض صحیح تسلیم کیا جائے تو تعارض بین الاحادیث کو دور کرنے کے
 لیے اس کا یہ معنی ہوگا۔ لو کان موسیٰ و عیسیٰ حیین علی الارض الخ۔ ۱۲ مرتب

لو کان عیسیٰ حیا ما وسعه الاتباعی یعنی مسیح موعود مہدی کی اقتدا کریں گے تاکہ ظاہر کریں کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو ہیں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حدیث میں اس مدعا کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اگر عیسیٰ زندہ ہوتے تو انہیں میری پیروی کے سوا چارہ نہ تھا۔ پس ان کا پیروی نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ زندہ نہیں ہیں۔ اس دلیل کو میں ایک مثال سے واضح کرتا ہوں جو یہ ہے مثلاً ایک سائل ہم سے ایک روپیہ مانگے اور ہم جواب میں اسے یہ فقرہ کہیں کہ اگر ہمارے پاس روپیہ ہوتا تو ہم دے دیتے تو اس فقرہ کا نتیجہ اور مقصود اور مال یہ ہے کہ ہمارے پاس روپیہ نہیں ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر موسیٰ علیہما السلام زندہ ہوتے وہ میری پیروی کرتے۔ نتیجہ یہ ہے کہ وہ زندہ نہیں ہیں۔

بارھویں دلیل: ابو اخیمری ان عیسیٰ ابن مریم عاش مائۃ و عشرين سنة والا زانی الا ذہبا علی داس ستین (تج الکرام ص ۲۲۸) وحاشیہ تفسیر جلالین زیر آیت متوکل مطبوعہ دہلی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مستدرک میں حاکم اور حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہ سے طبرانی نے روایت کیا ہے کہ آپ نے اپنی مرض الموت میں فرمایا ہے کہ جبریل نے مجھے خبر دی ہے کہ مسیح نے ایک سو بیس برس عمر پائی اور میری عمر

امفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں یہ جواب دیا ہے کہ یہ حدیث اس وجہ سے کہ نص قرآنی اور احادیث مستندہ صحیحہ کثیرہ کے متعارض ہے غیر صحیح بلکہ موضوع ہے ورنہ مرزا صاحب کی عمر بیس سال ہونی چاہیے تھی۔ اگر بالفرض صحیح تسلیم کی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ عیسیٰ بن مریم نے زمین پر یہ عرصہ گزارا کیا ہے۔ عیش خوردنی و آنچہ بدایا زیست نمایند (ملفوظات الارباب جلد ۳ ص ۲۲۸) ۱۲ مرتب

ساتھ برس کی ہوگی۔ اور مصنف حج الکرام نے اس حدیث کو روایت کر کے لکھا ہے
 رجالہ ثقات کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اور پھر جلالین کے حاشیہ پر جو یہ
 حدیث بیان ہوئی ہے تو وہ ابن الجحر نے روایت کی ہے۔ یہ حدیث بالوضاحت
 دلالت کرتی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ برس کی عمر پا کر وفات پا
 جائیں گے ویسے ہی مسیح ایک سو بیس برس کی عمر پا کر وفات پا گئے ہیں۔ اور اگر
 انہیں زندہ تسلیم کیا جائے تو ان کی عمر آپ کے وقت میں ایک سو بیس نہیں بلکہ سات
 سو برس کے قریب ہونی چاہیے۔ کیونکہ کسی کی زندگی میں جو زمانہ گزرتا ہے وہی
 اس کی عمر ہوتی ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرما دیا اور اپنی مرض
 الموت میں فرمایا تا کہ یہ بات بطور وصیت کے لوگ یاد رکھیں کہ حضرت عیسیٰ ایک
 سو بیس برس کی عمر پا کر وفات پا چکے ہیں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ
 برس کی عمر پا کر وفات پا گئے۔
 "THE NATURAL HISTORY OF MAN"

تیسرے سوالوں و لیل: معراج کی حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ

المنفی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں یہ جواب دیا ہے کہ میرے مناظر
 صاحب کو معراج کی تمام حدیثوں پر احاطہ نہیں۔ سنن ابن ماجہ میں ہے عن عبد اللہ ابن
 مسعود قال لما كان ليلة اسرى برسول الله صلى الله عليه وسلم لقي
 ابراهيم وموسى وعيسى فتذاكروا الساعة فبدأوا ابراهيم فسأله عنها
 فلم يكن عنده منها علم ثم سألوا موسى فلم يكن عنده منها علم فرد
 الحديث الى عيسى ابن مريم فقال قد عهد الى فيما دون وجبتها فاما و
 جبتها فلا يعلمها الا الله فذكر خروج الدجال قال فانزل فافعله الحديث
 (سنن ابن ماجہ ص ۹۰۳) یعنی جس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرایا گیا اس
 رات آپ نے حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے ملاقات کی۔

وسلم نے مسیح ناصری اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کو ایک جگہ اکٹھے دیکھا ہے۔ بعض حدیثوں میں تو دوسرے آسمان میں اور بعض احادیث میں چوتھے آسمان میں اب سوال یہ ہے کہ مردوں کا مقام زندوں کا کیسے ہو سکتا ہے۔ البتہ مردوں میں وہی رہ سکتا ہے جو مردہ ہو نہ کہ زندہ۔ اب اس مقام کے متعلق ہم پوچھتے ہیں کہ آیا وہ مقام جنت تھا یا برزخ۔ اگر کہو مقام برزخ تو پھر بھی مسیح نہیں آ سکتے اور نہ ہی وہ زندہ ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ مقام برزخ مردوں کے لیے ہے نہ کہ زندوں کے لیے۔ اور مقام برزخ میں رہنے والا دنیا میں نہیں آ سکتا جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے حتیٰ اذا جاء احدہم الموت قال رب ارجعون لعلی اعمل صالحاً فیما ترکت کلا انہا کلمۃ ہو قائلہا و من وراثمہم برزخ الی یوم یبعثون۔ پس جو برزخ مقام میں پہنچ گیا قیامت کے دن تک اس کا ٹھکانا برزخ ہی ہے نہ کہ دنیا اور اگر کہو کہ جنت میں ہیں تو جنت ہی مرنے کے بعد حاصل ہوتی

(بقیہ) تو ان سب میں قیامت کی بابت ذکر چلا۔ سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا گیا آپ کو قیامت کے وقوع کی بابت کوئی خبر نہ تھی۔ پھر موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا۔ آپ کو بھی کچھ معلوم نہ تھا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی باری آئی تو آپ نے کہا کہ ہاں قیامت کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا مجھ سے عہد ہے لیکن قیامت کے واقع ہونے کا وقت سوائے خدا کے کسی کو معلوم نہیں۔ پھر آپ نے دجال کا ذکر کیا اور کہا پھر میں نازل ہوں گا اور اس کو قتل کروں گا۔ دیکھو اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی نزول ثانی کو بیان فرماتے ہیں۔ اس حدیث نے آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے قرب قیامت میں نازل ہونے کی بابت ذکر کر رہے ہیں اس حدیث کی تصریح کے مقابلہ میں قادیانی مناظر کی وہی اور خیالی باتوں کا کچھ اثر نہیں۔ ۱۲۔ اللہم اغفر لکاتبہ ووالدیہ واستادہ و من سعی فیہا۔

ہے اور پھر جو جنت میں داخل کیا جاتا ہے تو اس کو پھر وہاں سے نکالا نہیں جاتا جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وما ہم منها بمخرجین۔ پس کوئی صورت اختیار کرو معراج کی حدیث سے مسیح کی وفات اور اس کا دوبارہ دنیا میں نہ آنا ثابت ہے۔ چودھویں دلیل: طبقات کبیر لمحمد بن سعد جو کہ حالات شریفہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حالات صحابہ کرام بلکہ ابتدائی اسلامی تاریخ کی جڑ ہے اس کے جلد ثالث ص ۲۶ پر بھیرہ بن مریم سے روایت کی ہے کہ لما توفي علي ابن ابي

اے گو اس چودھویں دلیل کا جواب دینا اسلامی مناظر کا فرض نہیں تھا کیونکہ بروئے شرط نمبر ۱ قادیانی مناظر کا فرض تھا کہ قرآن کریم اور حدیث کے سوائے کوئی دلیل پیش نہ کرتا اور اس نے امام حسن رضی اللہ عنہ کا قول تاریخی رنگ میں پیش کیا ہے۔ لیکن پھر بھی اسلامی مناظر نے جواب دیا ہے۔ جس کی توضیح یہ ہے کہ بلحاظ آیت فننفتحنا فیہا من روحنا (الانبیاء) و آیت فارسلنا الیہا روحنا (مریم) اور بلحاظ حدیث شفاعت ولكن علیکم بعیسیٰ فانہ روح اللہ تعالیٰ (الشفاء ص ۲۶ جلد ۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ ہونے میں خصوصیت ہے اور اسی وجہ سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت عیسیٰ ابن مریم سے روح کے ساتھ تعبیر فرمائی ہے اور اضافت روح کی طرف حضرت عیسیٰ ابن مریم کے اضافت بیان یہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ عرج فیہا بالروح الذی ہو عیسیٰ ابن مریم الخ۔ اور یہی وجہ ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے فقرہ ولقد قبض استعمال فرمایا ہے اور حضرت عیسیٰ ابن مریم کے لیے لفظ عرج فیہا بولا ہے۔ اور اسی کتاب طبقات ابن سعد کی یہ عبارت اس مضمون کی تائید کرتی ہے عن ابن عباس و ان اللہ رفعہ بجسده و انہ حی الآن و سیرجع الی الدنیا فیکون فیہا ملکاً ثم یموت کما یموت الناس (طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۲۶) یعنی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بجسہ العصری اٹھالیا ہے۔ اور وہ اس وقت زندہ ہے اور عنقریب دنیا میں دوبارہ آئے گا پھر اس میں بادشاہ ہوگا پھر وہ فوت ہوگا جیسا اور لوگ فوت ہوتے ہو۔ ۱۲ مرتب

طالب قام الحسن بن علی فصعد المنبر وقال ايها الناس قد قبض
 الليلة رجل لم يسبقه الاولون ولقد قبض في الليلة التي عرج فيها
 بروح عيسى ابن مريم ليلة سبع و عشرين من رمضان بهيره ابن مريم
 نے کہا کہ جب علی ابن ابی طالب فوت ہوئے تو حسن بن علی علیہما السلام کھڑے
 ہوئے اور ممبر پر چڑھ کر آپ نے فرمایا کہ اے لوگو آج رات وہ شخص فوت ہوا ہے
 جس سے نہ تو پہلے بڑھے اور نہ پیچھے آنے والے لوگ ان کو پہنچیں گے۔ آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم ان کو جنگ پر روانہ فرماتے تھے تو حضرت جبریل ان کی دہنی
 طرف اور حضرت میکائیل ان کی بائیں طرف سے اسے گھیر لیتے تھے۔ تو آپ نہیں
 واپس ہوتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فتح دیتا تھا۔ اور واللہ یقیناً وہ اس معرف
 و مشہور رات میں فوت ہوا ہے جس کو تم جانتے ہو کہ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام
 کی روح اوپر چڑھائی گئی تھی اور رمضان کی ستائیسویں رات ہے پس اس حدیث
 میں صاف طور پر مسیح کے رفع روح کی خبر دی گئی ہے۔ پھر اس کی خاص تاریخ اور
 خاص وقت بھی بتلایا گیا ہے اور وہ بھی ایسے الفاظ کے ساتھ جن کے کوئی اور معنی
 نہیں ہو سکتے۔ پھر ایسی طرز سے کہ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ سب مخاطبین
 صحابہ اور تابعین اس وقت اور اس تاریخ کو اس وصف کے ساتھ پہلے سے جانتے
 تھے کہ حضرت مسیح کی روح اس میں اٹھائی گئی۔ پھر مجمع بھی کوئی تھوڑا نہیں بلکہ
 حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات کا موقعہ ہے اور اس اجتماع کے موقعہ پر امام حسن
 رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح اٹھائی گئی نہ کہ جسم اور وہ
 ستائیسویں رمضان کی ہے۔ اور اس وقت کوئی صحابیہ کوئی تابعی کوئی عالم بھی یہ نہیں

کہتا کہ حضور آپ کیا فرما رہے ہیں وہ بحسدہ العصری آسمان پر اٹھائے گئے تھے۔ اور اب تک آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ اور پھر اس پر طرفہ یہ کہ ہم کو بھی ساتھ شریک کرتے ہیں کہ یہ بھی اس کو جانتے اور مانتے ہیں کہ وہ فلاں رات میں فوت ہوئے ہیں۔ لیکن کوئی نہیں بولتا اور سب سکوت اختیار کر کے ان کی بات کی تصدیق کرتے ہیں۔ دیکھ لو دنیا کی اصلاح کے لیے دو قدرتیں مبعوث ہوا کرتی ہیں۔ قدرت اولیٰ۔ وہ نبی کا وجود ہوتا ہے اور قدرت ثانیہ اس کے جانشین ہوتے ہیں۔ قدرت اولیٰ کی وفات ہوتی ہے۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تو اس وقت قدرت ثانیہ کا پہلا فرد اٹھتا ہے اور آیت ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل اور انک میت و انہم میتون اور آیت ما جعلنا لبشر من قبلك الخلد افان مت فہم الخالدون۔ وغیرہ آیات پڑھ کر مسیح کی وفات

ایک فقرہ سے جس میں عیسیٰ علیہ السلام کا شخصی طور پر ذکر نہیں۔ اجماع صحابہ نکالنا ایک خیالی امر ہے بلکہ اجماع صحابہ درحقیقت وہ ہے جس کو اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ نے حدیث والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم الخ ذکر کر کے فرمایا فقرہ او ان شتم و امن اهل الكتاب الا لیومن بہ قبل موتہ اور اس تصریح نزول ابن مریم کے موقع پر کوئی صحابی نہ تو نفس مضمون یعنی نزول ابن مریم سے انکار کرتا ہے اور نہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ضمیر قبل موتہ کا مرجع ابن مریم کو قرار دینے کو غلط کہتا ہے اور نہ ہی آپ کے استدلال کو ضعیف قرار دیتا ہے اور قدرت ثانیہ کے چوتھے فرد کے فوت ہونے پر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے کہا ولقد قبض فی اللیلۃ الی عرج فیہا بروح عیسیٰ ابن مریم الخ اور اس عبارت کا صحیح مطلب وہی ہے جو گزر چکا ہے تو اس لحاظ سے اس موقع پر بھی حضرت عیسیٰ ابن مریم کے زندہ بحسدہ العصری مرفوع ہونے پر اجماع صحابہ ثابت ہوا نہ کہ جیسا قادیانی مناظر نے زعم کیا ہے۔ ۱۲ مرتب

ثابت کرتا ہے اور سب لوگ اپنی خاموشی سے اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ پھر خلفاء اربعہ میں سے یعنی قدرت ثانیہ کا چوتھا فرد جب فوت ہوتا ہے تو موجودہ خلافت راشدہ کا آخری فرد بھی اٹھ کر حضرت مسیح کی وفات کو ثابت کرتا ہے اور اس کا اعلان کرتا ہے کہ حضرت مسیح ناصری بحکمہ العصری آسمان پر نہیں اٹھائے گئے بلکہ ان کی روح کا رفع ہوا ہے اور وہ وفات پا گئے ہیں۔

پندرہویں دلیل :- امام بخاری اپنی صحیح میں کتاب بدء الخلق کے باب واذ کرفی الکتاب مریم میں چند احادیث لائے ہیں جن پر غور کرنے سے ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ مسیح ابن مریم فوت ہو گئے ہیں اور آنے والا ابن مریم اور ہے جو امت محمدیہ سے ہی ہوگا۔ چنانچہ پہلے وہ دو حدیثیں لائے ہیں (۱)

المفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں اس طرح جواب دیا ہے کہ لفظ مسیح کے دو مصداق قرار دینا مرزا صاحب کی ساخت و پرداخت ہے۔ کسی اسلامی کتاب میں۔ کسی امام۔ صحابی اہل مذہب کا کوئی قول موید نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ مرزا صاحب کو علم حدیث اور اصول حدیث کی واقفیت نہ تھی ورنہ خود محدثین نے حضرت مسیح علیہ السلام کے مختلف حلیوں کی تطبیق دی ہوئی ہے، وہ یہ کہ گندم گون رنگت کو جب صاف کیا جائے تو سرخ معلوم ہونے لگتی ہے اور سیدھے بال قدرے جودت کے منافی نہیں ہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حلیہ آپ کی تروتازگی کی حالت کا بیان فرمایا چنانچہ فرماتے ہیں کہ کانہ خرج من دیماس گویا آپ حمام سے ابھی غسل کر کے نکل رہے ہیں۔ ہم حیران ہیں کہ حدیث حلیہ میں تو اختلاف الفاظ سے دو مسیح آپ نے سمجھ لیے اور کہہ دیا کہ ایک میں دو حلیے جمع نہیں ہو سکتے ہیں مگر بحکم۔ ”منم مسیح زمان ومنم کلیم خدا، منم محمد و احمد کو مجتبیٰ باشد“ حضرت موسیٰ و حضرت محمد علیہما الصلوٰۃ والسلام کے دو مختلف حلیوں کا ایک شخص میں جمع ہونا کیسا تسلیم کیا گیا ہے۔ اور نیز صحیح بخاری جلد ۱ ص ۳۸۹ میں ہے۔

عن ابن عمر قال قال النبی ﷺ رایت عیسیٰ و موسیٰ و ابراهیم فاما عیسیٰ فاحمر یجد عریض الصدر (بخاری جلد ۲ ص ۱۵۵ مطبوعہ مصر) ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے معراج کی رات موسیٰ و عیسیٰ و ابراهیم علیہم الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا حضرت عیسیٰ کا حلیہ یہ تھا کہ وہ سرخ رنگ کے ہیں اور بال گھنگریالے اور سینہ چوڑا ہے۔ (۲) عن نافع قال عبد اللہ ذکر النبی ﷺ و ارانی اللیلۃ عند الکعبۃ فی المنام فاذا رجل آدم کا حسن مایری من ادم الرجال تضرب لمتہ بین منکیہ و فی الحدیث الثانی فاذا رجل آدم سبط الشعر رجل الشعر یقطر رأسہ ما و اصنعا یدہ علی منکبہ رجلین یطوف بالبت قلت من هذا فقالوا المسیح ابن مریم الحدیث۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے کعبہ کے پاس خواب میں دکھایا گیا کہ ایک آدمی جو گندم گوں ہے اور بہت عمدہ رنگ ہے اس کے بال شانوں کے درمیان تک ہیں۔ گنگنی کئے ہوئے بالوں والا ہے۔ دوسری روایت میں جو اس کے ساتھ متصل آئی ہے یہ ہے کہ وہ گندم گوں ہے اور اس کے سر کے بال سیدھے ہیں اس کے سر سے پانی کے قطرے ٹپکتے ہیں۔ وہ دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے بیت اللہ کا طواف کر رہا ہے۔ میں نے کہا یہ کون ہے تو انھوں نے کہا کہ یہ مسیح ابن مریم ہے۔ پھر آپ نے دیکھا کہ مسیح سے آگے دجال طواف کر رہا ہے۔ ان دونوں حدیثوں کو لا کر امام بخاری نے یہ سمجھایا ہے کہ ابن مریم دو ہیں اور ان دونوں

(بقیہ) حدثنا احمد قال سمعت ابراہیم عن ابيه قال لا والله ما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعیسیٰ احمر الخ۔ اس سے بھی صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ احمر اور آدم سے مراد ایک شخص ہے۔ کیونکہ اگر احمر و آدم دو شخص ہوتے تو ایک شخص کا سرخ رنگ اور دوسرے کا گندم گوں ہونا ناممکن اور غیر واقعی نہیں مانا جا سکتا تو پھر حلیہ نفی کا کیا معنی۔ ۱۲ مرتب

حدیثوں میں اس پر دو دلیلیں دی ہیں۔ پہلی دلیل تو امام بخاری نے حلیتین سے دی ہے کہ ابن مریم کے دو حلیے بتائے گئے ہیں۔ ایک میں سرخ رنگ دوسرے میں گندمی۔ ایک میں سیدھے بال دوسرے میں گھنگریالے بال۔ پس اختلاف حلیتین اس بات پر دال ہے کہ ابن مریم دو ہیں ایک نہیں۔ کیونکہ ایک شخص کے دو حلیے نہیں ہو سکتے۔ ہاں ایک نام دو شخصوں کا ہو سکتا ہے۔ دوسری دلیل یہ دی ہے کہ پہلے ابن مریم یعنی مسیح ناصری کو تو معراج کی رات مردوں کے ساتھ دیکھا ہے۔ اور دوسری حدیث میں جس میں ابن مریم کا ذکر ہے اس کو آئندہ آنے والے دجال کے پیچھے۔ پس زندہ مردوں میں نہیں جاسکتا اور مردہ زندوں میں نہیں آسکتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ابن مریم دو ہیں۔ معراج کی رات جسے دیکھا وہ اور ہے اور جس کو دجال کے پیچھے دیکھا وہ اور ہے۔ اس کے بعد اس ترتیب سے وہ دو حدیثیں لاتے ہیں۔

ایک تو وہ حدیث جس میں فاقول کما قال عبد الصالح و کنت علیہم شہیداً ما دمت فیہم فلما توفیتی کنت انت الرقیب علیہم اور دوسری حدیث کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و اما مکم منکم۔ پہلی حدیث میں تو پہلے ابن مریم کی جسے معراج کی رات میں دیکھا وفات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور آیت کی بجائے حدیث پیش لائے ہیں۔ اس لیے کہ حدیث بیان کرنے میں ایک مزید فائدہ تھا وہ یہ کہ علماء جو توفیتی کے معنی رفعتی کے کرتے ہیں غلط ہیں۔ پس حدیث پیش کر کے بتا دیا کہ توفیتی کے معنی اتنی کے ہیں اور انہی معنوں میں مسیح نے استعمال کیا ہے جن معنوں میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور دوسری حدیث میں امام بخاری نے بتایا ہے کہ وہ ابن مریم جس کو آپ نے دجال کے پیچھے طواف کرتے دیکھا ہے اور جس کا کام اس حدیث سے پہلی حدیث میں کسر صلیب اور قتل خنزیر بتایا گیا ہے وہ تم میں سے پیدا ہوگا کہیں باہر سے نہیں

آئے گا بلکہ وہ امت محمدیہ سے ہی ہوگا۔

پس! امامکم منکم ہی بتایا کہ وہ مسیح اسرائیلی جس کی وفات کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے وہ نہیں آئے گا بلکہ آنے والا مسیح اس امت محمدیہ سے ہی ہوگا چنانچہ وہ مسیح آگیا اور وہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی ہیں اور آپ نے باوازا بلند پکار کر کہا۔

۱۔ چوں مرا نورے پے قوم مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند
سوئے من اے بدگماں از بدگماںہا میں
فتنہ بانگرچہ قدر اندر ممالک زادہ اند
میدر خشم چوں قمر تا بم چو قرص آفتاب
کور چشم آنا تکہ در انکار مم افتادہ اند

۱۔ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں اس حدیث یعنی کیف انتہم اذنزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم کا یہ جواب دیا ہے کہ و امامکم منکم حال ہے جس کی تائید یہ حدیث کرتی ہے۔ کیف تھلک امتہ انسا اولہا والمہدی وسطہا والمسیح اخرہا (مشکوٰۃ ص ۵۷۵) ۲ مرتب

۲۔ قادیانی مناظر عجیب لیاقت کا آدمی ہے کہ جابجا مرزا صاحب کے اشعار پیش کرتا ہے حالانکہ اسلامی مناظر جس کے مقابلہ پر یہ اشعار پیش کئے جاتے ہیں وہ مرزا صاحب کو مفتری اور متنبی سمجھتے ہیں اور مرزا صاحب کو یہ نور بھی نرالا دیا گیا کیونکہ مرزا صاحب کے انوار کے چکار ہر طرف سے ایسے نمودار ہو رہے ہیں۔ جیسا کہ مثلاً صائب کہتا ہے۔

بشنوید اے طالبان کز غیب بکندایں ندا
مصلحے باید کہ درہر جا مفسد زادہ اند
صاد قم وارظرف مولیٰ بانثانہا آدم
صدور علم و ہدیٰ بروئے من بکشادہ اند

پیارو! غور کرو فکر کرو۔ دیکھو یہود نے مسیح ناصری کے وقت کہا کہ جب تک
ایلیا آسمان سے نہ آئے تب تک ہم تجھے نہیں مانیں گے۔ کیا کوئی ایلیا آسمان سے
اتر آیا نہ مطابق حدیث السعید من وعظ بغیرہ نصیحت پکڑو اور ڈر جاؤ۔ اور اس
بات پر مت زور دو کہ جس کی خرابی تم پر عیاں ہو چکی ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہوا ہے کہ میری امت بھی یہود کا طریق اختیار کرے گی۔

WWW.NAFSEISLAM.COM
"THE NATURAL PHILOSOPHY
OF AHLESUNNAT WAL JAMAAT
WWW.NAFSEISLAM.COM

(بقیہ)

ارے خود غرض و خود کام مرزا	ارے منحوس نافر جام مرزا
غلای چھوڑ کر احمد بنا تو	رسول حق باستحکام مرزا
مسیح و مہدی موعود بن کر	بچائے تو نے کیا کیا دام مرزا
ہوا بحث نصارے میں باآخر	سیحائی کا یہ انجام مرزا
مینے پندرہ بڑھ چڑھ کے گزبے	ہے آہتم زندہ اے ظلام مرزا
تری تکذیب کی شمس و قمر نے	ہوا حجت کا خوب اتمام مرزا
ڈبویا قادیاں کا نام تو نے	کہیں کیا اے بد و بدنام مرزا
کہاں ہے اب وہ تیری پیشینگوئی	جو تھا شیطان کا الہام مرزا
اگر ہے کچھ بھی غیرت ڈوب مر تو	بظاہر اس میں ہے آرام مرزا

مطابق شرط نمبر ۲ ہم نے مذکورہ بالا پندرہ دلائل وفات مسیح پر قرآن مجید و حدیث ۲ صحیح سے لکھے ہیں۔ جن پر غور کرنے سے ہر ایک عقلمند انسان صحیح نتیجہ تک پہنچ سکتا ہے اور معلوم کر سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ وفات پا گئے ہیں۔

دستخط پریزیڈنٹ جماعت احمدیہ

کرم داد۔ از دولیال

دستخط جلال الدین شمس مولوی فاضل۔ مناظر منجانب جماعت احمدیہ از

قادیان

۱۱۸ اکتوبر ۱۹۲۳ء

پندرہ دلائل کو غور سے پڑھا اور مفتی صاحب اسلامی مناظر نے جو ان کی تردید کی ہے وہ بھی نہایت تدبیر سے ذہن نشین کی۔ جس سے یہ ظاہر ہوا کہ اسلامی مناظر نے ہر ایک دلیل کے طرز استدلال کو شرط نمبر ۱ اور شرط نمبر ۲ کے تحت میں رہ کر ایسا توڑا اور بے اصل ثابت کیا کہ قادیانی مناظر کی کسی دلیل کا طرز استدلال وفات مسیح ابن مریم کو ثابت نہ کر سکا۔ بلکہ قادیانی مناظر نے جو قرآنی دس دلیلیں ذکر کی ہیں ان میں سے سوائے پہلی دلیل کے کسی دلیل میں حضرت عیسیٰ ابن مریم کی وفات کا ذکر ہی نہیں۔ اور پہلی دلیل کے متعلق خود قادیانی مناظر نے تسلیم کیا ہے کہ یہ واقعہ قیامت کو ہوگا۔ اور قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں۔ آج وفات کا ثبوت نہیں۔ ۱۲ مرتب

۲ قادیانی جماعت بڑے فخر سے یہ کہتی تھی کہ ہم وفات مسیح ابن مریم قرآن سے ثابت کر سکتے ہیں اور حیات مسیح ابن مریم پر ہمارے مخالف فریق کے پاس کوئی قرآنی دلیل نہیں بلکہ اگر پیش کرتے ہیں تو حدیث۔ اس مناظرہ میں ان کا یہ مصنوعی فخر بخوبی ٹوٹ گیا ہے اور قادیانی مناظر کو اپنے دلائل پر ایسی بے اعتباری اور بے اطمینانی تھی کہ اس نے زرہ دلائل میں چند ایسی احادیث بیان کر دیں جن کا حال گزر چکا ہے اور مفتی صاحب اسلامی مناظر نے شرط نمبر ۱ اور شرط نمبر ۲ کے تحت میں رہ کر حیات مسیح ابن مریم کو قرآن کریم سے ثابت کیا جس کا قادیانی مناظر کوئی جواب نہ دے سکا۔ اگر حیات مسیح ابن مریم کو حدیثوں سے تلاش کیا جائے تو فن حدیث اس مضمون سے لبریز ہے۔ ۱۲ مرتب

تردید دلائل وفات مسیح از مفتی غلام مرتضیٰ صاحب اسلامی مناظر

سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم۔ فان

تنازعتم فی شئی فردوه الی اللہ و الی الرسول۔

ابن مریم زندہ ہے حق کی قسم آسمان ثانی پہ ہے وہ محترم

وہ ابھی داخل نہیں اموات میں ہے یہی مضمون بیس آیات میں

میں انہایت افسوس کرتا ہوں کہ میرے مناظر صاحب نے کوئی دلیل قرآنی

یا حدیثی پیش نہیں کی جس سے وفات ابن مریم ثابت ہو۔ اپے قرآن کریم کے

الفاظ میں غور کریں۔ آپ نے کوئی فقرہ ایسا پیش نہیں کیا جس سے بلحاظ الفاظ و

قواعد عربیت وفات ابن مریم ثابت ہو۔ مثلاً آیت واذ قال اللہ یعیسیٰ ابن

مریم انت قلت للناس اتخذونی ارحم کیونکہ اس کے لفظوں پر غور کرنے سے

اتنا ہی ثابت ہوا کہ لما توفیتی وعدہ انی متوفیک ورافعک الی کے

وقوع کا بیان ہے۔ اب اگر بلحاظ آیت اللہ یتوفی الانفس حین موتھا و التی

لم تمت فی منامھا۔ توفیتی سے ائمہی مراد لی جائے تو اس سوال و جواب میں

زمانہ رقابت زیر تنقیح ہے۔ علم تثلیث زیر بحث نہیں اس لیے علم ہونا یا نہ ہونا دونوں

برابر ہیں۔ سوال یوں ہوگا کہ کیا آپ اے حضرت عیسیٰ دنیا میں اپنی زیر نگرانی کہہ

کر تثلیث پھیلاتے تھے تو آپ جواب دیں گے کہ جب سوتے ہوئے میرا رفع

اس کا مطلب یہ ہے کہ قادیانی مناظر نے دلائل وفات مسیح ابن مریم اپنے زعم کے مطابق پیش کئے

ہیں لیکن قرآن کریم یا حدیث میں سے کوئی ایسی دلیل نہیں بیان کی جو بلحاظ الفاظ و قواعد عربیت وفات

ابن مریم کو ثابت کرے۔ ۱۲ مرتب

جسمانی ہوا تو میری ذمہ داری اور رقابت ختم ہو چکی اور اپنی ڈیوٹی پوری کر چکا۔ اور اگر توفیقی سے اتنی مراد لی جائے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ واقعہ قیامت کو ہوگا اور اذ استقبال کے لیے بھی آتا ہے۔ فسوف يعلمون اذا الاغلال فی اعناقہم۔ اور مولوی نور الدین صاحب اس کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں ”اور جب کہے گا اللہ۔“ (فصل الخطاب ص ۱۷۸) پس اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ ابن مریم قیامت سے پہلے وفات پا چکے ہوں گے۔ آج وفات کا ثبوت نہیں۔ اور ابن مریم کی غلط گوئی کا الزام قرآن کریم کے الفاظ پر تدبر نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ کیونکہ سوال علم سے نہیں ہوگا۔ بلکہ سوال صرف یہ ہوگا کہ اے عیسیٰ تو نے لوگوں کو کہا کہ تثلیث پھیلائی تھی۔ چنانچہ وہ اسی سوال کا جواب دیں گے کہ میں نے نہیں کہا۔ رہی زائد بات۔ اس کا بتلانا نہ ان پر واجب نہ مفید اس لیے خاموشی اختیار کر کے استظہار بالرحمتہ کریں گے اور کہیں گے ان تعذبہم فانہم عبادک و ان تغفرلہم فانک انت العزیز الحکیم اور فاقول کما قال العبد الصالح میں یہ ضروری نہیں کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں ہر حیثیت میں اشتراک ہو۔ اور قال کا ماضی ہونا۔ اس کے متعلق اتنا کہنا کافی ہے کہ ماضی بمعنی مضارع بکثرت قرآن کریم میں وارد ہے ونفخ فی الصور۔ و اشرق الارض و وضع الکتاب۔ جیسی بالنیین۔ قضی بینہم میں قال بمعنی القول ہو سکتا ہے اور ایسا ہی آیت

ارہایہ امر کہ ماضی سے کیوں تعبیر فرمایا۔ سو گویا نکتہ کو اصل مقصود میں کوئی دخل نہیں مگر تبرعاً بیان کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنی حکایات بیان فرمائیں کہ میں قیامت میں اس طرح کہوں گا۔ اس بیان سے پہلے صحابہ یہ آیت سن چکے تھے و اذ قال اللہ یا عیسیٰ انت قلت للناس الی ان تعذبہم فانہم عبادک الآیہ پس مقتضایا لغت کا ہوا کہ حکایت کے ماضی ہونے کو بمنزلہ محکی عنہ کے ماضی ہونے کے ٹھہرا کر صیغہ ماضی استعمال فرمایا۔ یا یوں کہا جائے کہ قیامت کے

قد خلت من قبله الرسل الخ کیونکہ خلت کا معنی مات نہیں۔ دیکھو سنۃ اللہ
 التي قد خلت اور دیکھو ولن تجد لسنة الله تبديلاً۔ بلکہ خلو کے معنی نقل مکانی
 ہے و اذا خلوا الى شياطينهم یا زمانے کا گزرنا بسما اسلفتم فی الايام
 الخالية اور ذی مکان اور ذی زمان کی صفت بالعرض ہوا کرتا ہے۔ اور جنگ احد
 کے واقعہ میں سالہ کلیہ کی تردید ہے جو مہملہ سے ہو سکتی ہے جو قوت موجبہ جزئیہ میں
 ہے اور حضرت ابو بکر کی نظر افان مات الخ پر ہے۔ اسی لیے انھوں نے اس موقع پر
 یہ آیت بھی پڑھی انک میت و انھم میتون اور ویسا ہی آیت والذین يدعون
 من دون الله لا يخلقون شيئاً و هم یخلقون اموات غیر احياء قضیہ مطلقہ
 عامہ ہے ورنہ لازم آئے گا کہ روح القدس فوت ہو چکے ہوں۔ اور نیز آیت انک
 میت و انھم میتون سے بھی اس کا قضیہ مطلقہ عامہ ہونا ثابت ہوتا ہے اور ایسا ہی
 آیت کانا یا کلان الطعام میں صیغہ ماضی ان کی ماں کی وجہ سے تغلیب ہے جیسے
 کانت من القانتین میں۔ اگر سوال ہو کہ ابن مریم کیا کھاتے ہیں تو ہم یہ حدیث

(بقیہ) روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول پہلے ہو چکے گا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول صادر
 ہوگا تو حضور کے قول کے وقت چونکہ وہ قول ماضی ہو چکا ہے۔ اس لیے صیغہ ماضی سے تعبیر فرمایا۔
 قرآن کریم میں بھی اس کی نظیر ہے۔ قال تعالیٰ یوم یاتی بعض ایات ربک لا ینفع نفساً
 ایما نہا لم تکن امنت من قبل (الانعام) یہ یقینی بات ہے کہ تکلم کے وقت کے اعتبار سے لم تکن
 امنت مستقبل ہے مگر باعتبار وقت لا ینفع کے ماضی تھا اس لیے ماضی لائے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر بعض
 جگہ تو مستقبل سے مستقبل کو بھی ماضی سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ قال تعالیٰ و علی الاعراف رجال
 یعرفون کلاً بسیمائهم ونا دوا اصحاب الجنة (الاعراف) اس میں یقیناً بعد معرفت کے
 ہے پھر یعرفون کو مستقبل لائے اور ندا جو اس مستقبل سے بھی مستقبل ہے اس کو ماضی سے تعبیر فرمایا۔ ۱۲

سائیں گے لست کا حد کم اور لست کھیتکم انی بطعمنی ربی و
 یسقینی اور ایسا ہی آیت و اوصانی بالصلوة الخ کیونکہ نماز کے آسمان پر ادا
 ہونے میں کوئی اشکال نہیں۔ اور زکوٰۃ کے متعلق یہ جواب ہے کہ زکوٰۃ سے مراد
 پاکیزگی ہے جیسا وحناناً من لدنا و زکوٰۃ اور نیز لاهب لک غلاماً زکیا
 قابل غور ہے۔ اور اگر زکوٰۃ سے صدقہ مفروضہ مراد لیا جائے تو پہلے میرے
 مناظر صاحب ابن مریم کا صاحب نصاب ہونا قرآن یا حدیث سے ثابت کریں
 پھر ہم مصرف بتا دیں گے۔ اور ایسا ہی آیت والسلام علی یوم ولدت و یوم
 اموت الخ کیونکہ عدم ذکر شے سے اس شے کی نفی لازم نہیں آتی۔ جیسا مرزا
 صاحب کہتے ہیں کہ عدم علم سے عدم شے لازم نہیں آتا (براہین احمدیہ ص ۵۳۵)
 اور نیز لفظ وسیع اس سے پیشتر مذکور ہے۔ وجعلنی مبارکاً اینما کنت اور ایسا
 ہی آیت ولکم فی الارض مستقر و متاع الی حین اور آیت فیہا تحیون
 و فیہا تموتون۔ کیونکہ یہ حصر بلحاظ مقرر طبعی کے ہے مانند ملائکہ کی۔ اور نیز جعل
 تکوینی میں یہ لازم نہیں کہ مجہول الیہ لازم ہو۔ وجعلنا اللیل لباساً وجعلنا
 النهار معاشاً اور ایسا ہی مبشراً برسول الخ کیونکہ بعدی ہر دو صورتوں یعنی
 بعد الموت اور بعد الغیوبت کو شامل ہے۔ دیکھو حدیث انت منی بمنزلة
 ہارون من موسیٰ الا انه لانی بعدی بوقت غیوبت فرمائی گئی۔ اور ویسا ہی
 آیت و من نعمہ ننکسہ اور آیت و منکم من یتوفی و من مریرد الی
 اذل العمر کیونکہ ہم ابن مریم کو ہمیشہ کے لیے موت سے بچنے والا نہیں اعتقاد
 کرتے اور ویسا ہی حال احادیث کا ہے۔ مثلاً لو کان موسیٰ و عیسیٰ حیین
 الخ کیونکہ یہ حدیث صحاح ستہ میں نہیں بلکہ مشکوٰۃ میں بروایت جابر رضی اللہ عنہ یہ
 حدیث اس طرح پر ہے لو کان موسیٰ حیاً ما وسعہ الاتباعی الخ (رواہ احمد)

اور نیز بلحاظ شرط نمبر ۲ بوجہ خلاف قرآن ہونے کے غیر صحیح ہی اگر مانی جائے تو اس کا معنی بقرینہ تطبیق بین الاحادیث حمین علی الارض ہو گا۔ اور ایسا ہی حدیث ان عیسیٰ ابن مریم عباس مائتہ و عشرين سنة کیونکہ بصورت صحت اس کا مطلب یہ ہے کہ ابن مریم نے زمین پر یہ عرصہ گزارا کیا ہے۔ عیش خوردنی و آنچه بداں زیست نماید (منتہی الارب جلد ۳ ص ۲۷۸)۔ اور حدیث معراج کے متعلق یہ گزارش ہے کہ میرے مناظر صاحب نے معراج کی تمام حدیثوں پر نظر نہیں کی۔ چنانچہ سنن ابن ماجہ میں ہے عن عبد اللہ ابن مسعود قال لما کان لیلة اسری برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقی ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ فتذاکروا الساعة فبدأ و بابرہیم فسألوا عنها فلم یکن عنده منها علم ثم سألوا موسیٰ فلم یکن عنده منها علم فرد الحدیث الی عیسیٰ ابن مریم فقال قد عهد الی فیما دون و جبتها فاما و جبتها فلا یعلمها الا اللہ فذكر خروج الدجال قال فانزل فاقتله الحدیث۔ اور روایت طبقات ابن سعد کے متعلق اتنا کہنا کافی ہے کہ بوجہ خصوصیت روح اللہ ہونے کے ابن مریم سے بالروح تعبیر کی گئی ہے اس کی تائید اسی طبقات ابن سعد میں ہے بحی عن ابن عباس و ان اللہ رفعہ بجسده و انه حی الآن و سیر جمع الی الدنیا فیکون فیہا ملکائهم یموت کما یموت الناس۔ ایسا ہی احادیث حلیہ۔ کیونکہ گندم گوں رنگت کو جب صاف کیا جائے تو سرخ معلوم ہونے لگتا ہے۔ اور سیدھے بال قدرے جعودت کے منافی نہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابن مریم کا حلیہ تروتازگی کی حالت کا بیان فرمایا۔ چنانچہ بیان فرماتے ہیں کانہ خرج من دیماس گویا آپ حمام سے ابھی غسل کر کے نکل رہے ہیں۔ ہم حیران ہیں کہ حدیث حلیہ میں تو اختلاف الفاظ سے دوح آپ نے

سمجھ لیے۔ مگر بحکم۔

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد
حضرت موسیٰ و حضرت محمد علیہما الصلوٰۃ والسلام کے دو مختلف حلیوں کا ایک شخص
میں جمع ہونا کیسا تسلیم کیا گیا ہے۔ اور حدیث کیف انتم اذا نزل ابن مریم
فیکم و امامکم منکم میں امامکم منکم حال ہے جس کی تائید یہ حدیث
کرتی ہے کیف تہلک امتہ انا اولہا و المہدی و سطہا و المسیح
آخرہا (مشکوٰۃ)

دستخط: مفتی غلام مرتضیٰ۔ اسلامی مناظر
دستخط: مولوی غلام محمد پریزیدنٹ اسلامی جماعت
از گھوٹہ ضلع پلٹان

۱۱۸ اکتوبر ۱۹۲۳ء
تردید دلائل حیات مسیح۔ از جلال الدین صاحب قادیانی مناظر
پرچہ نمبر ۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پہلی دلیل حیات مسیح پر جو مفتی صاحب نے پیش کی ہے وہ آیت بل رفعہ
اللہ الیہ ہے۔ اس آیت کے فقرہ بل رفعہ اللہ سے مفتی صاحب استدلال کرتے
ہیں کہ وہ آسمان پر بجسمہ العصری زندہ اٹھائے گئے۔ اور اس بات کے ثبوت میں
لفظ رفع کی لغوی تحقیق پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لغت عرب میں رفع کے حقیقی
معنی ”اوپر کی طرف اٹھانا“ ہے۔ آگے آپ نے مثالیں دی ہیں۔ مگر میں مفتی
صاحب کو بتانا چاہتا ہوں کہ لغت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ خدا تعالیٰ کا نام رفع ان
معنوں میں استعمال نہیں ہوتا جیسا کہ لسان العرب میں لکھا ہے۔ و فی اسماء اللہ

الرافع ا۔ الذی یرفع المؤمنین بالاسعاد و اولیاء بالتقرب اس کے سوا اور کوئی معنی خدا تعالیٰ کے نام رافع کے نہیں جبکہ مفعول ذی روح انسان ہو اور رافع کا فاعل خدا تعالیٰ ہو تو اس کے معنی سوائے تقرب اور اسعاد کے نہیں ہوتے۔ اور اگر ہوتے ہوں تو مفتی صاحب کوئی ایک مثال پیش کریں۔ پس مسیح کے لیے جو لفظ رافع کا استعمال ہوا ہے وہ اسی طریق پر ہوا ہے کہ اس کا فاعل خدا تعالیٰ ہے

اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کی اس طرح تردید کی ہے کہ بل رفعہ اللہ الیہ میں بلحاظ سیاق و سباق و بروئے قواعد عربیت ایسی رفع جسمانی مراد ہے جس کو اعزاز لازم ہے اور اعزاز بوجہ لازم ہونے کے معنی کنائی ہوں گے اور فن بیان کا قانون ہے کہ معنی حقیقی اور معنی کنائی دونوں معا مراد لیے جاسکتے ہیں۔ لان الکناية مستعملة فی غیر ما وضعت له مع جواز اذاتہ (مطول بحث حقیقت و مجاز ص ۳۲۸) ۱۲ مرتب

ان قادیانی مناظر نے اس بات پر بڑا زور دیا ہے کہ رافع کا فاعل خدا تعالیٰ ہو اور مفعول ذی روح انسان ہو تو اس کے معنی سوائے تقرب اور اسعاد کے نہیں ہوتے بلکہ قادیانی مناظر نے ایک پرچہ کی تقریر میں یہ ظاہر کیا کہ اگر مفتی صاحب ایسی مثال پیش کریں کہ رافع کا فاعل خدا تعالیٰ ہو اور مفعول ذی روح انسان ہو اور معنی مراد سوائے تقرب اور اسعاد کے ہوں تو میں مفتی صاحب کو پچاس روپیہ انعام دوں گا۔ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۵ میں بعد ختم ہونے زور و جوش قادیانی مناظر کے اس کی تردید یوں کی کہ حدیث میں ہے ثم رفعت الی سدرۃ المنتہی (صحیح بخاری جلد ۱ ص ۵۴۹)۔ دیکھو اس فقرہ میں رفعت کو ماضی مجہول الفاعل ہے لیکن جیسا کہ خلقت میں خلق ایسا فعل ہے جس کا فاعل درحقیقت خدا تعالیٰ ہے پس اس فقرہ میں رافع کا فاعل خدا تعالیٰ ہے اور مفعول ذی روح انسان ہے اور معنی مراد سدرۃ المنتہی پر اٹھائے جاتا ہے۔ اگرچہ بطور کنایت اس رافع کو تقرب لازم ہے۔ اس موقع پر بعض فضلاء نے کہا کہ اب قادیانی مناظر سے پچاس ص ۵۰ روپیہ وصول کرو۔ لیکن مفتی صاحب اسلامی مناظر نے کہا کہ میں قادیانی کا روپیہ لینا پسند نہیں کرتا۔ ۱۲ مرتب

اور مفعول ذی روح انسان ہے۔ اور اس طریق پر ایسی مثالیں بھی موجود ہیں کہ ان میں باوجود سماء کا لفظ ہونے کے بھی آسمان پر لے جانے کے معنی نہیں چنانچہ حدیث میں آتا ہے اذا تواضع العبد رفعه الله الى السماء السابعة (کنز العمال) کہ جب کوئی بندہ خاکساری کرتا ہے تو خدا تعالیٰ ساتویں آسمان تک اس کا رفع کرتا ہے اور اسی طرح حدیث میں آیا ہے ماتواضع احد الا رفعه الله اسی طرح قرآن مجید سے مثالیں ملاحظہ ہوں

ولو شئنا لرفعناه بها ولكن اخلد الى الارض (۲) فی بیوت اذن الله ان ترفع اور حدیث میں ان الله يرفع بهذا الكتاب اقواماً ويضع به اخرين (ابن ماجہ) ان مثالوں سے واضح ہے کہ جب خدا تعالیٰ رفع کا فاعل ہو اور مفعول کوئی انسان ہو جیسا کہ مسیح کے لیے وارد ہوا ہے تو اس کے معنی مع الجسم اٹھانا نہیں ہوتے۔

۲ دوسری بات جو آپ فرماتے ہیں وہ یہ ہے کہ الیہ سے مراد آسمان کی طرف اٹھانا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ ہر ایک جگہ ہے تو اس کی تعیین آپ کس

۱ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں یہ لکھا ہے کہ بلحاظ سیاق و سباق و بروئے قواعد عربیت مجوزہ فریقین اس آیت میں فقرہ بل رفعه الله الیہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ بحسدہ العصری آسمان پر اٹھائے جانے کے سوائے اور کوئی معنی مراد نہیں لیا جاسکتا۔ تو اگر لفظ رفع کسی اور جگہ کسی دیگر معنی میں مستعمل ہو تو مضمر نہیں کیونکہ عربی لفظوں کے لیے مستعمل فیہ معانی کثیرہ ہوا کرتے ہیں الخ۔ اب قادیانی مناظر کا اس مضمون کو پڑھ کر اور سن کر پھر ایسی مثالیں پیش کرنا اس کی کم علمی کا نتیجہ ہے۔ اور نیز ان مثالوں میں ایک بھی رفع الی اللہ کی مثال نہیں اور اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اسی طریق سے تردید کی ہے۔ ۱۲ مرتبہ قادیانی مناظر کی علمی لیاقت پر افسوس کیونکہ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں یہ مضمون درج کیا ہے اور رفع الی اللہ سے حقیقی طور پر رفع الی اللہ مراد نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ لامکان ہے اور بلحاظ صفت علم وغیرہ اس کو تمام مکانوں اور تمام کمینوں کے ساتھ ایک ہی نسبت ہے۔ بلکہ رفع الی اللہ سے مراد آسمان پر اٹھانا ہے جو فرشتوں پاک ہستیوں کا مقر ہے جن کی شان میں لا یعصون الله ما امرهم و يفعلون ما یأمرون (تحریم)

قرینے سے کرتے ہیں کہ اس سے مراد ضرور آسمان ہی ہے اور اگر اس بات کو تسلیم بھی کیا جائے تو معلوم ہوا کہ الیٰ اس انتہاء غایت کے لیے آتا ہے اور خدا تعالیٰ کے متعلق استویٰ علی العرش قرآن مجید میں وارد ہوا ہے اور مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ وہ ساتویں آسمان پر ہے۔ تو پھر کیوں یہ نہ تسلیم کیا جائے کہ وہ ساتویں آسمان پر خدا تعالیٰ کے دائیں طرف بیٹھا ہے جو کہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے۔ کیوں دوسرے اور تیسرے یا چوتھے آسمان پر ٹھہرایا جاتا ہے۔ اگر مثال چاہیں تو ٹھہرا تموا الصیام الی اللیل پر غور کر لی۔ اور نیز ہم بتا چکے ہیں کہ رافع کے معنی جبکہ خدا تعالیٰ فاعل ہو بحکمہ العصری اٹھانا ہوتے ہی نہیں بلکہ رفع روحانی ہوتا ہے۔ تو آسمان وغیرہ کا جھگڑا ہی نہیں رہتا اور جو آپ نے مثالیں پیش کی ہیں ان میں سے کسی میں بھی ہماری شرائط پورے طور پر نہیں پائی جاتیں۔ اور حضرت مسیح موعود کی

(بقیہ) شہادت خداوندی ہے الخ۔ اس مضمون میں اسلامی مناظر نے آسمان کی تعیین کا قرینہ اور دلائل بیان کر دیے ہیں اب قادیانی مناظر کا طلب قرینہ جہالت محض ہے۔ ۱۲ مرتبہ ۱۳ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کی اس طرح تردید کی ہے کہ الرحمن علی العرش استوی سے یہ مراد نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا عرش مکان ہے۔ جیسا کہ تمام اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لامکان ہے بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ رحمان من حیث الرحمانیت عرش پر مستوی ہے جیسا کہ حدیث قدسی ان رحمۃی سبقت غضبی سے ظاہر ہے۔ اور چونکہ رفع الی اللہ سے رفع الی السماء مراد ہونا مدلل ہو چکا ہے اس لیے بلحاظ اس امر کے کہ الیٰ انتہاء غایت کے لیے ہوتا ہے فقرہ بل رفعہ اللہ الیہ کا یہ مقتضا ہو گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے ہیں نہ یہ کہ ساتویں آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور پھر قادیانی مناظر نے جو مثال یعنی ثم اتموا الصیام الی اللیل اپنی تائید میں پیش کی ہے وہ مثال درحقیقت ہماری تائید کرتی ہے کیونکہ اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ جب آفتاب غروب ہو جائے اور رات کا شروع ہو تو اسی وقت روزہ افطار کیا جائے اور اس میں ہماری تائید ہے۔ اور حسب تقریر قادیانی مناظر اس آیت کا یہ مطلب ہونا چاہیے کہ جب تمام رات گزر جائے تو آخری جزورات میں افطار کیا جائے۔ وھو کماتری ۱۲ مرتبہ

امفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کی یوں تردید کی ہے کہ مرزا صاحب کی عبارتوں سے صرف یہ فائدہ حاصل کیا گیا ہے کہ رفع الی اللہ سے مراد مرزا صاحب کے نزدیک بھی آسمان کی طرف اٹھائے جانا ہے اور رفع جسمانی ثابت کرنے کے لیے ہم نے بل کو میدان

عبارتیں جو پیش کی گئی ہیں ان سے بھی یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا کہ رفع کے معنی بحسمہ العصری زندہ اٹھالینا مراد ہے بلکہ رفع روحانی جو دوسرے لفظوں میں تقرب کے معنی ہیں مراد ہے۔ اور مرنے کے بعد روحوں کا علیین میں جانا رفع کے منافی نہیں۔ اور روح کا مرنے کے بعد آسمان پر جانا مسلمانوں کا عقیدہ ہے اس لیے ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ مطابق آیت وهو اللہ فی السموات و فی الارض زمین و آسمان میں ہے اس لیے مسیح کا رفع زمین کی طرف بھی ہوا اور آسمان کی طرف بھی۔ یعنی جسم چونکہ زمینی چیز تھی اس لیے وہ زمین میں چلا گیا اور روح چونکہ آسمانی چیز تھی وہ آسمان پر چلا گیا۔ اور روح و جسم کے درمیان تفریق کا نام ہی موت ہے۔ اور پھر عجب بات یہ ہے کہ جیسے کہ جسم زمینی اور مادی چیز ہے اس کے اٹھانے والے بھی انسان ہیں۔ اور روح چونکہ لطیف اور آسمانی چیز ہے اس لیے اس کے اٹھانے والے اور لے جانے والے بھی فرشتے ہیں جو لطیف ہیں اور نظر نہیں آتے۔ اور آپ کی یہ وجہ کہ چونکہ یہود جسم مع الروح کو قتل کرنا چاہتے تھے اس بات کی دلیل ہے

(بقیہ) مناظرہ میں چھوڑ دیا ہے جو اس کا مقابلہ کرے گا انشاء اللہ شکست کھائے گا جیسا کہ قادیانی مناظر نے شکست کھائی ہے اور مرزا صاحب نے صراحۃً آسمان کا لفظ بولا ہے جس میں کوئی تاویل نہیں ہو سکتی۔ اور فقرہ بل رفعہ اللہ الیہ بلحاظ سیاق آیت وقواعد عربیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ بحسمہ العصری آسمان پر اٹھائے جانے کو ثابت کرتا ہے۔ تو اس کے مقابلہ میں یہ کہنا کہ زمینی چیز زمین میں چلی گئی اور آسمانی آسمان میں چلی گئی۔ یہ خیالی اور ہی ڈبکوسلے ہیں جو بل رفعہ اللہ الیہ کے مدلول قطعی کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اور نیز قادیانی مناظر نے ان خیالی اور وہی باتوں کے پیش کرنے کی وجہ سے دو شرطیں مذکورین نے تجاوز کی ہے۔ ۱۲ مرتب

۱۱ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کی تردید یوں کی ہے کہ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ بل ابطالیہ میں ضمیر صفت مبطلہ اور ضمیر صفت مثبتہ دونوں کا مرجع ایک شے یعنی ہوگی اور ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ امواتاً بل احياء میں صفت مبطلہ امواتا ہے اور صفت مثبتہ احياء ہے اور ان دو صفتوں کے ضمیروں کا مرجع من یقتل فی سبیل اللہ یعنی ہے نہ فقط من کیونکہ

کہ بل رفعہ اللہ میں جسم مع الروح ہی مراد ہے۔ غلط ہے کیونکہ قتل تو اخراج الروح من الجسد کا نام ہے اور یہ ضروری نہیں کہ جو ایک جگہ مراد ہو۔ دوسری جگہ ضمیر سے بھی وہی مراد ہو۔ یہ غلط ہے کہ جب دو ضمیروں کا مرجع ایک ہو تو ضروری ہے کہ ایک ہی حیثیت سے اس کی طرف دونوں ضمیریں پھیری جائیں۔ قرآن مجید میں اس کے برخلاف مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ۔ اور اسی طرح اَنَا لِلَّهِ وَ اَنَا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ کیونکہ اسی جسم اور روح کے ساتھ ہم خدا تعالیٰ کی طرف جانے والے نہیں۔ اور عربی زبان میں جائز ہے کہ ایک چیز کی طرف ضمیر اور معنوں کے لحاظ سے اور دوسری ضمیر دوسرے معنوں کے لحاظ سے پھیر دی جائے اور ایسا کرنے کا نام علم بدیع میں صنعت استخدام ہے۔ چنانچہ مختصر معانی میں اس کی مثال نسقی الغضا

(بقیہ) الموصول ما لا یتسم جزاء الابصلۃ و عائد۔ ایسے مغالطے اردو خوانوں اور انگریزی خوانوں کو دیا کریں۔ اور انا للہ وانا الیہ راجعون میں پہلے تو بل ابطالیہ نہیں اس لیے یہ استشہاد مع الفارق ہے اور نیز یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ دونوں ضمیریں متکلم مع الخیر سے ایک شے بعینہ مراد ہے۔ ۱۲ مرتب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کی اس طرح تردید کی ہے کہ صنعت استخدام کے اختیار کرنے میں یہ ضروری ہے کہ وہ مقتضا حال اور وضوح دلالت کے منافی نہ ہو۔ دیکھو۔ علم البدیع ہو علم یعرف بہ وجوہ تحسین الکلام بعد رعاۃ المطابقۃ و وضوح الدلالۃ (مطول) اور نیز ایک مرجع بعینہ قرار دینے سے قرینہ مانع ہو جیسا کہ وسعی الغضاد الساکینہ و ان ہم۔ شبو لابین جوائح و ضلوع پہلی ضمیر سے مراد مکان ہے اور دوسری سے بقرینہ شبوہ آگ ہے۔ اور وما قتلوه یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ میں صنعت استخدام اختیار کرنا مقتضا حال اور وضوح دلالت کے منافی ہے جیسا کہ پرچہ نمبر ۱ میں مفصل گزر چکا ہے اور نیز اس آیت میں ایک بعینہ مرجع مراد لینے سے کوئی قرینہ مانع نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی مناظر نے کسی سے طوطے کی طرح صنعت استخدام کا قصہ پڑھ لیا ہے اور اصل ماہیت کا کچھ پتہ نہیں ورنہ اس آیت میں صنعت استخدام کا ذکر نہ کرتا (۱۲ مرتب)

والساکنیہ وانہم۔ شبوہ بین جوانحی و ضلوعی دی گئی ہے۔ پس اگر صرف رفع روحانی بھی لیا جائے تو عربی قواعد کی رو سے کوئی بھی اشکال لازم نہیں آتا۔ مگر میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ ہم جو اس کے معنی کرتے ہیں تو وہ مقرب کے کرتے ہیں۔ یہود کا مقصد قتل سے یہ تھا کہ وہ ثابت کریں کہ وہ نعوذ باللہ ملعون ہیں۔ کیونکہ استثناء ۲۳/۲۱ میں لکھا ہے کہ جو پھانسی دیا جاتا ہے وہ ملعون ہے لیکن خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ ملعون نہیں بلکہ میرا مقرب ہے۔

اور دوسری وجہ کا یہ جواب ہے کہ وہ یہ کہتے تھے کہ ہم نے صلیب پر لٹکا کر قتل کر کے ملعون ثابت کر دیا مگر خدا تعالیٰ ان کی اس بات کی تردید کرتا ہے کہ انھوں نے ملعون ثابت نہیں کیا بلکہ خدا تعالیٰ نے اس کو اپنا مقرب بنایا ہے پس یہاں پر قصر قلب بھی مانیں تو ان کے خیالات میں ہو سکتا ہے۔ مخاطب یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ہم نے ملعون کیا۔ مگر خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ انھوں نے قتل نہیں کیا کہ وہ

اقادیانی مناظر نے توریت باب ۲۱ وغیرہ کو پیش کر کے یہ ثابت کرنا چاہا کہ جو مصلوب ہو وہ ملعون ہے اور بل ابطالیہ اور قصر قلب کے مقتضا پورا ہونے کی کوشش کی لیکن مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اس کی دو طریق سے تردید کی۔ اول یہ کہ لمحاظ آیت فاسئلوا اهل الذکر انکتُم لاتعلمون توریت کی طرف رجوع اس وقت جائز ہوتا جب ہم کو قرآن کریم سے یہود کا وہ عقائد جس کی و ما قتلوه تردید ہے معلوم نہ ہوتا۔ حالانکہ قرآن کریم نے یہود کے اس اعتقاد کو ان لفظوں میں وقولہم انا قتلنا المسيح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ واضح طور پر بیان کر دیا ہے۔ دوم یہ کہ قادیانی مناظر نے قرآن کریم اور حدیث اور اقوال صحابہ اور قواعد عربیت سے متجاوز ہو کر توریت کے ساتھ جا کر پناہ لی جو یہود کی محرف منسوخ شدہ کتاب ہے لیکن توریت محرف منسوخ شدہ کتاب نے بھی اس بیچارے قادیانی مناظر کی امداد نہ کی۔ کیونکہ توریت میں یہ نہیں کہ جو مصلوب ہو وہ ملعون ہے بلکہ توریت کا یہ مضمون ہے کہ جو کسی جرم میں مصلوب ہو وہ ملعون ہے (استثناء باب ۲۱ ص ۳۰۳) اور قرآن کریم میں ہے۔

ملعون ہو بلکہ وہ خدا تعالیٰ کا مقرب ہے۔

اور تائید میں جو کان اللہ اے عزیزاً حکیم کو پیش کیا ہے وہ کسی طرح بھی مفتی صاحب کی تائید نہیں کرتا۔ کیونکہ عزیز تو وہ ہوتا ہے جو غالب ہو۔ مگر مسیح کو آسمان پر لے جانے سے عزیز ثابت ہوتا ہے یا ضعیف ہونا؟ کیونکہ طاقتور غالب اپنی چیز کو مقابلہ کے وقت چھپایا نہیں کرتا۔ اور پھر اس سے تو اتنا ضعیف ثابت ہوتا ہے کہ باوجود اس کے کہ اس کو آسمان پر اٹھالیا۔ پھر بھی اسے فکر پڑی کہ کہیں یہودی آسمان پر بھی آ کر مسیح کو نہ لے جائیں۔ اس لیے اس کی بجائے مسیح کی شکل کسی اور کو دی تاکہ وہ اسے پھانسی پر لٹکا دیں۔ پس بتاؤ کہ اس طرح وہ عزیز ثابت ہوتا ہے یا ضعیف۔ بلکہ عزیز ہونا اس کا تب ہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنی تمام

(بقیہ) إنما جزاء الذين يحاربون الله ورسوله ويسعون في الارض فساداً ان يقتلوا ويصلبوا وتقطع ايديهم وارجلهم من خلاف او ينفوا من الارض ذلك لهم خزي في الدنيا ولهم في الآخرة عذاب عظيم (مائدہ) پس اس سے واضح ہے کہ عند اللہ ملعون و غیر ملعون ہونے کا سبب صلاح و فساد ہے نہ قتل و صلب۔ قادیانی مناظر نے توریت کے پیش کرنے میں ایک تو دو شرطیں مذکورین سے تجاوز کیا ہے اور دوسرا اس نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ میرے پاس قرآن کریم اور حدیث اور اقوال صحابہ اور قواعد عربیت کے مطابق کوئی جواب نہیں۔ ۱۲ مرتب

قادیانی مناظر کے یہ خیالی اور وہی مضامین ہیں کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے مقدورات کو محدود و محدود سمجھ لیا ہے اور درحقیقت مطابق ان اللہ علی کل شئی قدير اللہ تعالیٰ کے مقدورات غیر محدود و غیر محدود ہیں۔ کسی کو یا سار کونی برذا و سلاما کہہ کر نجات دیتا ہے اور کسی کو ہجرت کا حکم دے کر غلبہ دیتا ہے اور کسی کو دریا سے پار اتار کر۔ اور اس کے دشمن کو غرق کر کے نجات عطا کرتا ہے اور کسی کو بوقت حملہ دشمنان آسمان پر اٹھا کر محفوظ کرتا ہے اور اس کے دشمنوں میں سے ایک شخص پر اس کی شکل ڈال کر باقی دشمنوں سے اس کو قتل کراتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اور یہ سب کان اللہ عزیز اے کے نتائج ہیں ۱۲

تدبیریں کر گزریں مگر خدا تعالیٰ اس کو بچالے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت کیا مخالفوں نے آگ میں ڈال دیا مگر خدا تعالیٰ نے فرمایا نار کونی بردا و سلاما علی ابراہیم اور اسی طرح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا واذیمکربک الذین کفروا الی لیخرجوک انک انھوں نے آپ کو مکہ سے نکال دیا لیکن خدا تعالیٰ نے پھر ان پر غلبہ اور فتح عطا فرمائی اور حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے کوئیں میں ڈال دیا مگر خدا تعالیٰ نے انہیں بچالیا۔ بس یہ عزیز ہونے کا ثبوت ہے۔ اور حکیم کہ وہ اس طرح اپنی حکمت سے دشمنوں کے پیچھے سے بچالیا کرتا ہے اور مطابق وعدہ کتب اللہ لا غلبن اننا ورسولی رسولوں کو دنیا میں غلبہ دیتا ہے۔ اور جو حکمت آپ نے بیان فرمائی ہے اہل علم تو ضرور اس کی داد دیں گے۔ جناب مفتی صاحب! اگر مسیح کی پیدائش کلمہ کن اور نفخ روح سے ہوئی تو کیا باقی آدمیوں کی پیدائش نفخ روح سے نہیں ہوا کرتی؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں فی رسل اللہ الملک فینفخ فیہ اور ثم سواہ و نفخ فیہ من روحہ میں ہر انسان میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نفخ روح ہوتا ہے اور پھر حضرت آدم علیہ السلام کو آپ کو کامل خدا تسلیم کرنا چاہیے کیونکہ اس میں تو خدا تعالیٰ نے خود روح پھونکی۔ جیسا کہ فرمایا و نفخت فیہ من روحی دیکھئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے ان مثل عیسیٰ عند اللہ

۱۴ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کی اس طرح تردید کی ہے کہ بلحاظ فارسلنا الیہا روحہ (مریم) اور بلحاظ لم یمسنی بشرو لم اک بغیا (مریم) کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فطرت میں ایک خصوصیت ہے جس کی وجہ سے ان کو فرشتوں کے ساتھ ایک خاص تشابہ ہے اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حکیم فرما کر یہ اشارہ کیا کہ حکمت ایزدی کا یہی اقتضا ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مناسب فطرت جگہ دی جائے ۱۴ مرتب

کمثل آدم خلقه من تراب ثم قال له کن فیکون۔ مسج کی پیدائش کو کوئی عجیب قسم کی پیدائش خیال نہ کرو۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کی طرف غور کر کے سمجھ لو کہ اس کی پیدائش میں اس سے بڑھ کر کون سی بات پائی جاتی ہے۔

پھر آپ نے حدیث پیش کی ہے۔ اور اس میں ایک تو لفظ نزول سے استدلال کیا ہے۔ مگر کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اس سے ظاہر طور پر مع الجسم اترنا ہی مراد نہیں ہوتا۔ دیکھو قرآن مجید سے اس کی مثالیں۔ ان من شبی الا عندنا خزائنه و ما ننزلہ الا بقدر معلوم۔ اور انزل الیکم من الانعام ثمانية ازواج اور قد انزل اللہ الیکم ذکراً رسولاً۔ قد انزلنا علیکم لباساً اور انزلنا الحديد فيه باس شدید۔

اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کی یوں تردید کی ہے کہ میں نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں یہ لکھا ہے اور اس حدیث میں نزول سے یہی معنی فرواد آمدن مراد ہیں۔ ہاں جس جگہ نزول سے یہ معنی مراد لینے سے کوئی قرینہ روکتا ہو تو وہاں حسب قرینہ معنی مراد ہوں گے اور یہ مضمر نہیں الخ قادیانی مناظر کی عجیب لیاقت ہے کہ جن مضامین کی تردید میرے پرچہ نمبر ۱ میں موجود ہے۔ ان مضامین کو اس نے پھر بھی درج کر دیا ہے۔ دیکھو مثلاً انزلنا الحديد وغيره میں بقرینہ الحدید معنی پیدا ہونے کے لینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جہاں نزول ہو وہاں پیدا ہونے کے معنی مراد ہوں گے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ حدیث فی منزل عند المنارة البیضا شرتی دمشق بین مہزودتین واضعا کفہ علی اجنحة ملکین (مسلم جلد ص ۴۰۱) کے معنی استغفر اللہ یہ ہوں گے کہ حضرت عیسیٰ دو رنگین کپڑے پہنے ہوئے دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے پیدا ہوں گے اول تو یہ مطلب کیسا مہمل ہے۔ پھر افسوس کہ مرزا صاحب مدعی مسیحیت میں یہ صفت بھی نہیں پائی جاتی۔ ۱۲ مرتب

اور اس حدیث کے ظاہری معنی کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتے۔ ایک تو اس لیے کہ کون بے غیرت مسلمان ہے کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو کھودے جبکہ کوئی اپنے باپ کی قبر کو بھی کھودنا گوارا نہیں کرتا۔ اور من قبر واحد اور معی فی قبری بتا رہے ہیں کہ مسیح آپ کے ساتھ دفن ہوگا۔ اور حضرت عائشہ سے موطا امام مالک میں حدیث ہے کہ آپ نے اپنے حجرہ میں تین چاند دیکھے نہ کہ چار اور فتح الباری میں لکھا ہے۔ قول عائشہ فی قصة عمر كنت اريده ولا وثرنه

۱ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کا یہ جواب دیا ہے کہ قبر سے مراد گورستان ہے اور یہ اعتراض جو قادیانی مناظر نے کیا ہے یہ تو نعوذ باللہ من ذالک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے نہ مجھ پر۔ ۲ مرتب

۲ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کی تردید کی ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ قادیانی مناظر نے حضرت عائشہ صدیقہ کی خواب کی صحیح تعبیر نہیں سمجھی۔ اور صحیح تعبیر یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ نے خواب میں اپنے حجرہ میں تین چاند دیکھے۔ نہ آفتاب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس لحاظ سے کہ اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ مستغیر و مستفیض ہیں بمنزلہ آفتاب ہیں اور شیخین اور حضرت مسیح مجدد وقت ہونے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہونے اور آپ کے نور سے مستغیر ہونے کی وجہ سے آپ کے مقابلہ میں بمنزلہ چاند کے ہیں و بیان جمیع ذالک ان جرم القمر فی نفسه کمدا رزق مظلم غیر نورانی کثیف صقیل انما يستضيئ بضياء الشمس (شرح چھینی ص ۹۰)

چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چاند ہی نہیں بلکہ آفتاب اور دو چاند یعنی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی قبریں حضرت عائشہ صدیقہ کے حجرہ میں ہو چکی ہیں اس لیے تیسرا چاند یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہونی اور ان کا اس حجرہ میں مدفون ہونا باقی ہے۔ اور نیز اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چاند کی صورت میں دکھائی دیتے تو آپ کے دفن کے وقت یہ حدیث کیوں پیش کی جاتی کہ انبیاء

اليوم على نفسى يدل على انه لم يبق الا موضع قبر واحد پس حضرت عمر کے فوت ہونے کے بعد وہاں اور قبر کی جگہ نہیں۔ اور نقشہ قبور پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحبین کی قبروں کے درمیان ان کی قبر نہیں ہو سکتی۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کہ انا سید ولد ادم و اول من تنشق عنه الارض (ابوداؤد) باطل ہو جاتی ہے۔

اور آپ کی یہ تقریر کہ علماء بلاغت کا قانون ہے کہ مجاز وہاں لی جاتی ہے جہاں حقیقت محال ہو۔ یہ تقریر تو آپ نے مولوی ثناء اللہ کی کتاب شہادات مرزا سے نقل کر دی مگر کاش! آپ نے کمالات مرزا بجواب شہادات مرزا بھی پڑھ لیا

(بقیہ) جہاں فوت ہوتے ہیں وہیں فن ہوتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ خواب کا جائے ظہور نہ مرزائیوں کو سمجھ آیا ہے اور نہ خود مرزا صاحب کو..... گر ہمیں مکتب است ایں ملائکہ کا رطفاں تمام خواب شدہ نما اور نقشہ قبور کا دو شرطین مذکورین سے تجاوز ہے۔ اور نیز قادیانی مناظر کا یہ کہنا قابل اعتبار نہیں۔ کیونکہ نہ مرزا صاحب کو مدینہ طیبہ میں جانا نصیب ہوا۔ اور نہ ہی مرزائیوں کو اور حدیث انا اول من تنشق منه الارض اور حدیث فاقوم انا و عیسیٰ ابن مریم الخ میں تعارض نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پہلے منشق ہوگی اور پھر حضرت عیسیٰ ابن مریم بھی اسی گورستان سے مبعوث ہوں گے۔ ۱۲ مرتب

اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں یوں تردید کی ہے کہ کمالات مرزا بجواب شہادات مرزا۔ مرزا صاحب یا اس کے کسی مرید کی تحریر ہے اور مرزا صاحب یا اس کے مرید کی تحریر قادیانی مناظر میرے مقابلہ میں نہیں پیش کر سکتا کیونکہ میں مرزا صاحب کو مفتری و متنبی اعتقاد کرتا ہوں۔ اور نیز مرزا صاحب کی تحریر پیش کرنی دو شرطین مذکورین سے تجاوز ہے۔ اور اسلامی مناظر نے فن بیان کا قانون پیش کیا ہے کہ مجاز وہاں لی جاتی ہے جہاں حقیقت معذور ہو تو اس کے جواب میں یہ کہنا کہ مولوی ثناء اللہ کی کتاب شہادات مرزا سے نقل کر دی ایک نہایت جاہلانہ جواب ہے کیونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب کا یہ قانون بیان کرنا اس بات کا موجب نہیں کہ یہ قانون قابل اعتبار نہ رہے ۱۴ مرتب

ہوتا۔ سنئے! پیشگوئیوں میں حقیقت اور مجاز دونوں مراد ہو سکتی ہے۔ دیکھئے نہایہ ابن اثیر میں جعل منهم القردة و الخنازیر کے ماتحت لکھا ہے کہ اس سے مراد یہ بھی ہے کہ وہ حقیقی طور پر بندر بن گئے ہیں اور یہ بھی ہے کہ مجازی طور پر ان کو بندر اور سور کہا گیا ہو۔ اور پھر قسطلانی جلد ۵ ص ۴۹۹ میں یکسر الصلیب کے معنی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حقیقۃً کسر صلیب بھی ہو سکتی ہے اور عقیدہ صلیبی بھی مراد ہو سکتا ہے۔ اگر آپ کے خیال کے ہی لوگ ہوتے تو پیشگوئی اسرع کن لحوقابی اطول کن بدلاً کو جھٹلا دیتے اور کہہ دیتے کہ یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ کیونکہ حقیقت معذرت نہیں تھی۔

۲ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عبارت کا آپ مطلب نہیں سمجھے۔ آپ یہ

۱ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس طرح تردید کی ہے کہ فن بیان میں ہے اما المجاز المفرد فهو الكلمة المستعملة في غير ما وضعت له في اصطلاح به التخاطب على وجه يصح مع قرينة عدم ارادته اى ارادة ما وضعت له (مطول ص ۳۲۸) اس تعریف مجاز سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ حقیقت اور مجاز مطلقاً جمع نہیں ہو سکتے نہ پیشگوئیوں میں اور نہ غیر پیشگوئیوں میں۔ تو قادیانی مناظر کا یہ کہنا کہ پیشگوئیوں میں حقیقت اور مجاز دونوں مراد ہو سکتے ہیں ثمرۂ جہالت ہے۔ اور ابن اثیر اور قسطلانی کی تحریر کو پیش کرنا ایک تو دونوں شرطین مذکورین سے تجاوز ہے۔ اور دوسرا ان کی تحریر کا یہ مطلب ہے کہ حقیقت مراد ہے اور اگر حقیقت کا مراد لینا معذرت ہو تو مجاز مراد ہو سکتی ہے۔ ۱۲ مرتب

۲ مرزا صاحب کی یہ عبارت ہے۔ ”بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں“ (ازالہ اوہام ص ۹۶۸) قانون فن بیان اور مرزا صاحب کا تسلیم امکان اور طوطیت دو شرطین مذکورین نے قادیانی مناظر کو عاجز کر دیا ہے۔ ۱۲ مرتب

نہیں مانتے کہ حقیقی طور پر وہی مسیح ناصری دنیا میں واپس آئے گا جیسا کہ آپ فرماتے ہیں۔ ہاں ان کی یہ خاص مراد کشفاً والہاماً و عقلاً و فرقاً نا مجھے پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔ کہ وہ لوگ سچ مچ کسی دن حضرت مسیح بن مریم کو آسمان سے اترتا ہوئے دیکھیں گے۔ سو اس بات پر ضد کرنا کہ ہم تب ہی ایمان لائیں گے کہ جب مسیح کو اپنی آنکھوں سے آسمان سے اترتا ہوا مشاہدہ کریں گے ایک خطرناک ضد ہے۔ اور یہ قول ان لوگوں کے قول سے ملتا جلتا ہے جن کا ذکر خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے کہ وہ حتیٰ نری اللہ جہرۃ کہتے رہے اور ایمان لانے سے بے نصیب رہے (ازالہ ص ۲۰۰) پھر ص ۱۲۱ میں تحریر فرماتے ہیں۔ ”مجھے اس بات کے ماننے اور قبول کرنے سے معذور فرمائیے کہ وہی مسیح ابن مریم جو فوت ہو چکا ہے اپنے خاکی جسم کے ساتھ پھر آسمان سے اترے گا۔“

۱۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول کا جو قول پیش کیا گیا ہے اس میں محض لوگوں کو دھوکا دیا گیا ہے۔ دیکھئے ”ہر جگہ استعارات وغیرہ نہیں لینے چاہیں۔“ ہر جگہ سے مراد آپ نے عبادات اور تمدن اور معاشرت کے مسائل کو لیا ہے (ضمیمہ ازالہ اوہام) اور پیشگوئیوں کے متعلق فرماتے ہیں۔ ”مگر جو کچھ پیشگوئیوں میں مذکور ہے اور جو کچھ انبیاء علیہم السلام کے مکاشفات اور روایا صالحہ میں نظر آتا ہے وہ عالم مثال میں ہوا کرتا ہے۔۔۔۔۔ پس ایسے موقعہ پر علوم ضرور یہ یقینہ الہامات صادقہ و مشاہدات و حقائق نفس الامر یہ اور قواعد شرعیہ ان نصوص کو لا محالہ ظاہر سے اور معنوں کی طرف لے جائیں گے۔“ اور مسئلہ متنازعہ فیہ کے متعلق فرماتے ہیں۔ ”یاد رکھو کہ مجھ تکمیر ز

الاسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں یوں تردید کی ہے کہ مولوی نور الدین صاحب کا فقرہ (ہر جگہ) آپ کو کوئی تاویل کرنے نہیں دیتا۔ کیونکہ الاعتبار لعموم اللفظ لا لخصوص الممورد۔ چونکہ اسباب حقہ اور موجبات قویہ حقیقت کے مراد ہونے کو چاہتے ہیں اس لیے حقیقت مراد ہوگی اور مجاز مراد نہیں لی جاسکتی۔ ۱۲ مرتب

کو آگاہ کیا گیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا قصہ بدوں کسی قسم کی تاویل اور کسی قسم کے استعارہ و مجاز کے کسی قوم نے تسلیم نہیں فرمایا۔ یہ میری بات سرسری نہ سمجھو۔ نمونہ کے طور پر دیکھ لو کہ ہمارے اکثر مفسرین حضرت مسیح کے قصہ میں انسی متوفیک ورافعک میں کیا کچھ ہیر پھیر نہیں کرتے۔ اب معاملہ صاف ہے پس حضرت خلیفۃ المسیح اول کا قول ہماری تائید میں ہے نہ کہ تردید میں۔ اور یہ آپ نے خلاف شرط کیا ہے۔ ہم نے دوسرے ائمہ کے حوالہ جات موت مسیح کے متعلق مثلاً یہ کہ حضرت امام مالک کا مذہب ہے کہ مسیح وفات پا گئے ہیں اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی وغیرہ اپنے سکوت سے ان کی تصدیق کرتے ہیں اور ان کی وفات کے قائل ہیں۔ پیش نہیں کئے لیکن آپ نے خلاف شرائط بہت سی باتیں پیش کی ہیں۔ ہم نے یہ کبھی نہیں کہا کہ خلفاء مسیح موعود کی نیک بتائی ہوئی بات یا ان کے عقائد کے خلاف ہمارے عقائد ہیں۔ یا ان کی واجب الاتباع بات ہم ماننے کے

الاسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کے متعلق یہ کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی اور امام مالک کا کسی طرح سے ذکر کرنا دو شرطین مذکورین سے تجاوز ہے اور پھر ان ائمہ رضوان اللہ علیہم کا ذکر قادیانی مناظر کو مفید بھی نہیں بلکہ مضر کیونکہ امام الائمہ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ و خروج الدجال و یا جوج و ماجوج و طلوع الشمس من المغرب و نزول عیسیٰ علیہ السلام من السماء و سائر علامات یوم القیمة علی ماوردت به الاخبار الصحیحة حق کائن (فقہ اکبر) اور یہی مذہب ہے کل ائمہ شافعیہ کا یعنی سب اسی عیسیٰ ابن مریم بعینہ نہ بمثلہ کے نزول پر متفق ہیں چنانچہ ائمہ صحاح ستہ اور شیخ سیوطی وغیرہ کی تصریح سے ظاہر ہے۔ اور ائمہ مالکیہ کا بھی یہی مذہب ہے چنانچہ شیخ الاسلام احمد نفراوی المالکی نے فواکہ دوانی میں تصریح کر دی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اترنا اشراط ساعت سے ہے۔ ۱۲ مرتب

لیے تیار نہیں ہرگز نہیں۔

۱۔ پھر جناب والا کو معلوم رہے کہ وفات مسیح ماننے سے عیسائیت کو تقویت نہیں پہنچتی بلکہ اس کی بیخ کنی ہو جاتی ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ مسیح تھوڑی سی دیر کے لیے وفات پا کر آسمان پر زندہ اٹھالیا گیا۔ اور آپ کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ مسیح آسمان پر اٹھالیا گیا۔ اور تفسیروں میں ایسے کئی اقوال موجود ہیں کہ چند گھنٹے مسیح نے وفات پائی اور پھر وہ آسمان پر اٹھالیا گیا۔

۲۔ سچے جناب! اس عقیدہ کو ماننے سے حضرت مسیح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ماننا پڑتا ہے۔ اور عیسائیوں کی تائید ہوتی ہے۔ قاعدہ ہے کہ جتنی

۱۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں اس بات کو ثابت کیا ہے کہ حیات مسیح ابن مریم مذہب اسلام کے مناسب ہے اور وفات مسیح ابن مریم مذہب اسلام کے نامناسب اور ناظرین کو غور کرنے سے ظاہر ہوگا کہ قادیانی مناظر نے بھی اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کیونکہ قادیانی مناظر نے یہاں لکھا ہے کہ عیسائیوں کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام تھوڑی دیر کے لیے وفات پا کر آسمان پر زندہ اٹھالیا گیا۔ تو اس سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ عیسائیوں کے نزدیک موت اور معبودیت میں منافات نہیں۔ ہاں اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات تسلیم کی جائے تو عیسائیوں کے عقیدہ کفارہ کی بیخ کنی ہو جاتی ہے۔ ۲۔ مرتب

۲۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کی یوں تردید کی ہے کہ قادیانی مناظر کے یہ وجوہات بروئے قرآن کریم و حدیث نہیں بلکہ خیالی اور وہمی ڈھکوسلے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ بروئے قرآن کریم اور حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مدفون ہونا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر ہونا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہیں کیونکہ قرآن کریم اور حدیث کا یہ فیصلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کمال الوہیت میں ہے اور انسان کا کمال عبودیت میں ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔

کسی کو پیاری اور محبوب چیز ہو وہ اس کی حفاظت کرتا ہے۔ مگر تکلیفوں کے وقت مسیح

(بقیہ) یا ایہا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون الذی جعل لکم الارض فراشاً والسماء بناءً و انزل من السماء ماءً فاخرج به من الثمرات رزقاً لکم (الآیہ) (بقرہ پ ۱) اس آیت میں خداوند کریم نے انسان کو عبادت کا امر فرمایا ہے جو اعلیٰ درجہ کی عبودیت کا نام ہے اور پھر ربکم اپنی صفت بیان کر کے یہ بتایا ہے کہ میری صفت ربوبیت یعنی کمال تک پہنچانا اس وقت کام کرتی ہے۔ جب انسان اعلیٰ درجہ کی عبودیت میں لگ جاتا ہے۔ اور پھر اپنی چند صفات بیان کر کے اخیر میں صفت و انزل من السماء ماءً فاخرج به من الثمرات رزقاً لکم کو ذکر کیا ہے اور اس میں یہ بتایا ہے کہ زمین جو پستی کا مظہر ہے بوجہ پست ہونے کے آسمان سے جو بلندی کا مظہر ہے کس طرح فائدہ اٹھاتی ہے اسی طرح جب انسان اپنے آپ کو عبادت یعنی اعلیٰ درجہ کی عبودیت میں لگا کر پستی کا مظہر بناتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بلند سے بلند ہستی ہے رحمت و برکات کا نزول ہوتا ہے۔ اور انسان جس قدر عبودیت میں ترقی کرتا ہے۔ اسی قدر زیادہ عند اللہ مقرب ہوتا ہے اور یہ امر بالکل روشن ہے کہ اللہ تعالیٰ الوہیت میں لا شریک لہ ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کمال عبودیت میں لا شریک لہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے ان مقامات میں جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلیٰ درجہ کے اعزاز دینے کا ذکر ہے اور جہاں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اس اعلیٰ اعزاز ملنے کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبودیت میں نقص پیدا ہو گیا ہو اس بات کی شہادت دی ہے کہ باوجود ایسے اعلیٰ اعزاز ملنے کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبودیت میں ذرہ بھر فرق نہیں آیا بلکہ عبودیت میں ترقی کی ہے۔ دیکھو سبحان الذی اسری بعبدہ اور فاعی الی عبدہ ما اوحی اور تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ میں باوجود مقامات اعزاز ہونے کے خدا تعالیٰ نے عبد کی اضافت اپنی طرف کر کے سمجھا دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبودیت میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوا بلکہ ترقی ہوئی ہے۔

کو آسمان پر اٹھالیا۔ اور آنحضرت کو زمین پر چھوڑا۔ آپ نے پتھر کھائے۔
ایڑیوں سے خون بہا۔ دو دانت شہید ہوئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسیح خدا تعالیٰ کو

(بقیہ) ورنہ میں اپنی طرف اضافت نہ کرتا۔ اور اسی کمال عبودیت کا نتیجہ و رفع عنالک
ذکرک ہے۔ اور اسی کمال عبودیت کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل المرسلین بلکہ
افضل الملائکۃ المقربین ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر قرب الہی
اور رفعت منزلت میں بدرجہا فوقیت ہے اور اسی کمال عبودیت کا یہ اقتضاء ہے کہ از ابتداء
پیدائش تا وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا رنگ رہے جو عبودیت کے مناسب ہو۔ یہی
وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش پر زمینی اسباب منعقد ہوئے اور تمام حیاتی زمین
پر بسر کی اور زمین پر ہی فوت ہوئے اور زمین میں ہی مدفون ہوئے جو پستی کا مظہر ہے۔ ایک
شاعر نے کہا ہے۔

ملک افلاک پر قرباں زمیں پر نازیں صدتے جہاں کے خوہد قرباں زمانہ کے حسیں صدتے
زماں قرباں زمیں صدتے مکاں قرباں مکیں صدتے میرا دل ہی نہیں قرباں میری جاں ہی نہیں صدتے
نیاز و انکاری پر الہ العالمیں صدتے اور حدیث میں ہے من توضع لله رفعه الله ۱۲ مرتب
ایہ وہی دھکوسلے ہیں قرآن کریم کا تو یہ ارشاد ہے وبشر الصابرين الذين اذاصابتهم
مصيبة قالوا انا لله وانا اليه راجعون اور بلحاظ آیت لقد كان لكم فی رسول
الله اسوة حسنة لمن كان یروجو الله والیوم الآخر و ذکر الله کثیراً (جزو ۲۱)
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسوۂ حسنہ کاملہ میں اس لیے حکمت ایزدی کا یہ اقتضا ہوا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام انبیاء سے سخت ترین مصائب نازل کی جائیں تاکہ صبر کا ظہور بھی بے
نظیر رنگ میں ہو ۱۲ مرتب

آپ سے زیادہ محبوب ہے دوسرے اس کو اعلیٰ مقام پر پہنچایا گیا اور اپنے پاس اٹھایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین پر سلا یا۔ بتاؤ ان میں سے افضل کون ہوا۔ تیسرے آپ نے مانا کہ مسیح کی پیدائش میں زمیعت کا کوئی دخل نہ تھا۔ اسی وجہ سے ان کا آسمان پر جانا صحیح ہوا۔ مگر بتائیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو آسمان پر نہ گئے اس لیے ان میں زمین کا دخل ہوا۔ چوتھے وہ دو ہزار برس سے بغیر کھانے پینے کے زندہ اور پھر اسی کو دوبارہ بھیجا جائے گا۔ اور قاعدہ ہے کہ جس کا کام اچھا رہا ہو اس کو دوبارہ بھیجا جاتا ہے۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ افضل ہیں اور ان میں روحانیت اور قدوسیت زیادہ ہے اس لیے ان کا دوبارہ بھیجا جانا تجویز کیا گیا۔ پانچویں وہ اپنے آسمان پر جانے اور ہزاروں برس زندہ رہنے اور پیدائش میں زمیعت سے پاک ہونے کی وجہ سے تمام بنی آدم سے نرالے ہیں۔ بتاؤ یہ عقائد صلیبی عقائد کی تائید کرتے ہیں یا ہمارے عقائد کہ وہ وفات پا گئے ہیں۔ سچ ہے۔

۲۔ مسیح ناصری راتا قیامت زندہ مے فہمند مگر مدفون یثرب راند اوند ایں فضیلت را
زبوائے نافہ عرفاں چو محروم ازل بودند پسندیدند در شان شبہ خلق ایں عدلت را
ہمہ عیسایا نرا از مقال خود مدد داوند دلیری ہا پدید آمد پرستاران میت را
پس وفات ماننے سے صلیبی عقائد پاش پاش ہو جاتے ہیں اور اس کی حیات ماننے سے اسے پورا خدا مان لینا پڑتا ہے۔

۱۔ اس عبارت سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قادیانی مناظر کا خدا کے مکین ہونے کا اعتقاد ہے حالانکہ تمام اہل اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ لامکان ہے۔ ۱۲ مرتب
۲۔ ایسے اشعار اسلامی مناظر کے مقابلہ پر پیش کرنے جن کے شاعر کو وہ مغتری سمجھتا ہے کمال درجہ کی جہالت ہے۔ ۱۲ مرتب

دوسری دلیل: آپ نے اس آیت میں ایک تو لیسو منن پر زور دیا ہے کہ اس کے معنی سوائے استقبال کے ہو ہی نہیں سکتے۔ آپ دعویٰ سے فرماتے ہیں کہ ”تمام محاورات قرآن و حدیث اس کی شہادت دیتے ہیں۔“ فی الحال میں آپ کے اس دعویٰ کو توڑنے کے لیے وہ مثالیں پیش کرتا ہوں غور سے پڑھیں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وان منکم لمن لیبطن فان اصابکم مصیبة قال قد انعم اللہ علی اذلم اکن معہم شہیداً۔ ولئن اصابکم فضل من اللہ ليقولن کان لم تکن بینکم و بینہ مودة یا لیتنی کنت معہم فافوز فوزاً عظیماً۔** اس کے معنی بھی وہی پیش کرتا ہوں جو مولانا شاہ رفیع الدین صاحب نے کئے۔ ”اور تحقیق بعضے تم میں سے البتہ وہ شخص ہیں کہ دیر کرتے ہیں نکلنے ہیں۔ پس اگر پہنچ

الاسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کی اس طرح تردید کی ہے کہ **وان منکم لمن لیبطن** وغیرہ میں بھی بلحاظ قاعدہ نحوی اتفاق جو ہم نے پیش کیا ہے۔ استقبال ہی مراد ہے۔ آپ بھی کوئی قاعدہ نحوی پیش کریں جس سے یہ ثابت ہو کہ بوقت دخول لام تاکید و نون ثقلیہ غیر استقبال بھی مراد ہو سکتا ہے آپ ہرگز پیش نہ کر سکیں گے۔ اور جب حسب شرائط مقررہ ہم قرآن کریم اور حدیث اور قواعد عربیت کے مطابق مناظرہ کر رہے ہیں تو آپ گھبرا کر ہر ایک فقرہ میں شرائط سے کیوں تجاوز کر رہے ہیں۔ اور کبھی شاہ رفیع الدین صاحب کا نام لیا جاتا ہے اور کبھی خلاف واقع امام مالک کا ذکر کیا جاتا ہے اور یہی حال **لنہدینہم سبلنا** کا ہے کیونکہ برتقریر تسلیم استمرار استمرار استقبالی مراد ہوگا اور قادیانی مناظر نے جو قرآن کریم کا اس موقع پر یہ فقرہ یعنی **ولئن اصابکم فضل من اللہ ليقولن ان** پیش کیا ہے اس سے بھی اس کی جہالت چھپتی ہے کیونکہ ایک تو لیسو منن پر لام تاکید اور نون ثقلیہ داخل ہے اور دوسرا شرط پر حرف ان داخل ہے جو نیز استقبال کے لیے آتا ہے **فان للاستقبال وان دخلت علی الماضي (کافیہ ابن حاجب) کیا فان تنازعتم فی شئی فردوه الی اللہ والرسول کے طریق پر مباحثہ کرنا اسی کا نام ہے ۱۲ مرتب**

جاتی ہے تم کو مصیبت۔ کہتا ہے تحقیق احسان کیا اللہ نے اوپر میرے جس وقت کہ نہ ہوا میں ساتھ ان کے حاضر۔ اور اگر پہنچ جاتا ہے تم کو فضل خدا کی طرف سے البتہ کہتا ہے کہ گویا نہ تھی درمیان تمہارے اور درمیان اس کے دوستی۔“ پھر آیت والذین جاہدوا فلنا لنهدينهم سبلنا میں استمرار کے معنی ہیں۔ خالص استقبال کے لیے نہیں۔

اور اُخلفہ اول کا جو قول آپ نے پیش کیا ہے وہ اس وقت کا ہے جبکہ آپ اس جماعت میں شامل نہیں تھے۔ اور ان معنوں پر مجھے مندرجہ ذیل اعتراضات ہیں۔

۱۔ کیا وجہ ہے کہ جب مجاہد اور ابن عباس جیسے بزرگ تابعی اور صحابی نے قبل موت سے مراد کتابی کی موت لی ہے وہ صحیح نہیں۔ وجہ بیان کریں۔ اور لکھا ہے

۱۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں یوں تردید کی ہے کہ مولوی نور الدین وہ شخص ہے جس کی مرزا صاحب نے جو آپ کے پیغمبر ہیں توثیق کی ہے۔ اور توثیق کے بعد بھی مولوی نور الدین صاحب نے اس معنی میں کوئی ترمیم نہیں کی۔ ۱۲ مرتب

۲۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کی اس طرح تردید کی ہے کہ مجاہد تابعی ہے جیسا کہ قادیانی مناظر نے لکھا ہے اور قرآن کریم کی تفسیر میں تابعی کا قول پیش کرنا شرط نمبر ۲ سے تجاوز ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے متعلق قادیانی جماعت کا حال مانند افسوس منون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض ہے ورنہ ہم اور قادیانی جماعت مانحن فیہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول پر فیصلہ کریں۔ عن ابن عباس وان الله رفعه بجسده وانه حي الآن وسيروج الى الدنيا فيكون فيها ملكاً ثم يموت كما يموت الناس (طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۲۶) یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بحسدہ العصری اٹھالیا ہے اور وہ اس وقت زندہ ہیں اور دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے پھر بادشاہ ہوں گے پھر فوت ہوں گے جیسا کہ اور لوگ فوت ہوتے ہیں ۱۲ مرتب

کہ کوئی یہودی نہیں مرنے والا مگر وہ حضرت عیسیٰ پر اپنے مرنے سے پہلے ایمان لاتا ہے اس روایت سے تفسیریں بھری پڑی ہیں۔ اور ایسے ایمان کے لیے مسیح کی زندگی کی ضرورت نہیں۔

۲۔ قبل ا۔ موتہم کی قرأت آپ کے معنوں کی تردید کرتی ہے۔ آپ کہتے ہیں شاذہ قرأت قراء کی ہے۔ معلوم ہے یہ کس شخص نے روایت کی ہے۔ یہ ابی کی روایت جو عالم بالقرآن تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سے قرآن سنا کرتے تھے۔ بہر حال قرأت شاذہ لغو اور متروک نہیں ہو سکتی۔ وہ قرأت مشہورہ کی تفسیر ہوا کرتی ہے۔

۳۔ یہ معنی کہ سب اہل کتاب ایمان لے آئیں گے آیت وجاعل الذین اتبعواک فوق الذین کفروا الی یوم القیمة اور آیت و اغربنا بینہم

اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں یوں تردید کی ہے کہ میں نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں یہ مضمون درج کیا ہے اور موتہ قراء متواترہ ہے جس کا قراءہ شاذہ مقابلہ نہیں کر سکتی اور قادیانی مناظر کی علمی لیاقت پر افسوس ہے کہ جن باتوں کا مکمل طور پر جواب پرچہ نمبر ۱ میں درج ہے اس سے چشم پوشی کر کے پھر بھی طوطے کی طرح یکھی ہوئی بات پیش کی جاتی ہے۔ ۲ مرتب

۲ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کی یوں تردید کی ہے کہ وجاعل الذین اتبعواک فوق الذین کفروا الی یوم القیمة وجاعل الذین اتبعواک فوق الذین کفروا الی یوم القیمة کے متعلق نہیں بلکہ بروئے قواعد عربیت ہر چار واقعات مسیحیہ کے متعلق ہے۔ اور اگر اسی کے متعلق ہو تو نیز مضر نہیں۔ کیونکہ فوقیت اور غلبہ کا کمال اسی صورت میں ہے کہ کفر معدوم ہو جائے جیسا کہ اس آیت سے صاف ظاہر ہے هو الذی ارسل رسوله بالہدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ۔ اس آیت کا مرزا صاحب یوں بیان کرتے ہیں یعنی خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو کامل ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا اس کو ہر ایک دین پر غالب کر دے۔ یعنی ایک عالمگیر غلبہ اس کو عطا کرے۔ اور چونکہ وہ عالمگیر غلبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا۔

العداوة والبغضاء کے خلاف ہیں کیونکہ اس میں فرمایا ہے کہ مسیح کے متبعین اور منکرین دونوں قیامت تک رہیں گے۔

۴۔ سیاق اسباق کے خلاف ہے کیونکہ پہلے اس کے فرمایا فلا یؤمنون الا قلیلاً۔ کہ یہودی ایسے شریر ہیں کہ ان میں سے تھوڑے ہی ایمان لائیں گے۔ اور پھر کہہ دیا کہ سب ہی ایمان لے آئیں گے۔

۵۔ یہ معنی عبارت النص کے بھی خلاف ہیں۔ کیونکہ یہاں یہودیوں کی شرارتوں کا بیان کرنا مقصود ہے۔ اور یہ ان کی شرارتیں بیان ہوئی ہیں۔ چنانچہ اس کے آگے بھی ان کی شرارتوں کا بیان ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ پہلے شرارت بیان کر کے پھر اس کی تعریف کر کے پھر کہہ دیا کہ یہ بڑا بد معاش ہے۔ بتاؤ یہ طریق کلام شریفوں کا ہوا کرتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ بھی ان کی شرارت ہے کہ باوجود اس کے کہ خدا تعالیٰ نے بتا دیا کہ وہ صلیب پر نہیں مرا۔ یہ اہل کتاب مانتے رہیں گے کہ ہم نے اسے صلیب پر لٹکا کر مار ڈالا ہے۔ کیونکہ اگر یہ نہ مانیں تو ان کا مذہب باطل ہوتا ہے۔ ان میں سے جو نیک تھے ان کا آگے لکھنا

(بقیہ) اور ممکن نہیں کہ خدا کی پیشگوئی میں کچھ تخلف ہو اس لیے اس آیت کی نسبت ان سب متقدمین کا اتفاق ہے جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں کہ یہ عالمگیر غلبہ مسیح موعود کے وقت ظہور میں آئے گا (چشمہ معرفت ص ۸۲، ۸۳) پس آیت اغربنا بینہم العداوة والبغضاء سے مراد طول زمان ہے ورنہ یہ آیت اور آیت هو الذی ارسل رسولہ الخ متعارض ہوں گی۔ ۱۲ مرتب

اسلامی مناظر نے اپنے پرچم پر اٹلیں جو آیت وقولہم انا قتلنا المسیح الخ اور آیت و ان من اهل الكتاب الا لیؤمنن به قبل موته کے درمیان ارتباط بیان کیا ہے۔ اس مضمون ارتباط میں غور کرنے سے یہ اعتراضات وارد نہیں ہوتے۔ تو پھر قادیانی مناظر کا ان اعتراضات کو درج کرنا کی علم کا نتیجہ ہے۔ ۱۲ مرتب

الراسخون میں لکن کے لفظ علیحدہ بیان کیا ہے۔

۶۔ اور اگر خدا نخواستہ اہل کتاب نے سمجھوتہ کر لیا کہ ہم نہیں مانتے تو خدا تعالیٰ کو بھی مشکل پڑ جائے گی۔ کیونکہ اگر وہ مارتا ہے تو اس آیت کے خلاف ہوتا ہے۔ کیونکہ مسیح کا مرنا اور اہل کتاب کا مرنا ان کے ایمان لانے پر موقوف ہے۔

اور جو استشہاد ابو ہریرہ کا پیش کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ جیسا کہ ان کا دوسرا استشہاد کہ ما من مولود یولد الا نحرہ الشیطان وقت ولادته الا مریم و

ابنہا عیسیٰ پر آیت فافراوا ان شتم انی اعیزہا بک وذریئہا من الشیطان الرجیم صحیح نہیں ہے کیونکہ حدیث میں مس شیطان کا وقت ولادت کا

ذکر ہے۔ اور حضرت مریم کی والدہ نے جو دعا کی تھی تو وہ ان کی پیدائش کے بعد کی

ہے۔ پس حضرت عیسیٰ کے مس شیطان سے محفوظ رہنے کا باعث مندرجہ بالا دعا

قرار دینا بالکل غلط ہے اور اصول والوں نے لکھا ہے۔ ”القسم الثانی من

ایہ بھی خداوند کریم کے ساتھ استہزا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک ۱۲ مرتب۔

۱۲ صحیح مسلم میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے کپڑے کو بچھائے گا پس وہ نہ

بھولے گا اس بات کو جو میرے سے سنی ہے۔ ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنا کپڑا بچھا دیا اور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حدیث بیان فرماتے رہے پھر میں نے اس کپڑے کو اپنے ساتھ چسپاں کر

لیا اس کے بعد جو حدیث میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے اس کو بھولا نہیں۔ سبحان اللہ

ابو ہریرہ پر جو ایسا جلیل القدر صحابی ہے محض اس وجہ سے کہ اس کی روایت قادیانی مناظر کے مخالف ہے

اعتراض کئے جاتے ہیں اور قادیانی مناظر کا یہ کہنا کہ ابو ہریرہ سے ابو ہریرہ حقیقی معنوں میں مراد نہیں

عجیب لیاقت ہے اور اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں حقیقت و مجاز کا قانون بیانی بیان کر کے اور

مرزا صاحب کا تسلیم امکان حقیقت ظاہر کر کے ایسی حدیثوں سے مجازات مراد لینے کا دروازہ بند کر دیا

ہے۔ اب قادیانی مناظر کا یہ کہنا کہ اس حدیث میں مجازات مراد ہیں یہ محض دعویٰ بلا دلیل ہے اور

دونوں شرطیں مذکورین سے تجاوز ہے۔ ۱۲ مرتب

الرواة هم المعروفون بالحفظ والعدالة دون الاجتهاد والفتوى كابي هريرة و انس ابن مالك“ (ملاحظہ ہوا اصول شاشی)

پس ابو ہریرہ کا یہ استشہاد صحیح نہیں۔ اور اسی آیت کے ماتحت نووی میں لکھا ہے کہ اکثر علماء نے موتہ کا مرجع کتابی کو ٹھہرایا ہے اور جو حدیث ہے اس میں مجاز ہی مجاز مراد ہے۔ اول تو اس کا راوی ابو ہریرہ ہے۔ جو حقیقی معنوں میں ابو ہریرہ مراد نہیں ہے۔ اور اسی طرح منکم۔ اتم۔ فیکم۔ اما منکم میں کم کے حقیقی مخاطب صحابہ ہیں اور مجازی طور پر ہم۔ اور اسی طرح ابن مریم بھی حقیقی نہیں۔ بلکہ مجازی مراد ہے۔

اور اب جو آپ نے براہین احمدیہ سے عبارت پیش کی ہے وہ خلاف شرائط ہے کیونکہ وہ آپ کے دعویٰ سے پہلے کی ہے۔ مگر پھر بھی میں اس کا جواب دیتا ہوں۔

۱۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس طرح جواب دیا ہے کہ براہین احمدیہ کی عبارت کو پیش کرنا خلاف شرائط نہیں کیونکہ مرزا صاحب اس کتاب کے متعلق لکھتے ہیں۔ معلوم نہیں یہ کتاب کہاں اور کب ختم ہوگی۔ اس کتاب کا ظاہر و باطن متولی خدا ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کتاب کے مضامین تصدیق شدہ خداوندی ہیں۔ اور نیز اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں براہین احمدیہ کی یہ عبارت پیش کر کے یہ لکھا ہے کہ میں نے اس عبارت کو بطور الزام نہیں پیش کیا بلکہ یہ بتانا ہے کہ جن دنوں مرزا صاحب کو الہام و مجددیت کا دعویٰ تھا ان دنوں ان کا یہ عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں حالانکہ قرآن دانی میں ان دنوں بھی اس کمال کا دعویٰ تھا کہ تین سو دلائل قرآن کی حقانیت کے قرآن ہی سے دینے کے ثبوت میں براہین احمدیہ لکھی تھی۔ اگر مسئلہ حیات مسیح اس قسم کا غلط ہوتا کہ اس کی تردید قرآن مجید میں ہوتی تو ایسا قرآن دان قرآن کا حامی اس عقیدہ کو دل و دماغ میں رکھ کر میدان مناظرہ میں نہ آتا اور قادیانی مناظر مرزا صاحب کا کوئی قول ہمارے مقابلہ پر پیش نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ہم بوجہ اس اعتقاد کے کہ مرزا صاحب مفتری ہیں یہی سمجھتے ہیں کہ مرزا صاحب نے جو عقیدہ براہین احمدیہ میں ظاہر کیا ہے وہ نیک نیتی سے ہے اور جو دعادی بعد میں کئے ہیں وہ بوجہ لالچ و طمع نفسانی کے ہیں ۲۔ مرتب

آپ نے اس کے متعلق فرمایا ہے۔ ”اسی واسطے میں نے مسلمانوں کا رسمی عقیدہ براہین احمدیہ میں لکھ دیا۔ تا میری سادگی اور عدم بناوٹ پر وہ گواہ رہے۔ وہ میرا لکھنا جو الہامی نہ تھا محض رسمی تھا۔ مخالفوں کے لیے قابل استناد نہیں۔ کیونکہ مجھے خود بخود علم غیب کا دعویٰ نہیں۔ جب تک کہ خدا تعالیٰ خود نہ سمجھا دے۔“ (کشتی نوح ص ۷۴) پس جب خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسے قابل استناد نہیں مانتے۔ اور اصولی طور پر بھی قابل استناد نہیں۔ کیونکہ اصحاب یعنی الابقاء ما کان علیہ حجت نہیں ہوتا۔ تو پھر کسی کا کیا حق ہے کہ وہ اسے پیش کرے۔ اس کی مثال تو ایسی ہے کہ کوئی شخص ۲۲ فوول و جھک شطر المسجد الحرام کے نزول کے بعد بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کو بطور سند پیش کر کے کہے کہ آپ اس لیے رسول آخر الزماں نہیں ہیں کہ اس کا قبلہ مکہ ہوتا تھا۔ اور آپ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے رہے۔ اسی طرح ۳ امام ربانی مجدد الف ثانی کے متعلق روضۃ القیومیہ ص ۸۰ میں لکھا ہے۔

مکتوب نمبر ۲۰۶ جلد اول میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے جو معارف توحید و جود و غیرہ کے بارے میں لکھے ہیں وہ محض عدم اطلاع سے لکھے گئے ہیں جب

۱ اصحاب کا ذکر بھی دو شرطیں مذکورین سے تجاوز ہے ۱۲ مرتب

۲ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں یوں تردید کی ہے کہ یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ مسئلہ حیات مسیح ابن مریم اعتقادات سے ہے اور تحویل قبلہ عملیات سے۔ اور نیز تحویل قبلہ والا معاملہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہے جس کو سب اہل اسلام نبی برحق اعتقاد کرتے ہیں۔ اور پہلے حیات مسیح ابن مریم کا قول کرنا اور پھر وفات کا قول کرنا۔ بہر زما صاحب کے ذریعہ ہے جن کو تمام اہل اسلام مفتری اعتقاد کرتے ہیں ۱۲ مرتب

۳ امام ربانی کا ذکر بھی دو شرطیں مذکورین سے تجاوز ہے ۱۲ مرتب

مجھے کام کی اصل حقیقت معلوم ہوئی تو جو کچھ ابتداء اور وسط میں لکھا گیا اس پر
شرمندہ اور مستغفر ہوا۔

پس باوجودیکہ شرائط میں یہ طے ہو چکا تھا کہ قبل دعویٰ مسیحیت کی تحریر پیش
نہیں کی جائے گی۔ مگر آپ نے خلاف شرائط اسکے علاوہ اور بھی بہت سی باتیں
لکھیں۔

ہمارے مذکورہ بالا بیان سے واضح ہے کہ قرآن مجید سے جو دلائل پیش کئے
گئے ہیں ان میں سے ایک دلیل بھی حضرت مسیح کی حیات پر دلالت نہیں کرتی۔
نافہم۔

دستخط قادیانی مناظر جلال الدین صاحب شمس مولوی فاضل۔ دستخط کردار

دوالمیال۔ پریزیڈنٹ

WWW.NAFSEISLAM.COM

"THE NATURAL PHILOSOPHY
OF AHLE SUNNAT WAE JAMAAT"

WWW.NAFSEISLAM.COM

از مولوی جلال الدین صاحب قادیانی مناظر

وقت تحریر پرچہ ایک گھنٹہ

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

رب اشرح لی صدری و یسر لی امری و احلل عقدہ من لسانی

یفقہوا قولی۔

۱۔ آپ نے لکھا ہے۔ ”وہ ابھی داخل نہیں اموات میں ہے یہی مضمون تمہیں آیات میں“ آپ تمہیں آیات ہی نقل کر دیں جن میں یہ لکھا ہے کہ مسیح زندہ ہیں مردوں میں شامل نہیں۔ اگر آیات نہیں لکھ سکتے تو صرف سیپارہ سورۃ رکوع وغیرہ ہی لکھ دیں۔

۲۔ آپ مجھ پر الزام لگاتے ہیں کہ میں نے کوئی آیت یا حدیث وفات مسیح پر پیش نہیں کی۔ مگر بعد میں پھر خود ہی میرے دلائل پیش کردہ کی تردید بھی کرتے

۱۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۴ میں اس کے متعلق یہ لکھا ہے کہ شعروں کا مطلب یہ ہے کہ تمام قرآن کریم سے وفات ابن مریم ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ قرآن کریم سے حیات ابن مریم ثابت ہے۔ اور کوئی قرآنی آیت حیات کے خلاف نہیں ۱۲ مرتب

۲۔ اگر قادیانی مناظر اسلامی مناظر کی عبارت پرچہ نمبر ۲ کا مطلب سمجھتا تو یہ اعتراض نہ کرتا۔ کیونکہ اسلامی مناظر کا مطلب یہ ہے کہ قادیانی مناظر نے اپنے زعم کے مطابق دلائل وفات مسیح ابن مریم پیش کئے ہیں لیکن قرآن کریم یا حدیث میں سے کوئی ایسی دلیل نہیں بیان کی جو بلحاظ الفاظ و قواعد عربیت وفات ابن مریم کو ثابت کرے جیسا کہ تردید سے ظاہر ہے۔ ۱۲ مرتب

ہیں۔ تو پھر آپ کا یہ کہنا کہ میں نے کوئی آیت یا حدیث وفات مسیح پر پیش نہیں کی کیونکہ صحیح ہو سکتا ہے۔

۳۔ آپ فرماتے ہیں کہ فلما توفیتی سے مراد انمستی ہے۔ قرآن شریف کہتا ہے کہ مسیح کی صرف دو حالتیں ہیں۔ اور دونوں کے درمیان حد فاصل تو فی ہے اس سے ثابت ہوا کہ پہلی حالت میں کبھی تو فی نہیں پائی گئی۔ اور پہلی حالت کا اختتام تو فی سے ہوا۔ جس کے معنی حسب تفسیر آپ کے یہ ہوئے کہ مادمت کے زمانہ میں کبھی نہیں سوئے۔ اور یہ قرآن مجید کے الفاظ لا تاخذہ سنۃ ولا نوم۔ کا ترجمہ ہے جو مادمت کی حالت میں ان میں الوہیت کو ثابت کرتا ہے دوسرے تو فی کی دو صورتیں ہیں۔ ایک نیند اور دوسری موت۔ قرآن شریف کہتا ہے کہ نیند کی تو فی ایسی ہے جو بار بار آتی ہے۔ اور موت کے وقت جو تو فی ہوتی ہے وہ ایسی ہے جو ایک ہی دفعہ ہوتی ہے۔ اور یہ آیت بتاتی ہے کہ یہ تو فی ایسی ہے جو ایک ہی بار ہوئی۔ کیونکہ یہ دو حالتوں کے درمیان حد فاصل ہے۔ اور دونوں حالتوں کو علیحدہ علیحدہ کرتی ہے۔ اس لیے وہ موت ہی ہے نہ کوئی اور۔

۴۔ آپ لکھتے ہیں کہ تثلیث زیر بحث نہیں ہے۔ اس کے لیے علم ہونا یا نہ

۱۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۴ میں اس کی تردید کی کی طرف یوں اشارہ کیا ہے کہ مطابق آیت اللہ یسوفی الانفس حین موتھا توفیتی سے معنی انمستی مراد لینے صحیح ہیں۔ اور قادیانی مناظر حد فاصل کہہ کر محض عوام کو مغالطہ میں ڈالنا چاہتا اور نہ معاملہ صاف ہے کیونکہ جب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں یہ لکھا ہے کہ توفیتی پیشگوئی انی متوفیک ورافعک الی کے وقوع کا بیان ہے تو نیند مع الرفع مرادگی جو حد فاصل بھی ہے۔ ۲۔ مرتب

۲۔ اس مضمون کی تردید ہو چکی ہے لیکن اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۴ میں بھی قادیانی مناظر کو یوں ہدایت کی ہے کہ آیت الخطاب تمام اس طرح ہے۔ واذ قال اللہ یا عیسیٰ ابن مریم ائت قلی للناس اتخذونی و امی الہین من

ہونا دونوں برابر ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ مسیح نے جواب میں یہ بات کہی ہے یا نہیں۔ اگر بغرض تسلیم مان بھی لیا جائے کہ وہ اس سوال سے باہر تھی۔ مگر مسیح نے جو جواب میں اس کا ذکر کیا۔ تو ان کا کہنا یہ جھوٹ تھا یا سچ۔ اگر جھوٹ تھا تو (نعوذ باللہ) نبی جھوٹا ٹھہرتا ہے۔ اگر سچ تھا تو ان کی وفات ثابت ہے۔ کیونکہ وہ اپنی لاعلمی کا اظہار کرتے ہیں۔

۵۔ توفیتی کے معنی نیند کرنا بالکل غلط ہیں۔ کیونکہ نیند کے معنی توفی کے اس وقت ہوتے ہیں جب کوئی قرینہ منایا لیل وغیرہ ہو۔ اور یہ مسلمہ فریقین ہے اور پھر

(بقیہ) دون اللہ قال سبحانک ما یكون لی ان اقول مالیس لی بحق ان کنت قلتہ وقد علمتہ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک انک انت علام الغیوب۔ ما قلت لہم الا ما امرتہ بہ ان اعبدوا اللہ ربی وربکم و کنت علیہم شہیداً ما دمت فیہم فلما توفیتہی کنت انت الرقیب علیہم و انت علی کل شئی شہیداً۔ ان تعذبہم فانہم عیادک و ان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم۔ (مائدہ) اور آیت کے الفاظ میں غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ زیر بحث قول ہے نہ علم۔ دیکھو انت قلت للناس اور دیکھو ما یكون لی ان اقول اور دیکھو ان کنت قلتہ اور دیکھو ما قلت لہم الا ما امرتہ یہ امر نہایت روشن ہے کہ سوال قول سے ہے۔ اس لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذمہ قول کے متعلق جواب دینا ضروری تھا نہ علم کے متعلق اور علم کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ اور اس آیت میں ایسا کوئی لفظ نہیں جس سے یہ ظاہر ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے سے علم کی نفی کی ہے۔ ۱۲ مرتبہ ا قادیانی مناظر کی اس عبارت سے ظاہر ہے کہ توفی نیند کے معنی میں مجاز ہے بوجہ ضرورت قرینہ کے اور امامت کے معنی میں حقیقت ہے بوجہ عدم ضرورت قرینہ کے اور قادیانی مناظر کا یہ کہنا بالکل باطل ہے کیونکہ آیت اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والی لم تمت فی منامہا قیامک التی قضی علیہا الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی سے ثابت ہے کہ توفی کا حقیقی معنی اور موضوع الہ مطلق قبض ہے۔ نہ امامت کیونکہ اگر توفی کا موضوع امامت ہو تو

سوال یہ ہے کہ جب کوئی قرینہ موجود نہ ہو۔ اور تو فی باب تفعل سے ہو اور خدا تعالیٰ فاعل اور مفعول کوئی انسان ہو تو اس کے معنی سوائے امانت کے کوئی نہیں ہوں گے۔ اگر ہوتے ہیں تو کوئی مثال پیش کرو۔ اور ہم پہلے پرچے میں اپنے معنوں کی تائید میں آیات اور لغت کے حوالہ پیش کر چکے ہیں۔ توفنی مسلماً اور توفنا مع الابرار اور اما نریبک بعض الذی نعدہم اون توفینک وغیرہ۔

۶۔ آپ لکھتے ہیں اگر توفیتی سے مراد امتی لی جائے نہیں معلوم کہ جناب

(بقیہ) پھر حین موتھا لغو ٹھہرے گا اور والسی لم تمت اس لحاظ سے کہ یہ الانفس پر معطوف ہے۔ اجتماع ضدین یعنی موت اور عدم موت لازم آئے گا وھو باطل۔ پس ثابت ہوا کہ تونی کا حقیقی معنی مطلق قبض ہے اور نیند اور موت اس کے انواع ہیں۔ نہ بالخصوص موت موضوع لہ ہے اور نہ ہی نیند اور قادیانی مناظر کا یہ کہنا کہ تونی باب تفعل سے ہو اور خدا تعالیٰ فاعل ہو اور مفعول انسان یا روح ہو تو اس جگہ معنی قبض روح یا امانت کے ہوتے ہیں۔ اس امر کا اعتراف ہے کہ تونی کے حقیقی معنی امانت کے نہیں ورنہ ان قیود کی کیا ضرورت تھی۔ اس بات پر بڑی حیرانگی و تعجب آتا ہے کہ مرزا صاحب اور ان کے معتقدین نے اس امر پر بڑا زور و جوش ظاہر کیا ہے اور کرتے ہیں کہ تونی باب تفعل سے ہو اور خدا تعالیٰ فاعل ہو اور مفعول ذی روح ہو تو اس جگہ قبض روح کے معنی ہوتے ہیں۔ کیونکہ اس زور و جوش ظاہر کرنے سے مرزا بیت کو کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ اگر متوفیک بمعنی ممیک تسلیم کیا جائے تو پھر بھی بروئے قواعد عربیت یہ آیت تونی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر قطعی دلیل ہے اور اگر توفیتی بمعنی امتی مانا جائے تو پھر بھی بروئے الفاظ جیسا کہ یہ آیت مخاطب حیات ابن مریم پر دلیل نہیں ایسا ہی یہ آیت مخاطب ابن مریم کی وفات پر دلیل نہیں اور آیت تونی اور آیت مخاطب کے متعلق مفصل تقریر بیان ہو چکی ہے۔ پھر مرزا یوں کو اس زور و جوش سے کیا فائدہ ہوا۔ ۱۲ مرتب

قادیانی مناظر نے ہر دو دن کی تقریروں میں تلفظ عموماً بکثرت غلط کیا اور خصوصاً قرآن مجید کو ایسا غلط پڑھا کہ حفاظ بے اختیار بول اٹھے کہ اے قادیانی صاحب اللہ قرآن مجید کو تو صحیح پڑھو۔

مفتی صاحب نے امتی کیسے لکھ دیا۔ ہم تو آپ کی شان سے بالکل بعید سمجھتے ہیں۔ غالباً انھوں نے امیت کو سقیت کی طرح سمجھ لیا ہے۔ کسی سے سنا ہوگا کہ سقیت واحد مخاطب مذکر ماضی کا صیغہ ہے۔ انھوں نے اماتہ سے بھی اسی وزن اماتہ بروزن سقایتہ پا کر واحد مخاطب ماضی کا صیغہ امیت بنا لیا۔ مگر جناب کو معلوم ہو کہ امامت میں ہمزہ زائدہ ہے اور سقایتہ میں سین اصلی ہے۔ اس لیے یہ لفظ امتی نہیں بلکہ امتی ہے۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ مفتی صاحب نے غلطی سے لکھ دیا ہوگا۔ کیونکہ انھوں نے تقریر میں بھی یہی بیان کیا تھا۔

(بقیہ) مگر وہ بیچارہ کیا کرے کہ صحیح پڑھنا تو اس کی طاقت سے باہر تھا۔ باوجود ایسے تلفظات کثیرہ کے مفتی صاحب اسلامی مناظر نے لمحاظ حدیث لکھل امرہ مانوی کوئی مواخذہ لفظی نہ کیا۔ اور اصل موضوع پر لمحاظ معانی مناظرہ کرتے رہے۔ لیکن قادیانی مناظر کو موضوع مناظرہ کے متعلق جب ناکامی ہوئی تو اس نے یہ مسئلہ امتی و امتی کا چھیڑ دیا۔ اس کی اصل حقیقت یہ ہے کہ قادیانی مناظر نے اپنے دلائل و قات ابن مریم میں ایک دلیل فلما توفیتی ارج بھی پیش کی جس کے جواب میں اسلامی مناظر نے کہا کہ اگر توفیتی بمعنی امتی ہو تو اس کی یہ تردید ہے اور اگر توفیتی بمعنی امتی ہو تو اس کی یہ تردید ہے جس سے اسلامی مناظر کا یہ مطلب تھا کہ اگر توفیتی بمعنی نیند ہو تو یہ جواب ہے اور اگر بمعنی موت ہو تو یہ جواب ہے۔ اب قادیانی مناظر کا یہ مواخذہ کرنا اس لحاظ سے کہ یہ مواخذہ لفظی موضوع مناظرہ سے چپاں ہیں لیس من داب المحصلین والمناظرین بل من داب المجادلین والمکابوین۔ اور نیز یہ تلفظ ایسا نہیں جس کی لغت عرب میں صحت کی کوئی صورت نہ ہو۔ کیونکہ یہ صیغہ واحد مذکر مخاطب اصل میں امتی ہے جس میں دو حرف ایک جنس کے جمع ہیں۔ اب اگر تاء کو تاء میں اوغام کیا جائے تو امتی پڑھا جائے گا اور اگر تاء کو یاء کے ساتھ بدل دیا جائے تو امتی پڑھا جائے گا۔ اور دو حرف ایک جنس میں سے ایک حرف کا یاء کے ساتھ بدل دینا تخفیف کے لیے لغت عرب میں بکثرت آیا ہے۔ فصول اکبری میں ہے۔ ”دیابدل ے آید از یکے از دو حرف یا سه حرف تصحیف چون دینار اصلہ دنار و املیت اصلہ املت و قصیت اصلہ قصص اتی۔“

۷۔ پھر آپ نے اذقال کے معنی استقبال کے کرنے کے لیے مثال میں اذالاعلال کو پیش کیا ہے۔ جناب مفتی صاحب کو شاید یہ معلوم نہیں کہ اغلال فعل نہیں بلکہ اسم ہے۔ اگر یقین نہ ہو تو کسی مولوی سے پوچھ لیجئے کہ آیا الاغلال اسم

(بقیہ) اور شافیہ میں ہے والیاء بدل من احد حرفی المضاعف نحو املیت و قصیت۔ انتہی۔ قادیانی مناظر نے یہ مجادلہ کے رنگ میں نہایت کمزوری دکھائی ہے۔ شجاعت تو یہ تھی کہ جیسا کہ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے قرآن کریم کے فقرہ بل رفعہ اللہ الیہ کے ساتھ بروئے بل ابطالیہ و قصر قلب و شرطین مذکورین کے تحت میں رہ کر اپنا دعویٰ حیات مسیح ابن مریم ایسا ثابت کر دیا ہے جس کے جواب دینے سے قادیانی مناظر ہی نہیں بلکہ کل کی کل قادیانی جماعت عاجز ہو گئی ہے ویسا ہی قادیانی مناظر بھی ایک فقرہ قرآن کریم کا ایسا پیش کرتا جس کے ساتھ وہ شرطین مذکورین کے تحت میں رہ کر اپنا دعویٰ وفات مسیح ابن مریم ایسا ثابت کرتا جس کے جواب سے کم از کم اسلامی مناظر ہی عاجز ہو جاتا اور تمام حاضرین پر روشن ہے کہ قادیانی مناظر کے طول و طویل خیالی و وہمی ڈھکوسلوں کو اسلامی مناظر نے دو شرطین مذکورین کے تحت میں رہ کر مختصر فقروں کے ساتھ رد کر دیا ہے۔ واقعی اسلامی مناظر مناظرہ کرتا رہا اور قادیانی مناظر مدعی مناظرہ ہو کر حقیقت میں مجادلہ یا مکابره کرتا رہا۔ ۱۲ مرتب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں یوں تردید کی ہے کہ قادیانی مناظر کا عقل کہاں گیا۔ کیونکہ میں نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں اس طرح لکھا ہے۔

اور اذ استقبال کے لیے بھی آتا ہے۔ فسوف يعلمون اذا لا غلال فی اعناقہم۔ اس مہری عبارت سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ اذالاعلال مثال کے اذ کے لیے ہے نہ ماضی کے لیے۔ اور ماضی کا یعنی استقبال آنے کے لیے میں نے اپنے اسی پرچہ نمبر ۲ میں نفع وغیرہ کے ساتھ مثال دی ہے۔ پس قادیانی مناظر کا اذالاعلال میں ماضی کا ذکر کرنا زالی جہالت ہے۔ ۱۲ مرتب

ہے یا فعل۔ اور نیز اس بات کی ضرورت کیا تھی۔ ہم نے خود استقبال کے معنی کئے تھے۔ آپ ہماری دلیل کو بغور پڑھیں کہ انھوں نے قیامت کے دن اپنی بریت کرتے ہوئے اپنی قوم کا بگڑنا اپنی موت کے بعد قرار دیا ہے۔ اور ان کا معاملہ خدا کے سپرد کیا ہے۔

پھر ۲ جناب مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں کل مشابہت

اجنباب من اسلامی مناظر کا یہ مذاق نہیں کہ الزام پر اکتفاء کرے۔ بلکہ اس کا مذاق تحقیق ہے سبحان اللہ صداقت کا آفتاب اپنے انوار و تجلیات ظاہر کرنے سے کبھی نہیں رک سکتا دیکھو کہ قادیانی مناظر نے خود ہی تسلیم کر لیا ہے کہ یہ واقعہ انت قلت للناس اتخذونی الخ قیامت کو ہوگا جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آج وفات ثابت نہیں ہوتی۔ مولوی گل احمد صاحب ساکن پٹنہ دادنخان نے بعد اختتام مناظرہ فرمایا۔

شمس تیری چمک دیکھی اجالے میں اندھیرا ہے منور کس طرح ہوگا جسے گردش نے گھیرا ہے لڑائی باز کی اکثر ہوا کرتی ہے بازوں سے کوئی بیڑ جا ڈھونڈھو کہ تو بھی اک بیڑا ہے غلام مرزا پہلے تو کر لے علم کی تحصیل غلام مرتضیٰ سے کم بہت کچھ علم تیرا ہے

۱۲ مرتب

۲ یہ خیالی اور وہمی باتیں پھر پھر پیش کی جاتی ہیں حالانکہ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں اس کا جواب دے دیا ہے۔ اور پھر بلا ضرورت اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۴ میں بھی یوں تردید کی ہے کہ تشبیہ میں یہ ضروری نہیں کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں ہر حیثیت میں اشتراک ہو جس توضیح یہ ہے کہ التشبیہ ان یدل علی مشارکة امر لاخر فی معنی (مطلوب ص ۲۸۶)

ضروری نہیں ہوتی۔ صحیح مگر کیا آپ یہاں صرف لہجہ میں مشارکت مانتے ہیں کہ میں مسیح کے لہجہ میں کہوں گا۔ نہیں بلکہ آپ تو مسیح کی امت کے واقعات کو اپنی امت کے واقعات پر قیاس کر کے اپنا وہی جواب دیتے ہیں جو مسیح کا ہے اگر حدیث میں ان واقعات کی تشریح نہ ہوتی تو آپ یہ بات کہہ بھی سکتے تھے مگر اب تو حدیث میں جن واقعات میں مشارکت تھی تشریح کر دی گئی ہے۔

۹۔ قد خلت کے متعلق آپ فرماتے ہیں کہ خلو کے معنی نقل مکانی کے ہوتے ہیں۔ مگر آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ آیت میں مکان کا تو ذکر نہیں۔ اس لیے نقل

(بقیہ) یعنی تشبیہ سے مراد بیان کرنا مشارکت ایک چیز کی ساتھ دوسری چیز کے کسی وصف میں مثلاً زید کا لاسد میں اتنا ضروری ہے کہ زید اور اسد کسی وصف میں شریک ہوں۔ جیسی شجاعت۔ اور یہ ضروری نہیں کہ زید شیر کی ہر ایک وصف میں شریک ہو ورنہ لازم آئے گا کہ تشبیہ زید کا لاسد اس صورت میں صحیح ہو کہ زید سوائے ماہیت کے تمام عوارض شیر میں اس کا شریک ہو۔ وہو کماتری۔ پس فاقول کما قال العبد الصالح الخ میں قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مشبہ ہے اور قول عیسیٰ علیہ السلام مشبہ یہ ہے اور وجہ تشبیہ کے لیے اتنا کافی ہے کہ مقول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مقول عیسیٰ علیہ السلام ایک الفاظ بعینہا ہوں۔ اور یہاں ما نحن فیہ میں تو ضرورت سے زیادہ ان الفاظ کے معنی میں بھی ایک نوع کی شراکت ہے۔ کیونکہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول توفیتی سے مراد انتم ہی لی جائے تو قبض روح کے معنی میں شراکت ہوگی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبارت میں قبض روح مع الامساک مراد ہوگی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبارت میں قبض روح مع الارسال مراد لی جائے گی اور اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول توفیتی سے اتنی مراد ہو تو پھر ایک اور زیادہ نوعی مشارکت ہو جائے گی۔ ۱۲ مرتب

۱۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں اس دلیل قد خلت الخ کا جواب دیا ہے لیکن چونکہ قادیانی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ میں اس کے متعلق ادھر ادھر کی باتیں کی ہیں اس لیے اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۴ میں بھی یوں تردید کی ہے کہ آیت سنة الله التي قد خلت۔

زمانی ہی خلو سے مراد ہو سکتی ہے۔ اور اس سے مراد یہی ہے کہ زندگی کا زمانہ گزار کر وفات پا گئے۔ نیز ہم نے لغت کے حوالہ جات سے ثابت کیا تھا کہ خلو کے معنی مرنے کے ہیں۔ اب میں ایک شعر بھی پیش کرتا ہوں جو یہ ہے۔

اذا سید منا خلا قام سید قول لما قال الکرام فحول

تمام شراح نے یہاں خلا کے معنی مات کے کئے ہیں۔ اسی طرح قرآن مجید کی آیات (۱) اتملک امة قد خلعت لہا ما کسبت اور آیت و ان من قرية الا خلا فیہا نذیر اور آیت قد خلعت من قبلہا امم وغیرہ سب میں خلو سے

(بقیہ) کا قادیانی مناظر نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اگر ہم قادیانی مناظر کو خوش کرنے کے لیے یہ تسلیم کر لیں کہ قد خلعت من قبلہ الرسل میں خلعت بمعنی مات ہے تو پھر بھی یہ دلیل وفات مسیح ابن مریم کو ثابت نہیں کرتی۔ کیونکہ الرسل میں الف لام استغراقی نہیں اس وجہ سے کہ قد خلعت من قبلہ الرسل میں من قبلہ الرسل کی لغت نحوی ہوگی۔ یا الرسل سے حال ہوگا۔ اور یہ دونوں شقیں باطل ہیں۔ شق اول اس وجہ سے باطل ہے کہ تمام نحویوں کا اتفاق ہے کہ لغت نحوی منصوت نحوی پر ذکر میں مقدم نہیں ہوتی۔ اور شق ثانی اس لیے باطل ہے کہ بروئے قواعد نحو حال کی تقدیم اس وقت ہونی چاہیے جب ذوالحال نکرہ ہو۔ اور مانحن فی میں الرسل معرفہ ہے۔ پس معین ہوا کہ من قبلہ خلعت کے متعلق ظرف لغو ہے۔ اور قادیانی مناظر کی رائے کے مطابق آیت قد خلعت من قبلہ الرسل کے یہ معنی ہوئے کہ تمام رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے فوت ہو چکے ہیں۔ اور یہ معنی بدیہی البطلان ہیں کیونکہ اس آیت کے پہلے فقرے یعنی ما محمد الا رسول سے ثابت ہوتا ہے کہ محمد رسول ہیں صلی اللہ علیہ وسلم اور فقرے قد خلعت من قبلہ الرسل سے بوقت استغراق مراد لینے کے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ من ذالک رسول نہیں۔ وہل هذا الا نساقض فی القرآن وهو بدیہی البطلان۔ پس ثابت ہوا کہ من قبلہ اس بات کا قرینہ قطعہ ہے۔ کہ الرسل میں الف لام استغراقی نہیں بلکہ جنس کے لیے ہے جو لا بشرط شے کے مرتبہ میں ملحوظ ہوتی ہے نہ بشرط لا کے مرتبہ میں۔ ۱۲ مرتب

مراد موت ہے۔ اور جو آیت و اذا خلوا الى شياطينهم ہے اس میں صاف قرینہ نقل مکانی کا موجود ہے۔

۱۰۔ احباب نے لکھا ہے کہ جنگ احد کے واقعہ میں سالبہ کلیہ کی تردید ہے جو مہملہ سے ہو سکتی ہے۔ مفتی صاحب اصطلاح تو لکھنا جانتے ہیں۔ مگر حقیقت سے واقف نہیں۔ مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے۔ کہ صحابہ تو صحابہ دنیا میں کوئی انبیاء کو ماننے والا اس بات کا قائل نہیں کہ کوئی نبی نہیں مرا۔ جو سالبہ کلیہ ہے بلکہ ان کو تو عیسائیوں کے قصہ کی وجہ سے یہ خیال ہو سکتا تھا کہ بعض نبی فوت نہیں ہوئے جو سالبہ جزئیہ ہے اور جس کی تردید موجبہ کلیہ سے ہونی چاہیے اور موجبہ کلیہ یہ ہے کہ

افسوس کہ قادیانی مناظر نے مفتی صاحب اسلامی مناظر کے پرچہ نمبر ۲ کی عبارت کو نہیں سمجھا یا عمداً یہ خیالی باتیں کی ہیں۔ کیونکہ اسلامی مناظر کی عبارت پرچہ نمبر ۲ کا یہ مطلب ہے، کہ جنگ احد میں جب یہ غلط خبر اڑ گئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔ اور بعض لوگوں نے نبوت اور موت میں منافات سمجھی جو سالبہ کلیہ کا مصداق ہے اور ارتداد کا راستہ اختیار کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے خیال باطل کی تردید کے لیے یہ آیت نازل فرمائی اور ظاہر کر دیا کہ نبوت اور موت میں منافات نہیں۔ پس الف لام الرسل میں استغراقی نہیں بلکہ جنسی۔ اور جنس لا بشرط شے کے مرتبہ میں ہوتی ہے۔ نہ بشرط لا کے مرتبہ میں اور قد خلت من قبلہ الرسل قضیہ موجبہ مہملہ ہے جو قوۃ موجبہ جزئیہ میں ہے۔ اور سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ ہوتی ہے۔ اور آیت ولقد اتینا موسیٰ الكتاب و قضینا من بعدہ بالرسل کو غور سے پڑھنا چاہیے کہ یہی لفظ الرسل بصیغہ جمع بالف و لام موجود ہے اور یہاں استغراق افراد قطعاً باطل ہے کیونکہ اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے کتاب دی اور اس کے پیچھے اس کے آئین پر کئی رسول بھیجے۔ نہ یہ کہ سب رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بھیجے گئے کیونکہ یہ معلوم ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سب سے پہلے رسول نہیں لیا بلکہ کئی رسول آپ کے پہلے ہوئے اور کئی آپ کے بعد ۱۲ مرتب

قد خلت من قبله الرسل کہ سب رسول فوت ہو چکے ہیں۔ پھر مفتی صاحب کا یہ کہنا کہ موجبہ جزئیہ سے تردید ہونی چاہیے کیوں کیا موجبہ کلیہ سے تردید نہیں ہو سکتی۔ کل رسولوں کے فوت شدہ ہونے سے بعض رسولوں کا فوت شدہ ہونا بھی لازم آتا ہے۔ اب میں نہیں کہہ سکتا کہ مفتی صاحب نے یہ عدم علم کی وجہ سے لکھا ہے یا جان بوجھ کر۔ جان بوجھ کر تو میں کہہ نہیں سکتا۔

۱۱۔ آپ کا یہ لکھنا کہ حضرت ابو بکر کی نظر افان مات پر تھی تو اس پر سوال یہ ہے کہ وہ لوگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہتے تھے کہ آپ کو فوت نہیں ہونا چاہیے کیا وہ سمجھتے تھے کہ بعض زندہ ہیں یا سب؟ ظاہر ہے کہ وہ بعض کو زندہ مانتے تھے۔ پس انہیں کی تردید مقصود تھی۔ جب یہ ثابت ہو جائے کہ کوئی بھی زندہ نہیں تو انہوں نے مان لیا۔ اس لیے زیادہ تر نظر قد خلت من قبله الرسل پر ہی تھی۔

۱۲۔ آپ فرماتے ہیں والذین يدعون من دون الله الایة قضیہ مطلقہ عامہ ہے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ روح القدس فوت ہو گئے مگر جناب مفتی صاحب! آپ کو

۱۱ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں اس کی تردید کی ہے اور اس نے اپنے پرچہ نمبر ۴ میں قادیانی مناظر کو ہدایت کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس لحاظ سے کہ صحابہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کے متعلق اضطراب تھا اس لیے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے افان مکن او قتل کہہ کر ان کا اضطراب رفع کیا۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس موقع پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا۔ ایہا الناس من کان یعبد محمداً فان محمداً قد مات و من کان یعبد رب محمد فان اللہ حی لا یموت (مواہب لدینہ) ۱۲ مرتب

۱۲ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں اس دلیل یعنی والذین يدعون من دون الله لا یخلفون شیئاً و ہم یخلفون اموات غیرا احیاء و ما یشعرون ایان یبعثون (محل)

معلوم ہونا چاہیے کہ یہاں ان معبودانِ باطلہ کا ذکر ہے جن کی طرف خلق منسوب کی جاتی ہے اور وہ عالمِ خلق سے ہیں نہ عالمِ امر سے اور ان سے دعائیں کی جاتی ہیں۔ پہلے روح القدس کے متعلق یہ تینوں صفات ثابت کر دیں پھر اعتراض کریں۔ اب باقی رہا یہ کہ یہ قضیہ مطلقہ عامہ ہے اس سے ان کا مرے ہوئے ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ یہ آپ کی خوش

(بقیہ) کا جواب دیا ہے۔ اور پھر اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۴ میں بھی قادیانی مناظر کی من گھڑت باتوں کا جواب دیا ہے کہ روح القدس جو تثلیث کا اقوم ثالث ہے۔ ان معبوداتِ باطلہ میں داخل ہے جن کا اس آیت میں بیان ہے کیونکہ والذین یدعون من دون اللہ اور لا یخلقون شیئاً اور وہم یخلقون یہ تمام صفات روح القدس میں پائی جاتی ہیں۔ اور اسم موصول میں عموم ہے۔ اور قادیانی مناظر کا یہ کہنا کہ وہ عالمِ خلق سے ہے نہ عالمِ امر ہے عجیب بات ہے کیونکہ جو چیز امر اللہ سے پیدا ہو کیا وہ عالمِ خلق اور مخلوق اللہ سے نہیں۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ خداوند کریم نے معبوداتِ باطلہ کی معبودیت کو کئی رنگوں میں باطل کیا ہے۔ اول اس طرح کہ لا یخلقون شیئاً یعنی وہ کوئی چیز پیدا نہیں کرتے اور معبود خالق ہوتا ہے۔ دوم اس طرح کہ وہم یخلقون یعنی وہ پیدا کئے جاتے ہیں اور معبود مخلوق نہیں ہوتا۔ سوم یہ کہ ان پر فی وقت من الاوقات موت آنے والی اور معبود پر موت کا آنا ناممکن ہے۔ چہارم یہ کہ ان کو علم نہیں کہ کب زندہ کئے جائیں گے اور معبود عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ ۱۲ مرتب

۱۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۴ میں یوں ہدایت کی ہے کہ چونکہ اس آیت میں معبوداتِ باطلہ کی معبودیت باطل کرنا مقصود ہے اس لیے تاکیداً اموات غیرا حیاء فرمایا۔ اور اگر یہ قضیہ مطلقہ عامہ نہ ہو تو اگر کوئی شخص یا کوئی قوم اس وقت کسی زندہ شخص کو معبود قرار دے۔ تو اس کو اس آیت کی رو سے جیتے جی کس طرح مردہ تسلیم کر سکتے ہیں۔ پس آیت اپنے مطلب میں غیر کافی رہے گی جس سے قرآن کریم پاک ہے۔

فہمی ہے۔ کیونکہ اگر تمام معبودان باطلہ کو مرے ہوئے بھی مان لیا جائے تو پھر بھی مطلقہ عامہ کا اطلاق صحیح ہوگا اور یہاں محل موت مراد لینا بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ غیر احیاء اس کی تردید کر رہا ہے اور اس کے معنی کوئی نہیں بنتے بالکل مہمل کلام ہو جاتی ہے کہ ”وہ مرنے والے ہیں زندہ نہیں۔“ باقی رہا اس کی تائید میں انک میت پیش کرنا یہ صحیح نہیں۔ بے شک کسی حافظ سے پوچھ لیں کہ اس میں انک میت غیر حسی و انہم میتون غیر احیاء نہیں ہے۔ اور نیز آیت اموات۔ الذین کی خبر ہے۔ اور اسم ۱ موصول استغراق کے لیے ہوتا ہے اس لیے کوئی فرد اس سے باہر نہیں۔

۱۳۔ پھر آپ فرماتے ہیں کہ کانا یا کلان الطعام میں تغلیب مریم کی وجہ سے کی گئی ہے حالانکہ یہاں تردید صرف مسیح کی الوہیت کی مقصود ہے پہلی آیات پڑھ لیں۔

(بقیہ) اور قادیانی مناظر لکھتا ہے کہ اگر تمام معبودان باطلہ کو مرے ہوئے بھی مان لیا جائے تو پھر بھی مطلقہ عامہ کا اطلاق صحیح ہوگا۔ افسوس کہ قادیانی مناظر کو خود تو مطلقہ عامہ کے مفہوم اور مصداق کے درمیان فرق معلوم نہیں اور خلاف تہذیب اسلامی مناظر کے متعلق لکھتا ہے کہ اصطلاح تو لکھ جانتے ہیں۔ لیکن حقیقت سے واقفیت نہیں۔ ۱۲ مرتب

۱۔ سبحان اللہ قادیانی مناظر کا کیا علم و فضل ہے کہ ایک مقام پر تو اس اسم موصول سے روح القدس کو خارج کر رہے ہیں جو معبودات باطلہ سے ہے اور اس مقام پر ارشاد فرماتے ہیں کہ اسم موصول والذین یدعون۔ استغراق کے لیے ہے کوئی اس سے فرد باہر نہیں۔ ۱۲ مرتب

۲۔ قادیانی مناظر صاحب لکھتے ہیں۔ حالانکہ یہاں تردید صرف مسیح کی الوہیت کی مقصود ہے۔ پہلی آیات پڑھ لیں۔ قادیانی مناظر کے علم پر رونا آتا ہے۔ دیکھو اس آیت کا سیاق سباق یوں ہے۔ لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث لثلثہ و ما من الہ الا الہ واحد“

۱۔ دوسرے تغلیب جب مذکور مونث اکٹھے ہوں تو مذکر کی طرف سے ہوتی ہے جیسے القمر ان سورج چاند کے لیے کہا جاتا ہے شمس ان نہیں کہا جاتا۔ کیونکہ شمس عربی زبان میں مونث ہے اور کانت من القانتین تو بالکل آپ کے مدعا کے خلاف ہے۔ کیونکہ آپ نے تغلیب مونث کی مثال دی ہے۔ اور طعام کے متعلق تو

(بقیہ) و ان لم ينتهوا عما يقولون ليمسن الذين كفروا منهم عذاب الیم افلا يتوبون الى الله و يستغفرونه والله غفور رحيم۔ ما المسيح ابن مريم الا رسول قد خلت من قبله الرسل و امه صديقة كانا يا كلان الطعام انظر كيف نبين لهم الايات ثم انظر انسى يوفكون۔ (مائدہ) یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ ان آیات سے مقصود وہاں ہیں۔ اثبات توحید۔ ابطال الوہیت عیسیٰ اور مریم۔ اثبات توحید کے لیے فرمایا ما من الہ الا الہ واحد۔ اور ابطال الوہیت کے لیے فرمایا ما المسيح ابن مريم الا رسول قد خلت من قبله الرسل و امه صديقة كانا يا كلان الطعام یعنی عیسیٰ اور مریم کی احتیاج الی الطعام ان کی الوہیت کو باطل کرتی ہے۔ اس آیت میں حضرت مریم کا ذکر اس لیے ہے کہ عیسائیوں میں سے بعض فرقوں کے نزدیک حضرت مریم بھی الوہیت کے مرتبہ تک پہنچ چکی ہیں جیسا کہ اسی سورۃ کے اخیر میں ہے انت قلت للناس اتخذونی و امی الہین من دون الله (مائدہ) اس مضمون بالا سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ کانا یا کلان الطعام میں حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم دونوں کی الوہیت کا ابطال مقصود ہے نہ صرف مسیح کی الوہیت کا۔ پس قادیانی مناظر کا یہ کہنا کہ یہاں تردید صرف مسیح کی الوہیت کی مقصود ہے جہل مرکب کا ثمرہ ہے۔ ۱۲ مرتب

۱۱۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۴ میں اس کی یوں تردید کی ہے کہ سبحان اللہ قادیانی مناظر نے کیا گل کھلایا ہے کیونکہ میں نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں یہ لکھا ہے۔ (کانا یا کلان الطعام میں میخہ ماضی ان کی ماں کی وجہ سے) اور میری مراد اس سے یہ ہے کہ کانا میخہ ماضی کا حضرت مریم کی وجہ سے ہے کیونکہ وہ اس وقت طعام نہیں کھاتے۔ اور پھر میں نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں لکھا ہے (تغلیب ہے جیسے کانت من القانتین میں) اور اس سے مراد میری یہ ہے کہ مذکور مونث اکٹھے ہو گئے۔

سوال یہ ہے کہ اے بطعمنی ربی و یسقینی میں طعام مادی مراد ہے یا غیر مادی۔ ظاہر ہے کہ غیر مادی مراد ہے ورنہ وصال کا روزہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ اور کانا یا کلان الطعام میں زیر بحث طعام مادی ہے۔ غیر مادی نہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مادی کھانے کے متعلق فرماتے ہیں ولا مستغنی عنه ربنا۔ نیز اس کے متعلق ثابت کریں کہ خدا تعالیٰ ان کو یہ کھانا کھلاتا ہے۔

۱۴۔ اوصانی بالصلوة والزکوۃ کے متعلق جو اشکال تھا اس کو پہلے پرچہ میں کھول کر بیان کر دیا گیا ہے۔ اور زکوۃ کے متعلق یہ کہتا ہوں کہ قرآن مجید میں جہاں کہیں صلوۃ اور زکوۃ اکٹھے آئے ہیں وہاں فریضہ زکوۃ مراد ہے نہ کہ محض پاکیزگی جیسے اقيموا الصلوۃ والزکوۃ۔ اور آپ کا یہ فرمانا کہ میں ان کے لیے

(بقیہ) جس میں تذکیر کو تانیث پر غلبہ دے کر مذکر کے ساتھ تعبیر کی گئی ہے اور قادیانی مناظر ایسے الجمل المركب ہیں کہ بات تو ہماری بیان کر رہے ہیں اور سمجھتے یہ ہیں کہ ہم تردید کر رہے ہیں۔ ۱۲۔ مرتب

افسوس کہ قادیانی مناظر بے ربط اور بے اصل باتیں کئے جاتے ہیں۔ کیونکہ طعام من حیث ہو هو ما یطعم بہ کو کہتے ہیں یعنی جو طعام ہو کر مایہ حیات بنے۔ مادی ہو یا غیر مادی ہو جیسا کہ اس حدیث سے واضح ہے لست کا احد کم بطعمنی ربی و یسقینی (بخاری جلد ۱ ص ۲۶۳) دیکھو۔ بطعمنی جس کا اصل ماخذ طعام ہے اور کانا یا کلان الطعام میں زیر بحث احتیاج الی الطعام ہے مادی ہو یا غیر مادی کیونکہ مطلق احتیاج الوہیت کو باطل کرتی ہے۔ ۱۲۔ مرتب

۱۵۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۴ میں اس کی اس طرح تردید کی ہے کہ میں نے حناناً من لدنا و زکوۃ کو پیش کیا ہے۔ قادیانی مناظر نے اس کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ اور قادیانی مناظر کا یہ کہنا کہ جہاں صلوۃ اور زکوۃ اکٹھے مذکور ہیں وہاں زکوۃ سے مراد صدقہ مفروضہ ہے۔ یہ استدلال استقرائی ہے۔ اور استقرائی ظنی دلیل ہوتی ہے یقینی نہیں ہوتی۔ پس اس سے اتنا تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ بے شک قرآن شریف میں اکثر جگہ ایسا ہی وارد ہے۔

نصاب اور ان کا مالدر ہونا ثابت کروں عجیب بات ہے۔ یہ تو بات تھاکہ میں ان کو زندہ مانتا ہوتا۔ یہ تو آپ پر لازم آتا ہے۔ علاوہ ازیں اگر وہ صاحب مال نہیں تھے۔ تو ان کو تکلیف بالحال کیوں دی تھی۔ اور جعلی مبارککائینما کنت تو صلوٰۃ اور زکوٰۃ کو آسمان کے لیے بھی ثابت کر رہا ہے کہ ان کو یہ احکام بجالانے چاہئیں۔

۱۵۔ والسلام علی کی وجہ بیان کریں کیوں ان دو خاص دنوں کا ذکر نہ کیا۔ اگر جعلی مبارککائیں وہ دن آچکے ہیں تو کیا یوم اموت وغیرہ نہیں آچکے ان کی وجہ ذکر بیان کرو۔

۱۶۔ آیت ولکم فی الارض مستقرو جب الیہ آپ کے نزدیک مقرطبی پر دلالت کرتی تھی۔ تو مسیح مقرطبی کو چھوڑ کر آسمان پر کیوں چلا گیا؟ اور فیہا

(بقیہ) مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جس جگہ نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر آئے اس جگہ خواہ مخواہ صدقہ مفروضہ ہی مراد لیا جاتا ہے۔ کیونکہ لغت اور عقل اس کی شہادت نہیں دیتے۔ ۱۲ مرتب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں یہ لکھا ہے۔ پہلے میرے مناظر صاحب ابن مریم کا صاحب نصاب ہونا قرآن کریم یا حدیث سے ثابت کریں۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ ابن مریم کا کسی وقت صاحب نصاب ہونا ثابت کریں۔ ۱۲ مرتب

۲۔ یہ وہی باتیں ہیں۔ ۱۲ مرتب

۳۔ اس آیت کا کافی جواب گزر چکا ہے۔ اور قادیانی مناظر کے یہ خیالات و توہمات بفعل ما یشاء اور ان اللہ علی کل شیء قدیور کے خلاف ہیں۔ ۱۲ مرتب

تموتون بتا رہا ہے کہ یہاں میعاد کا ذکر ہے کہ موت تک زمین میں رہنا ہوگا۔

معلوم نہیں آپ اجل کے جال میں کیوں پھنس گئے۔

۱۷۔ اور آیت برسول یاسی ۲۔ من بعدی اسمہ احمد میں بعد

غیوبت اور موت دونوں کو شامل ہے۔ اب سوال ہے کہ آیا منفرد آیا مجتمعا اگر مجرد

غیوبت مراد ہے تو لانا نبی بعدی کو مثال میں پیش کر کے آپ نے ثابت کر دیا کہ آں

حضرت کے بعد بھی نبی آ سکتا ہے۔ اور نیز محض غیوبت مراد لینے کے لیے کوئی

آیت میں قرینہ بتانا چاہیے۔ اور اگر مجتمعا تو ہمارا مدعا ثابت ہے۔

۱۸۔ معمور سے مراد لمبی عمر پانے والا ہے نہ ہمیشہ کی عمر۔ کیونکہ منکس

اجب جعل لکھوینی قادیانی مناظر کو سمجھ نہ آیا تو کہہ دیا کہ آپ جعل کے جال میں کہاں پھنس

گئے۔ ۱۲ مرتب

۱۲ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۴ میں اس کی یوں تردید کی ہے کہ بعدی میں مطلق غیوبت

ہے اور غیوبت بالموت اور غیوبت بغیر الموت اس کے انواع ہیں۔ چونکہ لانبی بعدی میں

نکرہ حیز نفی میں ہے اس لیے اس کا یہ مطلب ہے کہ نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غیوبت

بالموت کے وقت کوئی نبی ہو سکتا ہے اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غیوبت بغیر الموت کے

وقت کوئی نبی ہو سکتا ہے کیونکہ نکرہ حیز نفی میں مفید استغراق ہے۔ اس سے تو مرزا صاحب کی

نبوت بروزی وغیرہ بھی باطل ہو گئی۔ اور یاسی من بعدی میں بعدی اثبات میں واقع ہے اور

اثبات میں غیوبت کے ایک نوع کا تحقق کافی ہے یعنی غیوبت بالموت ہو یا غیوبت اس طرح

پر ہو کہ ابن مریم آسمان پر اٹھانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں۔ ۱۲ مرتب

فِی الْخَلْقِ ہونے کے لیے یا اِرْزُلِ الْعَمْرَ تَک پہنچنے کے لیے دوامی زندگی کی شرط نہیں۔

۱۹۔ یہ اے بھی آپ نے خوب کہی کہ حدیث لو کان موسیٰ و عیسیٰ چونکہ خلاف قرآن ہیں۔ اس لیے میں نہیں مانتا جب تک آپ اسے خلاف قرآن نہ ثابت کریں اس وقت تک آپ کا یہ کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ جبکہ اس حدیث کو بڑے بڑے آئمہ نے لکھا ہے۔ مثلاً ابوالواقیت والجوہر جلد ۲ ص ۲۴ میں امام عبد الوہاب شعرانی نے اور مدارج السالکین میں امام ابن قیم نے اور تفسیر ابن کثیر میں حافظ ابن کثیر نے۔ تو صرف آپ کے کہنے کی وجہ سے ہم کیونکر اسے درست مان لیں۔ اور آپ نے علی الارض کی قید بڑھا کر ثابت کر دیا کہ ہمارا مدعا ثابت ہے۔ اور اصل حدیث کے وہی معنی ہیں جو ہم نے کئے ہیں اور آپ صرف عن الظاہر کرتے ہیں۔ جس کا دوسرا نام حمل علی المجاز ہے اور اس کے لیے کسی قرینہ کی ضرورت ہے وہ قرینہ پیش کریں۔ اور صحاح ستہ میں کسی حدیث کا بیان نہ ہونا کسی محدث نے وجہ ضعف کی قرار نہیں دی۔

۲۰۔ اور عمر ۲ والی حدیث کا بھی اس میں جواب آگیا ہے۔ اور نیز اس طرح

۱۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۴ میں اس کی یوں تردید کی ہے کہ حدیث لو کان موسیٰ و عیسیٰ حنین الخ آیت وما قتلوه یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ کے بالکل خلاف ہے اور یہ وہ آیت ہے جس کا قادیانی مناظر کوئی جواب نہیں دے سکا۔ اور اگر حنین علی الارض مراد لی جائے تو یہی آیت و دیگر آیات و احادیث حیات قرینہ ہوں گی۔ ۲۔ مرتب

۲۔ اگر اس عمر والی حدیث کو حسب تشریح قادیانی مناظر لیا جائے تو اس پر یہ اعتراض وارد ہوگا کہ چونکہ قادیانی مناظر کے زعم میں مرزا صاحب نبی ہیں اس لیے مرزا صاحب کی عمر تیس سال ہونی چاہیے تھی۔ ۲۔ مرتب

تو ماننا پڑے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ساٹھ برس کی عمر زمین پر گزاریں گے۔ اور باقی کہیں اور۔ حدیث میں تو مقدار رہائش کا ذکر ہے نہ کھانے پینے کا۔ اور عمر کا بتانا مقصود ہے۔

۲۱۔ معراج کی حدیث کے متعلق جو ہم نے سوال کیا تھا وہ ایسے کا دیا ہی قائم ہے جو صحیح بخاری وغیرہ کی حدیث کے مطابق پڑتا ہے کہ وہ فوت شدہ انبیاء میں کیوں گئے۔ ان کا مردوں میں کیا کام۔

۲۲۔ طبقات کبیر کی روایت پر جو آپ نے جرح کی ہے وہ بھی صحیح نہیں۔ افسوس ہے کہ آپ نے روایت کے الفاظ پر غور نہیں کیا۔ اس میں مسیح کو روح سے تعبیر نہیں کیا گیا۔ بلکہ روح کو مسیح بن مریم کی طرف مضاف کیا گیا ہے۔ آپ مضاف اور مضاف الیہ کے فرق کو بھی نہیں سمجھ سکے۔

پھر روح منہ میں مسیح کی روح کو کوئی خصوصیت نہیں۔ تمام پاک لوگوں کے ارواح خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہیں اور اسی کی طرف منسوب ہوتی ہیں۔

اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۴ میں اس کی اس طرح تردید کی ہے کہ معراج کی حدیث جو سنن ابن ماجہ سے میں نے پیش کی ہے اس کے جواب دینے کی ضرورت بھی نہیں۔ کیونکہ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم راوی ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی ان کا نزول بعینہ نہ بمثلہ بیان فرماتے ہیں۔ تو پھر اس کا کیا جواب ہو سکتا ہے۔ ۱۲ مرتب

۱۲ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۴ میں اس کی یوں تردید کی ہے کہ میں تو مضاف اور مضاف الیہ کے فرق کو جانتا ہوں کیونکہ اس عبارت یعنی عروج بروح عیسیٰ الخ میں حضرت عیسیٰ سے تعبیر بالروح کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہاں اضافت نہ ہو کیونکہ بروح عیسیٰ میں اضافت بیان ہے یعنی عروج بالروح الذی ہو عیسیٰ الخ یہ قادیانی مناظر کا کمال ہے کہ لفظ تعبیر بالروح کو اضافت کے معنی سمجھتا ہے۔ ۱۲ مرتب

کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں تھی۔ ہم تو ایسے خیال سے بیزار ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بقول حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ درجہ مانتے ہیں کہ شعر

صد ہزاراں یوسفے یتنم دریں چاہِ ذقن و اں مسیح ناصری شد از دم او بیشمار
اور

تمت علیہ صفات کل مزیدہ ختمت بہ نعماء کل زمان
اور المہدی فی وسطہا کو پیش کرنے سے تو شیعوں کا عقیدہ ماننا پڑتا ہے کیونکہ ڈیڑھ ہزار برس امت کا زمانہ ہو تو ساڑھے سات سو برس ان کو زندہ ماننا پڑے گا۔ تب مسیح کو مل سکتے ہیں۔

چونکہ وقت ختم ہو گیا ہے اس لیے میں اسی پر ختم کرتا ہوں۔ والسلام۔ مناظر
منجانب جماعت احمدیہ

جلال الدین شمس۔ مولوی فاضل
پریزیڈنٹ

چوہدری حاکم علی صاحب احمدی

ایہ سب تلمیحات ہیں ورنہ مرزا صاحب کے اس شعر پر غیرت نہیں آتی۔

منم مسیح زمان و کلیم خدا منم محمد و احمد کہ بختی باشد

۲ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۴ میں اس کی یوں تردید کی ہے کہ حدیث و کیف تہلک امۃ انا اولہا و المہدی وسطہا و المسیح اخرہا میں میرے اوپر شیعوں کے ہم اعتقاد ہونے کا الزام لگایا گیا ہے۔ جناب من ہر بات میں امامیہ کے مخالف نہیں بلکہ اس بات میں اتفاق ہے کہ حضرت امام مہدی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت موجود ہوں گے۔ یہ دوسرا اختلاف ہے کہ اب پیدا ہو چکے ہیں۔ یا نہ ۱۲ مرتب

اللہم اغفر لکاتبہ و لمن سعی فیہ۔

پس باوجودیکہ شرائط میں یہ طے ہو چکا تھا کہ قبل دعویٰ مسیحیت کی تحریر پیش نہیں کی جائے گی۔ مگر آپ نے خلافت شرائط اس کے علاوہ اور بھی بہت سی باتیں لکھیں۔

ہمارے مذکورہ بالا بیان سے واضح ہے کہ قرآن مجید سے جو دلائل پیش کئے گئے ہیں ان میں سے ایک دلیل بھی حضرت مسیح کی حیات پر دلالت نہیں کرتی۔
فافہم۔

دستخط قادیمانی مناظر جلال الدین صاحب شمس۔ مولوی فاضل
دستخط کرمداد و المیال۔ پریزیڈنٹ

۱۱۹ اکتوبر ۱۹۲۲ء بسم اللہ الرحمن الرحیم پرچہ نمبر ۳

از مفتی غلام مرتضیٰ صاحب اسلامی مناظر

سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العليم الحكيم

فان تنازعتم فی شئی فردوه الی اللہ و الرسول۔

اللہ کا اسم رافع کا معنی اعزاز دہندہ رفع روحانی اور رفع جسمانی دونوں کو

لازم ہے جو معنی کنائی ہے اور جس کا حقیقت کے ساتھ معاً مراد لینا جائز ہے اور اذا

تواصنع العبد رفعہ اللہ الی السماء اور ولو شئنا لرفعناہ بها اور فی بیوت

اذن اللہ ان ترفع اور ان اللہ یرفع بهذا الكتاب اقواما و یضع بها اخرین

وغیرہ میں رفع جسمانی مراد نہ ہونا ہم کو مضر نہیں اور اس کے خلاف نہیں کہ بل رفعہ

اللہ الیہ میں بلحاظ سیاق و سباق و بلحاظ قواعد عربیہ مجوزہ مناظرہ رفع جسمانی مراد

ہو جیسا کہ پہلے پرچہ میں بیان کیا گیا۔ اور میرے مناظر صاحب نے کوئی مثال

رفع الیہ یعنی الی اللہ کی نہیں پیش کی۔ اور الرحمن علی العرش استوی کا معنی

استوا من حیث الرحمانیت ہے اور آپ تحریف کر کے عیسائیت کے ہم عقیدہ ہونے کا الزام نہ لگا دیں۔ اور ثم اتموا الصیام الی اللیل کا یہ مطلب ہے کہ رات تک روزہ کو پورا کرو اور رات ہوتے ہی افطار کیا جائے۔ اور مرزا صاحب کی عبارتوں سے فقط یہ فائدہ حاصل کیا گیا ہے کہ رفع الی اللہ سے مراد آسمان کی طرف اٹھائے جانا ہے۔ اور رفع جسمانی ثابت کرنے کے لیے ہم نے بل کو میدان مناظرہ میں چھوڑ دیا ہے جو اس کا مقابلہ کرے گا انشاء اللہ شکست کھائے گا۔ اور مرزا صاحب نے آسمان کا لفظ بولا ہے جس میں کوئی تاویل نہیں ہو سکتی۔ جناب قرآن کے الفاظ میں بحث کریں دوسری باتوں کو چھوڑ دیں اور ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ امواتا بل احياء میں صفت مبطلہ یعنی امواتا اور صفت مشتبہ یعنی احياء دونوں کے ضمیروں کا مرجع ایک من یقتل ہے نہ من کیونکہ الموصول مالا یتیم جزاء الابصلة وعائدا اور صنعت استخدام میں یہ ضروری ہے کہ وہ مقتضا حال اور وضوح دلالت کے منافی نہ ہو۔ اور نیز ایک معنی مراد لینے کو وہاں قرآن ۲ معذور ثابت کریں۔

۱۔ کیونکہ صنعت استخدام تحسین کلام کے وجوہ سے ہے اور تحسین کلام کے وجوہ میں یہ ضروری ہے کہ قواعد فن معانی وقواعد فن بیان کے منافی نہ ہوں جیسا کہ تعریف فن بدیع سے ظاہر ہے البدیع ہو علم یعرف بہ وجوہ تحسین الکلام بعد رعاية المطابقة و وضوح الدلالة (مطلوب) اور اگر وما قتلوه وما صلبوه وما قتلوه یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ میں صنعت استخدام اختیار کی جائے تو وما قتلوه یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ میں جو بل ابطالیہ اور قصر قلب ہے ان کے منافی ہوگی۔ پس یہاں صنعت استخدام کا اختیار کرنا بروئے فن بدیع جائز نہیں۔ ۲۔ مرتب

۲۔ اور ما نحن فیہ میں یعنی وما قتلوه وما صلبوه وما قتلوه یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ میں ہر چار ضمار منصوب متصل سے ایک معنی یعنی عیسیٰ زندہ بحمدہ العصری مراد لینے پر کوئی قرینہ روکتا نہیں۔

جیسا کہ۔ افسقی الغضا والساکنیہ و ان مم۔ شبوہ بین جوانح
وضلوع۔ پہلے ضمیر سے مراد مکان ہے اور دوسری ضمیر سے بقرینہ شبوہ آگ
ہے۔ قرآن کریم نے وقولہم انا قتلنا المسیح۔ الخ کے ساتھ یہود کا اعتقاد
بیان کر دیا تو اب تورات استثناء باب ۲۱ آیت ۲۲ وغیرہ کو پیش کرنے میں میرے
مناظر صاحب نے تسلیم کر لیا ہے کہ میرے پاس قرآن کریم اور قواعد عربیہ کے
مطابق کوئی جواب نہیں بلکہ توریت میں بھی وہ مصلوب ملعون قرار دیا گیا ہے جو کسی
جرم میں مصلوب ہوا اور ۳۰ لم یمنی بشر ولم اک بغیا کی خصوصیت کے
لحاظ سے حکیمائے معنی صحیح ہیں۔ میرے مناظر صاحب نے دیدہ دانستہ یا کسی
وجہ سے دوسرے پرچہ میں ایسے مضامین درج فرمائے ہیں۔ جن کی تردید میرے

(بقیہ) بلکہ بل ابطالیہ اور قصر قلب قطعی طور پر اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ ہر چار ضمیروں سے مراد
حضرت عیسیٰ زندہ بحسدہ العصری ایک ہی بعینہ ہیں۔ ۱۲ مرتب
اور کچھ اس شعر میں صنعت استخدا م ہے کیونکہ ضمیر مجرور جو الساکنیہ میں ہے اور ضمیر منصوب جو شبوہ
میں ہے دونوں کا مرجع الغضا ہے اور ضمیر مجرور سے مراد بقرینہ الساکنی مکان ہے اور ضمیر منصوب سے
مراد بقرینہ شبوہ آگ ہے۔ اور یہاں صنعت استخدا م اختیار کرنا نہ قواعد معانی کے منافی ہے اور نہ ہی
قواعد بیان کے۔ اور نیز یہاں قرآن موجود ہیں جو ایک معنی مراد لینے سے روکتے ہیں۔ ۱۲ مرتب۔
۲ کیونکہ بلحاظ آیت فاسئلوا اهل الذکر انکتُم لاتعلمون بھی توریت کی طرف رجوع اس
وقت جائز ہوتا جب ہم کو یہود کا وہ اعتقاد جس کی و ماقلوہ الخ تردید ہے قرآن کریم سے معلوم نہ ہوتا
جیسا کہ انکتُم لاتعلمون سے روشن ہے۔ اور قرآن کریم نے اپنے اس فقرے قولہم انا قتلنا
المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ کے ساتھ یہود کے اس اعتقاد کو واضح طور پر بیان کر دیا
ہے تو اب قادیانی مناظر کا قرآن کریم اور حدیث اور اقوال صحابہ اور قواعد عربیت سے روگردانی کر کے
توریت کو پیش کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ جواب دینے سے عاجز ہے۔ ۱۲ مرتب
۳ ترجمہ۔ اور حالانکہ نہ مجھے کسی نے نکاح کر کے چھوا ہے اور نہ میں بدکار ہوں۔ ۱۲ مرتب

پر چہ اول میں موجود ہے۔ مثلاً نزول انزلنا الحديد وغيره میں بقرینہ الحدید وغیرہ اور معنی مراد لینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جہاں نزول ہو وہاں پیدا ہونے کے معنی مراد ہوں گے ورنہ لازم آئے گا کہ حدیث ۱۲ فی نزول عند المنارة البیضا شرقی دمشق بین مہزودتین واضعا کفیه علی اجنحة ملکین کے معنی (استغفر اللہ) یہ ہوں گے کہ عیسیٰ دور نگین کپڑے پہنے ہوئے دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے پیدا ہوں گے۔ اور قبر سے مراد گورستان ہے۔ یہ اعتراض تو (نعوذ باللہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے نہ مجھ پر۔ اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے خواب میں تین چاند دیکھنے کی تعبیر اس کی عظمت کو بالائے طاق رکھنے سے کی گئی ہے ورنہ صحیح تعبیر یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بمنزلہ آفتاب ہیں اور شیخین اور مسیح موعود بمنزلہ چاند کے ہیں۔ مرزا صاحب کے اقوال ہم پر حجت نہیں ہو سکتے بلکہ آپ پر۔ اور آپ کا یہ کہنا کہ حقیقت و مجاز جمع ہو سکتے ہیں بالکل فن بیان کے خلاف ہے۔ ہاں حقیقت اور معنی کنائی جمع ہو سکتے ہیں۔ کنایت اور مجاز میں شاید آپ فرق نہ سمجھتے ہوں گے۔ اور مولوی نور الدین صاحب کا فقرہ (ہر جگہ) آپ کو کوئی تاویل کرنے نہیں دیتا۔ کیونکہ ۱۲ الاعتبار لعموم اللفظ لا لخصوص المورد اور قرآن و حدیث کو چھوڑ کر امام مالک وغیرہ کا نام لینا یہ آپ کی کمزوری ہے کیونکہ میں تو من حیث انا مسلم مناظر ہوں۔ پس بس اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمین میں مدفون ہونا اور حضرت عیسیٰ کا آسمان پر ہونا اس سے حضرت عیسیٰ کا افضل ہونا نہیں ثابت ہوتا۔ کیونکہ افضل یا غیر افضل ہونا ہم بروئے قرآن کریم اور صحیح حدیث کے سمجھیں گے۔ اور قرآن اور

۱۲ یہ حدیث صحیح مسلم میں ہے اور اس کا ترجمہ یہ ہے پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے اس منارہ سفید کے پاس جو دمشق کی شرق کی جانب واقع ہے دور نگین کپڑے پہنے ہوئے دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے۔ ۱۲ مرتب

۲ یعنی لفظ کا عموم معتبر ہوتا ہے اور خصوصیت نزول شان ملحوظ نہیں ہوتی۔ ۱۲ مرتب

حدیث کا یہ فیصلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کمال الوہیت میں ہے اور انسان کا کمال عبودیت میں ہے۔ قرآن کریم میں ہے ایسا ایہا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم الی و انزل من السماء ماء فاخرج به من الثمرات رزقا لکم اس آیت میں خداوند کریم نے انسانوں کو عبادت کا حکم فرمایا ہے جو اعلیٰ درجہ کی عبودیت کا نام ہے اور پھر اپنے چند صفات ذکر کے اخیر میں صفت و انزل من السماء الخ کو بیان فرمایا ہے۔ اور اس میں یہ بتایا ہے کہ زمین جو پستی کا مظہر ہے آسمان سے جو بلندی کا مظہر ہے کس طرح فائدہ اٹھاتی ہے۔ اسی طرح جب انسان اپنے آپ کو عبادت یعنی اعلیٰ درجہ کی عبودیت میں لگا کر پستی کا مظہر بناتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکات کا نزول ہوتا ہے۔ اور انسان جس قدر عبودیت میں ترقی کرتا ہے اسی قدر عند اللہ زیادہ مقرب ہوتا ہے۔ اور یہ امر بالکل روشن ہے کہ اللہ تعالیٰ الوہیت میں لاشریک لہ ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کمال عبودیت میں لاشریک لہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے ان مقامات میں جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلیٰ درجہ کے اعزاز دینے کا ذکر ہے اور جہاں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اس اعلیٰ اعزاز ملنے کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبودیت میں نقص پیدا ہو گیا ہو اس بات کی شہادت دی ہے کہ باوجود ایسے اعلیٰ اعزاز ملنے کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبودیت میں ذرہ بھر فرق نہیں آیا بلکہ عبودیت میں ترقی ہوئی ہے دیکھو۔

ایہ آیت تمام اس طرح ہے یا ایہا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون الذین جعل لکم الارض فراشا والسماء بناء و انزل من السماء ماء فاخرج به من الثمرات رزقا لکم۔ (البقرہ) یعنی اے لوگو اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور انہیں جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم متقی بنو۔ وہ جس نے زمین جو تمہارے لیے قرار گاہ بنایا اور آسمان کو عمارت اور اوپر سے پانی اتارا پھر اس کے ساتھ تمہارے لیے پھلوں سے رزق نکالا۔

۱۔ سبحان الذی اسری بعبده اور دیکھو ۲۔ فاحی الی عبده ما اوحی ۔

ایہ کیا کمال اعزاز کا مقام ہے کیونکہ ملک الملوک ایک اپنے مقرب فرشتے جبریل کو براق دے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجتا ہے اور حسب ارشاد الہی دست بستہ ہو کر عرض کرتا ہے کہ حضور براق پر سوار ہو کر آیات الہیہ کا معائنہ کیجئے۔ ایسے اعلیٰ اعزاز کے مقام میں یہ گمان پیدا ہوتا ہے کہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبودیت میں کسی قسم کا نقص آگیا ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سبحان الذی اسری بعبده یعنی پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرایا اپنے بندے کو۔ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لفظ عبد کے ساتھ تعبیر کر کے اور پھر عبد کو اپنی طرف مضاف کر کے اس بات کی شہادت دی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبودیت میں ذرہ بھر فرق نہیں آیا اور نہ اس سے لفظ عبد کے ساتھ تعبیر کر کے اپنی طرف اضافت نہ کرتا۔ ۱۲۔ مرتب

۲۔ یہ آیت ماقبل کے ساتھ یوں ہے دنیا فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی فاحی الی عبده ما اوحی ۔ یہ کیسا اعلیٰ اعزاز و اکرام کا مقام ہے۔ اور اس کا بیان یہ ہے کہ دنیا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی صفات کے قریب ہوئے اور اس کی صفات کے مظہر اتم ہوئے۔ فتدلی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی ذات کے قریب ہوئے۔ فکان قاب قوسین پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان مقدار دو کمانوں کے ہوا۔ یعنی دائرہ وجود کو جب خط مستقیم نے قطع کیا تو دو کمانیں پیدا ہو گئیں۔ ایک کمان وجوب اور دوسری کمان امکان اور اللہ تعالیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اتنا فرق رہا کہ اللہ تعالیٰ واجب الوجود اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ممکن الوجود او ادنیٰ یہ فرق بھی نہ رہا۔ اب وہم پیدا ہوتا تھا کہ

اور دیکھو تبارک الذی نزل الفرقان علی عبده۔ اور ملاحظہ ہو اضافت عہد طرف اللہ کی اسی وجہ سے اور رفعنا لک ذکر ک ہے اور اسی کمال عبودیت کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل المرسلین ہیں اور آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر قرب الہی اور رفعت منزلت میں بدرجہا فوقیت ہے۔ اور اسی کمال عبودیت کا یہ اقتضاء ہے کہ از ابتداء پیدائش تا وفات آپ کا ایسا رنگ رہے جو عبودیت کے مناسب ہو۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی پیدائش پر زمینی اسباب منعقد ہوئے اور تمام حیاتی زمین پر بسر کی۔ اور زمین پر ہی فوت ہوئے اور زمین میں ہی مدفون ہوئے جو پستی کا مظہر ہے۔ ملک افلاک سے پر قربان۔ الخ

اور دوسری دلیل کے متعلق جو یہ قول پیش کیا گیا ہے و ان منکم لمن

(بقیہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں عبودیت نہیں رہی بلکہ الوہیت آگئی ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاوحِیَ اِلَیْ عِبْدِهِ مَا اَوْحٰی۔ اور عہدہ کے ساتھ شہادت دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبودیت میں ذرہ بھر فرق نہیں۔

ایہ آیت تمام اس طرح ہے تبارک الذی نزل الفرقان علی عبده لیكون للعلمین نذیراً۔ یعنی برکت والی وہ ذات ہے جس نے اپنے بندے (محمد) پر کتاب حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والی نازل کی اس لیے کہ وہ تمام دنیا کی اصلاح کرے۔ یہ بھی اعلیٰ مقام اعزاز کا ہے۔ ۱۲ مرتب

۲ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی واجعل لی لسان صدق۔ اے خدایا لوگوں میں میرا ذکر خیر چلا دے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال عبودیت کا یہ ثمرہ ہے کہ بغیر عرض کرنے کے خداوند کریم ان کو رفع الذکر کر کے فرماتا ہے و رفعنا لک ذکر ک اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آیا ہم نے تیرا ذکر بلند نہیں کیا۔ وہ خلیل رنگ ہے اور یہ محبوبی رنگ ہے۔ ۱۲ مرتب

۳ لکھنؤ کے ایک پنڈت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری پڑھتے پڑھتے عشق محمدی نصیب ہوا۔ اور وہ پنڈت صاحب نہایت فصیح شاعر تھے۔ انھوں نے یہ اشعار بصورت مخمس فرمائے۔

لیسٹن وغیرہ۔ اس کے متعلق ہم یہ کہتے ہیں کہ یہاں مراد استقبال ہے بلحاظ قواعد نحو۔ آپ بھی کوئی قاعدہ نحوی پیش کریں جس سے یہ ثابت ہو کہ بوقت دخول لام تاکید و نون ثقیلہ غیر استقبال بھی مراد ہو سکتا ہے آپ ہرگز پیش نہ کر سکیں گے۔ اور جب حسب شرائط مقررہ ہم قرآن کریم اور حدیث اور قواعد عربیت کے مطابق مناظرہ کر رہے ہیں تو آپ گھبرا کر ہر ایک فقرہ میں شرائط سے کیوں تجاوز کر رہے ہیں۔ اور امام مالک کا کبھی نام لیا جاتا ہے اور کبھی شاہ رفیع الدین کا نام لیا جاتا ہے۔ کیا فان اٰ تنازعتم الخ کے طریق پر بحث کرنا اسی کا نام ہے۔ اور یہی حال لنہدینہم پسبنا کا ہے۔ مولوی نور الدین صاحب کی مرزا صاحب نے جو آپ کے پیغمبر تھے توثیق کی۔ اور بعد توثیق بھی مولوی صاحب ممدوح نے اس معنی میں کوئی ترمیم نہیں کی۔ جناب تابعی کا نام اور ذکر کیوں کرتے ہیں۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما صحابی کو ہم ثالث تسلیم کرتے ہیں دیکھئے۔

"THE NATURE AND IMPORTANCE
OF AHLE SUNNAT WAL JAMAAT"

(بقیہ)

ملک افلاک پر قرباں زمیں پر ناز میں صدقے جہاں کے خوبرو قرباں زمانہ کے حسیں صدقے
زماں قرباں زمیں صدقے مکاں قرباں مکیں صدقے میرا دل ہی نہیں قرباں میری جاں ہی نہیں صدقے
نیاز و انکساری پر لہ العالمین صدقے ۱۲ مرتب

ایہ آیت اس طرح ہے۔ فان تنازعتم فی شئی فردوه الی اللہ والرسول انکم تمونون باللہ والیوم الاخر یعنی اگر کسی چیز میں باہم جھگڑا کرو تو اسے اللہ (قرآن) اور رسول (حدیث) کی طرف لے جاؤ اگر تم اللہ پر اور آخر کے دن پر ایمان لاتے ہو۔ دیکھو قرآن کریم کا یہ قطعی فیصلہ ہے کہ امر متنازع فیہ اور مختلف فیہ میں قرآن کریم اور حدیث نبوی کے مطابق اس تنازع و اختلاف کو رفع کرو ورنہ تم مومن نہ ہو گے۔ اور قادیانی مناظر نے نہ اس قرآنی فیصلہ کو ملحوظ رکھا ہے اور نہ ہی اپنے شرائط مجوزہ کا پاس خاطر کیا ہے۔ ۱۲ مرتب۔

عن ابن عباس وان الله رفعه بجسده وانه حي الآن و
 سيرجع الى الدنيا فيكون فيها ملكاً ثم يموت كما يموت الناس
 (طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۲۶) اور الى يوم القيمة كما مطلب حسب قواعد عربيت
 یہ ہے کہ یہ چاروں واقعات قیامت سے پہلے پہلے ہو جائیں گے۔ اور آیت
 اغرينا بينهم العداوة والبغضاء سے مراد طول زماں ہے ورنہ یہ آیت اس آیت
 کے متعارض ہوگی۔ هو الذي ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره
 على الدين كله۔ کیونکہ مرزا صاحب اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ایک
 عالمگیر غلبہ اس کو عطا کرے (چشمہ معرفت) سبحان اللہ۔ جن باتوں کا جواب مکمل
 طور پر پرچہ نمبر ۱ میں درج ہے اس سے چشم پوشی کر کے پھر بھی طوطے والی بات سیکھی
 ہوئی پیش کی جاتی ہے۔ اور واہ واہ۔ ابو ہریرہ سے ابو ہریرہ حقیقی معنوں میں مراد
 نہیں۔ اور براہین احمدیہ کی عبارت کو پیش کرنا خلاف شرائط نہیں۔ کیونکہ مرزا
 صاحب اس کتاب کے متعلق فرماتے ہیں۔ ”معلوم نہیں کہ یہ کتاب کہاں اور کب
 ختم ہوگی۔ اس کتاب کا ظاہر باطن متولی خدا ہے۔“ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ
 اس کتاب کے مضامین تصدیق شدہ خداوندی ہیں۔ اور آپ مرزا صاحب کا کوئی
 قول مجھ پر حجت نہیں قائم کر سکتے۔ اور فول ۳۔ وجھک شطر المسجد

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بحسدہ العصری
 اٹھالیا ہے اور وہ حضرت عیسیٰؑ اس وقت زندہ ہیں اور دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے۔ پس بادشاہ ہوں
 گے پھر فوت ہوں گے جیسا کہ اور لوگ فوت ہوتے ہیں ۱۲ مرتب
 ۱۲ اس کتاب چشمہ معرفت میں مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ ”اور اللہ تعالیٰ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لیے
 کہ میں اس کی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھائے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو ان کی
 بھی ان سے نبوت ثابت ہو سکتی ہے۔“ (ص ۳۱۷) ۱۲ مرتب
 ۱۲ یعنی پس اے محمد اپنے منہ کو مسجد حرام کی طرف کرو۔ ۱۲ مرتب

الحرام کا معاملہ قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ مسئلہ حیات مسیح اعتقادیات سے ہے اور تحویل قبلہ عملیات سے ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ میرے مناظر صاحب شرائط مقررہ سے دور بمراحل جا رہے ہیں۔ اور انھوں نے میرے پرچہ نمبر ۱ کا کوئی جواب نہیں دیا۔ آخر گھبرا کر تورات محرف کتاب کو اپنا بلحا قرار دیا۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ وہ کتاب بھی ان کی امداد سے انکاری ہے۔

اور آیت حتی اذ اجاء احدہم الموت قال رب ارجعون
لعلی اعمل صالحاً فیما ترکت کلا انها کلمۃ ہو قائلھا و من ورائہم
برزخ الی یوم یبعثون۔ (مومنوں) میں ظالمین کا ذکر ہے اور نیز اس آیت کا
مصدق وہ لوگ ہیں جن پر موت آجائے۔ اور حضرت مسیح ابن مریم کو یہ آیت
شامل نہیں۔ میں افسوس کرتا ہوں کہ میرے مناظر صاحب نے تہذیب کو جواب
دے کر کلا کو ابن مریم کے لیے کلا کہا۔ اور چونکہ ابن مریم کی توہین ہم برداشت
نہیں کر سکتے اور نہ ہی ابن مریم اس کے مصداق ہیں اس لیے مطابق جزاء سبۃ
سبۃ مثلھا۔ ہم اتنا عرض کرتے ہیں کہ بقول میرے مناظر کے مصنوعی مسیح موعود
اس آیت کا مصداق ہے۔ اور یہ کلا ان کے لیے کلا ہے۔

دستخط۔ مفتی غلام مرتضیٰ اسلامی مناظر۔

دستخط۔ مولوی غلام محمد۔ پریذیڈنٹ اسلامی جماعت۔

از گھوٹہ ضلع ملتان۔

یعنی جس وقت تمہارے ایک پر موت آجائے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب مجھے واپس لوٹاتا کہ
میں اعمال صالحہ بجالاؤں۔ یہ بات ہرگز نہیں ہوگی۔ یہ صرف ایک بات ہے۔ جو وہ کہہ رہا
ہے۔ اور ان کے پیچھے ایک برزخ ہے قیامت کے دن تک۔ ۱۲ مرتب

از مولوی جلال الدین صاحب قادیانی مناظر

بسم الله الرحمن الرحيم نحمده و نصلى على رسوله الكريم
رب اشرح لى صدرى الآيه۔

۱۔ مفتی صاحب مجھ پر الزام لگاتے ہیں کہ میں شرائط کے خلاف لکھتا ہوں۔
حالانکہ میں نے شرائط کے خلاف نہیں کیا۔ بلکہ مفتی صاحب خود شرائط کے خلاف
کر رہے ہیں۔ مثلاً حضرت مسیح موعود کا براہین احمدیہ کا حوالہ اور خلیفہ اول کا قول
اور دوسرے پرچہ میں حضرت ابن عباس وغیرہ کا قول سب باتیں خلاف شرائط

اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۵ میں بھی اس کی یوں تردید کی ہے کہ دعویٰ نبوت کی جو تاریخ مرزا
صاحب اور ان کے مریدین بیان کرتے ہیں وہ ہمارے حجت نہیں۔ بلکہ اس لحاظ سے کہ مرزا صاحب
کے دعویٰ نبوت کی علت الہام ہے اس لیے جب سے وہ ملہم ہیں تب سے ہی وہ اپنے زعم میں نبی
ہیں۔ اور بوقت تصنیف براہین احمدیہ مرزا صاحب ملہم تھے۔ اور نیز اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱
میں براہین احمدیہ کی عبارت نقل کر کے یہ لکھا ہے ”میری مراد کوئی الزامی جواب دینا نہیں ہے بلکہ یہ
بتلانا ہے“ الخ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسلامی مناظر نے براہین احمدیہ کی عبارت الزام پیش نہیں کی
بلکہ مرزا کی کاریگری جتلائی ہے اور ابن عباس صحابی ہیں تو ان کا ذکر شرط نمبر ۲ کے مطابق ہے۔ اور کمال
تو قادیانی مناظر نے کیا ہے کہ شرط نمبر ۱ کا یہ مقتضا تھا کہ زمرہ دلائل میں قرآن کریم اور حدیث نبوی
کے سوائے کوئی دلیل پیش نہ کی جائے لیکن قادیانی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ دلائل میں حضرت امام
حسن کا قول تاریخی رنگ میں پیش کر دیا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ قادیانی مناظر اپنے پیغمبر اور اپنے پیغمبر
کے خلیفے مولوی نور الدین صاحب کی باتیں سنی نہیں چاہتا۔ حالانکہ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں
لکھا ہے کہ میں نے مولوی نور الدین کے اقوال بحیثیت خلیفہ ہونے کے پیش نہیں کئے بلکہ اس حیثیت
سے کہ مرزا صاحب نے مولوی صاحب کی دینی رنگ میں اعلیٰ درجہ کی توثیق کی ہے۔ ۲ مرتب

ہیں جو انہوں نے لکھی ہیں۔

۲۔ آپ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا نام رافع رافع جسمانی اور روحانی دونوں کو شامل ہے۔ یہ بالکل لغت کے خلاف ہے کیونکہ لغت کا حوالہ جو میں نے پیش کیا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس کے معنی رافع جسمانی قطعاً نہیں ہوں گے۔ اور آپ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ ایسی مثال پیش کرو جس میں الی بھی موجود ہو۔ مگر اس کی مثال پیش کرنا میرے ذمہ نہیں۔ کیونکہ لغت والوں کے حوالہ سے ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کے نام رافع کے معنی چاہے صلہ الی ہو یا نہ ہو اس کے معنی رافع جسمانی کے نہیں ہوتے۔ اور میری مثالیں آپ کے مدعا کو باطل ثابت کرتی ہیں کیونکہ الیہ سے آپ آسمان مراد لیتے ہیں۔ کہ آسمان کی طرف اٹھالیا۔ اور حدیث میں باوجود آسمان کا لفظ موجود ہونے کے اس کے معنی آسمان پر لے جانا نہیں ہیں۔ اس سے روح کا علیین میں لے جانا ہی مراد ہے پس حضرت مسیح موعود کا

اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۵ میں پھر دوبارہ قادیانی مناظر کو یہ ہدایت کی ہے کہ میری مراد یہ نہیں کہ خدا تعالیٰ کا نام رافع رافع جسمانی اور رافع روحانی دونوں کو شامل ہے۔ بلکہ میری مراد یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کی رافع جسمانی یا رافع روحانی کرے تو اس رافع کو اعزاز لازم ہے جو معنی کنائی ہوں گے اور لازم و ملزوم دونوں معا مراد ہو سکتے ہیں جیسا کہ فن بیان میں مصرح ہے۔ اور بل دفعہ اللہ الیہ میں رافع جسمانی و اعزاز دونوں معا مراد ہیں۔ ۱۲ مرتب

۲۔ واہ رہے قادیانی مناظر صاحب۔ آپ کے فہم و ادراک پر افسوس۔ مرزا صاحب نے فقط علیین کا لفظ ہی نہیں کہا بلکہ آسمان کا بھی کہا ہے اور پھر قادیانی مناظر نے علیین اور آسمان میں غیریت سمجھی ہے حالانکہ حدیث میں بروایت براء ابن عازب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کا روح فرشتے لے کر آسمانوں سے گزرتے ہوئے جب ساتویں آسمان پر پہنچتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اکتبوا کتاب عبدی فی علیین اور علیین ساتویں آسمان میں سے ایک موضع کا نام ہے۔

(مشکوٰۃ ص ۱۳۳) ۱۲ مرتب

قول بالکل حدیث کے مطابق ہے اور آپ کا حدیث کے خلاف اور الی تو دوسری مثالوں میں بھی ہے۔ مثلاً انی مہاجر الی ربی اور ففروا الی اللہ اور انا الیہ راجعون اور اتوب الیہ وغیرہ میں کسی کے معنی آسمان پر لے جانا نہیں پس الی کا لفظ ثابت نہیں کرتا کہ آسمان پر جائیں۔ پھر ثم اتموا الصیام الی اللیل میں نے بتایا ہے کہ مسیح کو ساتویں آسمان تک جانا چاہیے تھا۔ یہ کیا وجہ ہے کہ وہ دوسرے آسمان پر ٹھہر جائیں۔ اور آپ مانتے ہیں کہ استوا صفت رحمانیت کے لحاظ سے ہے۔ اور مسیح کا آسمان پر لے جانا بھی صفت رحمانیت کے ماتحت ہے تو دوسرے آسمان پر کیوں رکھا گیا اور اوپر کیوں نہیں لے جایا گیا؟

۱ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۵ میں یوں کہا ہے کہ یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ ان مثالوں میں سے کوئی ایسی مثال نہیں جس میں رفع الی اللہ یا عروج الی اللہ یا صعود الی اللہ ہو اور مراد الی غیر السماء ہو۔ ۱۲ مرتب

۲ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۵ میں کھول کر یوں تردید کی ہے کہ قادیانی مناظر نے اپنی تائید میں آیت ثم اتموا الصیام الی اللیل پیش کی ہے اور اس کو اتنا پتہ نہیں کہ یہ آیت میری تردید کر رہی ہے کیونکہ الی کا مدخول اللیل ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جب آفتاب غروب ہو جائے تو رات ہوتے ہی افطار کرو۔ یہ مطلب نہیں کہ جب تمام رات گزر جائے تو رات کے اخیر جزو میں افطار کرو۔ اور ویسا ہی آیت بل رفعہ اللہ الیہ سے جب الی السماء مراد ہے اور مدخول الی کا السماء ہے تو اس میں اتنا ضروری ہے کہ رفع الی السماء ہو یہ ضروری نہیں کہ ساتویں آسمان پر رفع ہو۔ اور قادیانی مناظر کا یہ فقرہ (اور مسیح کا آسمان پر لے جانا بھی صفت رحمانیت کے ماتحت ہے، تو دوسرے آسمان پر کیوں رکھا گیا اور اوپر ہی کیوں نہ لے جایا گیا) داد دینے کے قابل ہے۔ ارے قادیانی صاحب تجلیات رحمانیہ کا ظہور اسی میں محصور ہے کہ مسیح کو دوسرے آسمان سے اوپر لے جایا گیا ہو۔ ۱۲ مرتب

۳۔ آپ نے بل کے متعلق لکھا ہے اور میں ۱ جو معنی کئے ہیں وہ بل

اضرابیہ کے لئے کرکئے ہیں۔ کیونکہ ۲ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ صلیب پر لٹکا کر مارا ہوا جھوٹا نبی ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے آپ نے استثناء کتاب کا مطالعہ نہیں کیا۔ کیونکہ

اس عبارت سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ قادیانی مناظر کے نزدیک بل البطالیہ اور ہے اور بل اضرابیہ اور ہے حالانکہ درحقیقت ابطال اضراب کا ایک نوع ہے ۱۲ مرتب۔

۲ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۵ میں پھر اس کی یوں تردید کی ہے کہ توریت کا ہم نے مطالعہ کیا ہوا ہے لیکن قرآن کریم کی آیت فاسئلوا اهل الذکر انکتُم لاتعلمون میں فقرہ انکتُم

لاتعلمون توریت کی طرف اس مانحن فیہ میں رجوع کرنے کی اجازت نہیں دیتا کیونکہ یہود کا وہ عقیدہ جس کی و ما قتلوه الخ تردید ہے قرآن کریم نے اپنے اس فقرے وقولہم انا قتلنا

المسیح عیسیٰ الخ کے ساتھ صاف طور پر بیان کر دیا ہے۔ اور نیز قرآن کریم میں ہے انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فساداً ان یقتلوا ویصلبوا

او تقطع ایدیہم وارجلہم من خلاف او ینفوا من الارض ذالک لہم خزی فی الدنیا ولہم فی الآخرة عذاب عظیم۔ (مائدہ) یعنی سوائے اس کے نہیں کہ ان لوگوں کی جزا جو خدا اور

اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد مچاتے ہیں یہ ہے کہ ان کو قتل کیا جائے یا صلیب پر لٹکایا جائے یا ان کے ہاتھ اور پاؤں الٹے کاٹ دیئے جائیں یا ان کو جلاوطن کیا جائے یا ان کے لیے

دنیا میں خواری ہے اور آخرت میں ان کو بہت بڑا عذاب ہوگا۔ دیکھو کہ اس آیت سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ لغتی ہونے کا باعث جرم و عصیان ہے نہ صلیب پر لٹکا کر مارا جانا۔ اور نیز توریت

محرف منسوخ شدہ میں مطلقاً قتل بالصلیب کو موجب لعن قرار نہیں دیا گیا بلکہ خاص اس شخص کو ملعون قرار دیا گیا ہے جو کسی سخت جرم واجب الصلیب کی سزا میں مصلوب ہو جیسا کہ سیاق و سباق عبارت

سے ظاہر ہے (استثناء باب ۲۱ ص ۳۰۳) اور یہود کا رسول اللہ کہنا بطور استہزاء و افتخار ہے اور نبوت و قتل میں منافات نہیں جیسا کہ افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم سے ظاہر ہے کیونکہ اس

آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ موت یا قتل سے ثابت نہیں ہوتا کہ یہ فوت شدہ یا مقتول نبی نہیں تھا۔ ۱۲ مرتب

اس میں لکھا ہے کہ جھوٹا نبی قتل کیا جائے گا۔ اور صلیب پر جو لٹکایا جائے وہ لعنتی ہوتا ہے۔ اور آیت افسئلوا اهل الذکر پر ہی غور کر لیتے۔ علماء اس سے کیا مراد لیتے ہیں۔ اور مسل بنی اسر آئیل وغیرہ آیات سے ثابت ہے کہ ہر ایک آیت اس میں سے محرف و ۲ مبدل نہیں اور قرآن مجید سے بھی ان کا یہی مقصد ظاہر ہے۔ یعنی وہ آپ کو جھوٹا قرار دے کر لعنتی ثابت کرنا چاہتے ہیں اور خدا نے بل کے ساتھ اس کی تردید کی ہے اور بل ۳ ترقی کے لیے بھی ہوتا ہے۔ ملاحظہ وہ مسلم

۱۔ قادیانی مناظر نے یہاں فاسئلوا اهل الذکر لکھا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کا اخیری فقرہ انکنتم لاتعلمون بوجہ مضر ہونے کے قصد اذکر نہیں کیا۔ اس معاملہ میں قادیانی مناظر کی بعینہ وہی مثال ہے جو کسی نے ایک بے نماز کو کہا کہ تم نماز کیوں نہیں پڑھتے تو اس بے نماز نے کہا کہ قرآن کریم کا یہ فقرہ لاتفسربوا الصلوۃ تو نے نہیں پڑھا تو اس شخص نے کہا کہ آگے بھی پڑھو انتم سکاری تو بے نماز نے کہا کہ قرآن کریم کے ایک فقرہ پر بھی عمل ہو تو غنیمت ہے۔ ۲۔ مرتب ۳۔ توریت کی ہر ایک آیت محرف و مبدل نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ آیت مانت فیہ غیر محرف وغیر مبدل ہے۔

۴۔ قادیانی مناظر کو درمیان اس بل کے جو ابطال کے لیے ہے اور اس بل کے جو ترقی کے لیے ہے تمیز نہیں۔ میں آپ کو فرق بتاتا ہوں۔ بل اضراب کے لیے آتا ہے اور اس سے مراد کبھی پہلے خیال کا ابطال ہوتا ہے اور اس بل کو ابطال یہ کہتے ہیں جیسا م یقولون بہ جنۃ بل جاء ہم بالحق اور ما قتلوه یقیناً بل دفعہ اللہ الیہ اور کبھی ایک مضمون سے دوسرے مضمون کی طرف انتقال مراد ہوتا ہے اور اس کو بل ترقی کہتے ہیں جیسا قد افلح من تزکی و ذکر اسم ربہ فصلی بل تو ثرون الحیۃ الدنیا (مغنی)

خاص قابل توجہ

قادیانی مناظر نے روئے داد مناظرہ مطبوعہ بار اول کے ساتھ ایک ضمیمہ چسپاں کیا ہے۔

الثبوت۔ اور اس میں ترقی کی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ وہ ملعون نہیں ہوئے۔ بلکہ وہ خدا تعالیٰ کے مقرب ہیں۔

اور آپ نے پہلے پرچہ میں جو ”احد الوصفین دوسری وصف کا ملزوم نہ ہو“ لکھا ہے۔ اس جگہ ملزوم نہیں ہے۔ کیونکہ قتل بغیر رفع روحانی کے پایا جاتا ہے اور رفع روحانی بغیر قتل کے بھی خصوصاً جو قتل اس جگہ مراد ہے۔ اس میں نہ صرف یہ کہ

(بقیہ) جس میں یہ لکھتے ہیں مفتی صاحب نے اپنے پرچہ میں لکھا ہے کہ جب جملہ مفتی ہو تو اس وقت بل ابطالیہ ہی ہوگا۔ قرآن مجید کی آیت وما یشعرون ایان یبعثون بل ادا رک علمہم فی الاخرۃ کے صریح خلاف ہے کیونکہ یہاں بل ابطالیہ لے کر معنی درست ہو نہیں سکتے۔

قادیانی مناظر کا یہ زوال جہل مرکب ہے

کیونکہ اس آیت کا یہ مطلب ہے اور وہ نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے بلکہ آخرت کے بارے میں ان کا علم انہما کو پہنچ کر رہ گیا یعنی ان کا علم وہاں تک نہ پہنچ سکا جس سے مراد ہے کہ وہ جاہل رہ گئے۔ اب دیکھو کہ اس آیت میں شعور منی کو بل باطل کر رہا ہے جیسا کہ وما قتلوه یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ میں قتل منی کو بل باطل کر رہا ہے۔ اور اس آیت میں ادراک یعنی جہالت کو بل ثابت کر رہا جیسا کہ بل رفعہ اللہ الیہ میں رفع المسیح بحسدہ الحصری کو بل ثابت کر رہا ہے اور شعور و جہالت دونوں ضدین ہیں جیسا کہ قتل المسیح اور رفع المسیح بحسدہ الحصری کے درمیان ضدیت ہے۔ قادیانی صاحب! ہم آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ خداوند کریم نے حسب فقرہ وما یشعرون بلا شعور آپ سے ہماری تائید کرائی۔ ۱۲ مرتب

اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں یہ لکھا ہے (اور یہ امر بدیہی ہے کہ رفع روحانی و اعزاز اس قتل کو لازم ہے جس میں مقتول مقربین سے ہو) دیکھو کہ اسلامی مناظر نے یہ نہیں کہا کہ مطلق قتل کو رفع روحانی لازم ہے بلکہ قتل المقرب الالہی کو لازم ہے اور مانحن فیہ میں بھی قتل المسیح کا ذکر ہے جو مقربین سے ہے۔ یہ قادیانی مناظر کی عدم لیاقت کے نتائج ہیں یا اس کی گھبراہٹ کے ثمرات ہیں۔ ۱۲ مرتب

ملازم نہیں بلکہ ضدیت موجود ہے۔

پس ایک ہی مثال پیش کریں کہ خدا تعالیٰ رافع ہو اور انسان مرفوع تو اس کے معنی آسمان پر لے جانا ہوں۔ لیکن آپ قیامت تک نہیں پیش کر سکیں گے۔

قادیانی مناظر نے اپنے پرچوں میں اس بات پر بڑا زور دیا ہے کہ خدا تعالیٰ فاعل و رافع ہو اور انسان ذی روح مفعول و مرفوع ہو اور مراد رفع الی السماء ہو۔ ایسی مثال کوئی نہیں اور اسلامی مناظر قیامت تک ایسی مثال پیش نہ کر سکے گا۔ اور قادیانی مناظر نے زبانی یہ بھی کہا کہ اگر اسلامی مناظر ایسی مثال پیش کرے تو میں مبلغ پچاس روپیہ ان کو انعام دوں گا۔ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۵ اس کا اس طرح جواب دیا ہے کہ صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ثم رفعت الی سدرۃ المنتہی۔ اس فقرہ میں رفعت اگرچہ ماضی مجہول ہے لیکن درحقیقت اس کا فاعل خدا تعالیٰ ہے۔ کیونکہ جیسا کہ خلقت میں خلق ایسا فعل ہے کہ جس کا فاعل موائے اللہ تعالیٰ کے اور نہیں ہو سکتا وہی ہی رفع الی سدرۃ المنتہی ایسا فعل ہے جس کا فاعل بغیر خدا تعالیٰ کے نہیں ہو سکتا۔ اور مفعول انسان ذی روح ہے اور مراد آسمان پر لے جانا ہے۔ اس موقع پر اہل اسلام حاضرین میں سے بعض الفضلاء نے فرمایا کہ پچاس روپیہ انعام والا طلب کرو۔ لیکن مفتی صاحب اسلامی مناظر نے کہا کہ ہم قادیانی جماعت سے روپیہ لینا پسند نہیں کرتے۔ قادیانی مناظر نے اپنی روئداد مناظرہ مطبوعہ باراول کے ساتھ ایک ضمیمہ چسپاں کیا ہے جس میں یہ لکھا ہے ”مفتی صاحب بھی کوئی ایک مثال رفع کی پیش نہیں کر سکے جس میں خدا تعالیٰ فاعل ہو اور مفعول ذی روح پھر رفع کے معنی اسی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھانا ہو۔ اور فرعت الی ربی کی مثال پیش کی ہے جس میں فاعل مذکور نہیں دوسرے معراج کا واقعہ خود زیر بحث ہے،“ اس کے متعلق چند امور قابل توجہ ہیں (۱) یہ کہ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۵ میں صحیح بخاری کا یہ فقرہ ثم رفعت الی سدرۃ المنتہی پیش کیا ہے جس میں درحقیقت رفع کا فاعل خدا تعالیٰ ہے اور مفعول ذی روح پھر رفع کے معنی اسی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھانا ہیں۔ (۲) یہ کہ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے فقرہ رفعت الی سدرۃ المنتہی پیش کیا ہے۔ نہ رفعت الی ربی جیسا کہ قادیانی مناظر نے لکھا ہے۔

اور آیت اہل احیاء میں بل ہم احیاء ہے۔ میں نے ۲ یہی پوچھا تھا کہ جس جسم سے ان کو مقتول نہ کہنے سے انکار کیا گیا ہے آیا اسی جسم سے ان کی زندگی ثابت کی گئی ہے یا کچھ اور۔ اور اگر اور ہے تو ہم کی ضمیر کا مرجع اور ہوگا۔ آپ فرماتے ہیں صنعت استخدام میں قرینہ ہونا ضروری ہے تو اس میں ۳ قرینہ یہ ہے کہ اس کے تو معنی کسی طرح بھی آسمان پر بحکم عنصری جانے کے عربی زبان کے رو سے ہو نہیں سکتے۔

اور ۴ میں نے کہا تھا کہ نزول سے مراد یہی نہیں کہ آسمان سے اترنا ہی معنی

(بقیہ) (۳) یہ کہ رفعت اگرچہ ماضی مجہول ہے لیکن درحقیقت اس رفع کا فاعل خدا تعالیٰ ہے جو تفصیلاً بیان ہو چکا (۴) یہ کہ معراج کا واقعہ زیر بحث ہونا اس فقرے ثم رفعت الی سدرۃ المنتہی کے معنی میں تبدیلی نہیں کرنا کیونکہ معراج عالم شہادت میں ہو یا عالم رویا میں ہو دونوں صورتوں میں اس فقرہ کے الفاظ کے معنی اسی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھانا ہی ہوں گے نہ غیر۔ ۱۲ مرتب

ایہ آیت تمام اس طرح ہے وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ (البقرہ) اس میں بل احیاء ہے نہ کہ بل ہم۔ ۱۲ مرتب

۲ یہ عجیب فہم ہے۔ بات یہ ہے کہ جس جسم مقتول کو اموات کہنے سے نہی کی گئی ہے اسی جسم مقتول کے لیے احیاء ثابت کیا گیا ہے۔ ۱۲ مرتب

۳ وما قتلوه یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ میں صنعت استخدام اختیار کرنے کا کوئی قرینہ نہیں ہے۔ بلکہ بل ابطالیہ اور قصر قلب اس بات پر قطعی قرینے ہیں کہ یہاں صنعت استخدام نہیں۔ ۱۲ مرتب

۴ اسلامی مناظر اپنے پرچہ نمبر ۳ میں یوں تردید کر چکے ہیں کہ یہ اعتراض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے نہ ہم پر۔ اصل بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فقرے یدفن معی فی قبری میں چونکہ قبر کے لفظ سے حقیقی معنی مراد لینے مستعد ہیں اس لیے اس قدر مجاز اختیار کی جائے گی کہ قبر سے مراد مقبرہ ہے۔ لیکن بروئے قواعد بیان یہ مجاز اختیار کرنا ہرگز جائز نہیں کہ قادیان کا مقبرہ مراد لی جائے۔ ۱۲ مرتب۔

ہوں۔ حدیث کے الفاظ ظاہر ہیں کہ ایک ہی قبر میں دفن ہوں گے نہ کہ ایک مقبرہ میں۔ ورنہ معنی کچھ نہیں اور لغت میں مقبرہ کا لفظ موجود ہے۔ اور آپ نے جو تاویل حضرت عائشہ کی حدیث کی ہے۔

امواہب لدنیہ میں ہے ثم قالوا این تدفونہ فقال ابو بکر رضی اللہ عنہ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يقول ما هلك نبی قطا لایدفن حیث تقبض روحہ وقال علی وانا ایضاً سمعہ (مواہب لدنیہ ص ۵۰۰ جلد ۲) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فوت ہونے کے بعد صحابہ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کس جگہ دفن کیا جائے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ کوئی نبی فوت نہیں ہوا مگر وہ اسی جگہ دفن کیا جاتا ہے جہاں اس کا روح قبض کیا گیا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے بھی اس حدیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، دیکھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن کے وقت حضرت ابو بکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما یہ حدیث پیش کرتے ہیں اور اسی پر فیصلہ ہوتا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خواب نہیں پیش کی جاتی۔ اور قادیانی مناظر نے حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے متعلق بطور تحکم ایک دعویٰ بلا دلیل پیش کر دیا ہے نہ اس دعویٰ پر قرآن کریم کا فقرہ پیش کیا گیا ہے اور نہ حدیث کا اور نہ ہی قول صحابہ کا۔ اور جب اس حدیث کے مطابق جس کو حضرت ابو بکر اور حضرت علی روایت کرتے ہیں اور جس پر تمام صحابہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت بالاتفاق اجماع ہوا کہ سچے نبی کا یہ نشان ہے کہ وہ جہاں مرے اسی جگہ دفن کیا جاتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی جن کا دعویٰ تھا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری میں رہ کر نبی بن گیا ہوں۔ فوت تو ہیضہ سے ہوئے لاہور میں اور مدفون ہوئے قادیان میں۔ کیا یہ واقعہ مرزا جی کے جھوٹا نبی ہونے پر کافی ثبوت نہیں اور بعد مرنے کے مرزا جی کی لاش کو لاہور سے لا کر قادیان لانے کے لیے سوائے ریل کی کتر درجہ کی گدھے گاڑی کے اور کوئی سواری نہ مل سکی حالانکہ اپنی تصنیفات میں مرزا جی ریل کو دجال کا گدھا لکھتے رہے۔ پھر جو شخص ساری عمر دجال کے گدھے پر سفر کرتا رہا ہو اور مرنے کے بعد بھی اس کی لاش کو دجال ہی کے گدھے پر سوار ہونا نصیب ہوا ہو۔ کیا ایسا شخص بقول مرزا صاحب سچا مسیح ہو سکتا ہے یا پورا پورا دجال۔ مرزائی دوستو! ہم کچھ نہیں کہتے اس بات کو آپ خود ہی سوچیں اور اپنے ضمیر سے جواب لیں فتفکروا فی انفسکم افلا تعقلون ۱۲ مرتب

اس سے تو تین چاند اور ایک سورج بنا۔ لیکن حدیث میں ہے کہ جب آنحضرت دفن ہوئے تو حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ اے عائشہ یہ ایک چاند ہے تین چاندوں میں سے۔ اور آپ کا اپنی خواب کو پیش نہ کرنا اس وجہ سے تھا کہ انہیں تعبیر معلوم نہ تھی اور ہر ایک نبی کے لیے اپنے مرنے کی جگہ دفن ہونا ضروری نہیں۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت یوسف کو مصر سے شام کو لایا گیا تھا اور حضرت یعقوب کو بھی مرنے کی جگہ دفن نہیں کیا گیا تھا۔ بلکہ یہاں اصل میں آنحضرت ہی مراد ہیں۔ اور اخلیفہ اول نے جب خود ہر جگہ کی تفسیر کر دی ہے تو آپ کون ہوتے ہیں کہ کسی کی تفسیر کریں۔ میں نے مسیح کی فضیلت بلحاظ معاملہ کے جو خدا تعالیٰ نے ان سے کیا ثابت کی تھی۔ اس کی تردید نہیں کی۔ آخر آسمان پر لے جانا تو بری بات نہیں اچھی ہے تو وہ ان کی ۱۲ عبودیت کے نتیجہ میں ہی تو ہے۔ اور آیت ان منکم لمن لیطعن اور ليقولن کے معنی استقبال کے لے کر کچھ بھی نہیں بنتے۔ اور آیت لنهدینہم سبلنا کے بھی جب تک استمراری معنی نہ لیے جائیں صحیح نہیں۔ ۳ قرآن مجید نحو کے تابع نہیں بلکہ قرآن مجید نحو پر حاکم ہے۔

افقرہ (ہر جگہ) کے متعلق اسلامی مناظر نے تفسیر نہیں کی بلکہ اتنا کہا ہے الاعتبار لعموم

اللفظ لا لخصوص المورد۔ ۱۲ مرتب

۲ قادیانی مناظر نے بھی تسلیم کر لیا ہے کہ افضلیت کا سبب کمال عبودیت ہے۔ نہ آسمان پر

اٹھائے جانا۔ ۱۲ مرتب

۳ اس عبارت میں قادیانی مناظر نے تسلیم کر لیا ہے کہ میرے پاس ایسا نحوی قاعدہ کوئی نہیں

جس کو میں اپنی تائید میں پیش کر سکوں۔ اور اصل بات یہ ہے کہ لغت عرب کو قواعد عربیت کے

مطابق سمجھنا ضروری ہے۔ اور قرآن کریم بھی عربی لغت میں ہے اور لنهدینہم سبلنا میں

بھی استمرار استقبالی ہے۔ ۱۲ مرتب۔

اور حضرت ابن عباس کے متعلق تفسیر فتح البیان کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ ان کی طرف بہت سی روایات منسوب کی گئی ہیں۔ اور ان سے اعلیٰ طرق کی پکی

اقدامی مناظر نے تفسیر فتح البیان کا حوالہ دینے میں شرط نمبر ۱ اور شرط نمبر ۲ سے تجاوز کیا ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر ممیّک پیش کرنے میں شرط نمبر ۳ سے تجاوز کیا ہے۔ لیکن پھر بھی مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۵ میں اس کا اس طرح جواب دیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے جو متوفیک کی تفسیر ممیّک کی ہے اس سے قادیانی مناظر کا یہ دعویٰ ثابت نہیں ہوتا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکے ہیں بلکہ اس تفسیر اختیار کرنے کے بعد بھی یہ آیت یا عیسیٰ انی متوفیک الخ، مانند آیت وما قتلوه یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ اس بات پر زبردست اور محکم دلیل ہے کہ مسیح ابن مریم زندہ بحسدہ العصری آسمان پر اٹھادے گئے ہیں جس کی توضیح یہ ہے۔ یہ آیت اس طرح ہے اذ قال اللہ یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی و مطہرک من الذین کفروا و جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا لی یوم القیامۃ (آل عمران) یعنی جب اللہ تعالیٰ نے کہا اے عیسیٰ میں تجھے فوت کرنے والا اور اپنی طرف تجھے اٹھانے والا اور تجھے ان سے پاک کرنے والا جو کافر ہیں اور جنہوں نے تیری پیروی کی ان کو ان پر جنہوں نے انکار کیا فوقیت دینے والا ہوں قیامت کے دن تک۔ اور اس آیت میں لفظ عیسیٰ سے مراد نہ فقط جسم ہے اور نہ ہی فقط روح بلکہ جسم مع الروح یعنی زندہ عیسیٰ کیونکہ تونی یعنی موت زندہ انسان کو لاحق ہوتی ہے نہ مردہ کو۔ اور یہ امر بالکل روشن ہے کہ ہر چہ اضمیریں خطاب کا مخاطب وہی ایک عیسیٰ زندہ بعینہ ہے کیونکہ ضمیر خطاب معرفہ ہے بلکہ بعد ضمیر متکلم کے اعرف المعارف ہے۔ اور بوجہ تقدیم عطف و تاخیر ربط اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ یہ چاروں واقعات قیامت سے پہلے پہلے حضرت عیسیٰ زندہ بعینہ کے ساتھ ہو جائیں گے۔ اور صیغہ اسم فاعل استقبال کے لیے بکثرت مستعمل ہوتا ہے۔ دیکھو وانا لجاعلون ما علیہا صعیداً جزواً (کہف) یعنی اور ہم

اور سچی روایات وہ ہیں جو امام بخاری نے کی ہیں۔ اور بخاری میں انہوں نے

(بقیہ) یقیناً اسے جو اس (زمین) پر ہے ہموار میدان سبزہ سے خالی بنانے والے ہیں۔ اور مرزا صاحب کو بھی اس آیت یا عیسیٰ انی متوفیک الخ کا الہام ہوا تھا حالانکہ مرزا صاحب اس الہام کے بعد بھی زندہ رہے (براہین احمدیہ ص ۵۱۹) اب اگر ہم متوفیک سے حسب تفسیر حضرت ابن عباس ممیتک مراد لیں تو ہر چہار ضمیرین خطاب کا مخاطب ایک عیسیٰ زندہ بعینہ ہونے کے لحاظ سے تقدیم و تاخیر کا قول کیا جائے گا جو قواعد عربیت کے خلاف نہیں۔ کیونکہ تمام نحو یوں کا اس پر اتفاق ہے کہ واو عاطفہ میں ترتیب حکایت اور ترتیب محکی عنہ کا تطابق ضروری نہیں اور محاورات قرآنی بھی اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ واو عاطفہ میں ترتیب ضروری نہیں۔ دیکھو واللہ اخر جکم من بطون امہاتکم لاتعلمون شیئاً وجعل لکم السمع والابصار والافئدة (نحل) یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا تم کچھ بھی نہ جانتے تھے اور تمہیں کان اور آنکھیں اور دل دیئے۔ اس آیت میں واو عاطفہ ہے اور مضمون اخراج من بطون الامہات ذکر میں مقدم ہے لیکن اس کا وقوع پیچھے ہوا کرتا ہے اور مضمون جعل السمع والابصار والافئدة ذکر میں موخر ہے لیکن اس کا تحقق پہلے ہوا کرتا ہے۔ اور دیکھو وادخلوا الباب سجداً وقولوا حطۃ (بقرہ) وقولوا لحطۃ وادخلوا الباب سجداً (اعراف) سورہ بقرہ کی آیت میں مضمون امر بدخول الباب ذکر میں مقدم ہے اور مضمون امر بقول حطۃ ذکر میں موخر بنے اور سورہ اعراف میں ان ہر دو مضمونوں کا ذکر برعکس ہے۔ اور ہر دو آیتوں میں واو عاطفہ ہے۔ اگر واو عاطفہ میں ترتیب حکایت اور ترتیب محکی عنہ کا تطابق ضروری ہو تو ان ہر دو آیتوں کے درمیان تعارض لازم آئے گا۔ وہو کمتری۔ اور عقل بھی یہی فیصلہ کرتا ہے کہ اس آیت میں بر تقدیر تفسیر ممیتک تقدیم و تاخیر ہے کیونکہ اگر متوفیک کا وقوع پہلے فرض کیا جائے اور افعلک الی سے

متوفیک کے معنی ممیتک کئے ہیں۔ اور عالمگیر غلبہ سے یہ مراد نہیں کہ ہر ایک فرد مان لے۔ اور ابو ہریرہ کے متعلق جو میں نے کہا ہے اسے آپ نہیں سمجھے۔ عبارت پر غور کریں۔ آپ ۳۱ میرے پرچہ میں ابن مریم کے لیے کلا کا لفظ نہیں دکھا سکتے۔ یہ

(بقیہ) رفع روحانی مراد لی جائے تو علاوہ مخالفت قواعد عربیت کے یہ اعتراض بھی وارد ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ مقرب الہی ہیں اور بعد الموت ہر ایک مقرب الہی کی رفع روحانی تو ضرور ہوتی ہے تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں و دافع الی کی خصوصیت کی کیا وجہ ہے۔ ۱۲ مرتب۔

۱۱ اسلامی مناظر نے بوجہ تنگی وقت مرزا صاحب کا ایک فقرہ نقل کیا۔ اب تفصیلاً نقل کی جاتی ہے۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں ”ہو الذی ارسل رسولہ بالہدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلمہ۔ یعنی خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو ایک کامل ہدایت و رہے دین کے ساتھ بھیجا تا اس کو ہر ایک قسم کے دین پر غالب کر دے۔ یعنی ایک عالمگیر غلبہ اس کو عطا کرے۔ اور چونکہ وہ عالمگیر غلبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا اور ممکن نہیں کہ خدا کی پیشگوئی میں کچھ تخلف ہو اس لیے اس آیت کی نسبت ان سب متقدمین کا اتفاق ہے جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں کہ یہ عالمگیر غلبہ مسیح موعود کے وقت ظہور میں آئے گا۔“ (چشمہ معرفت ص ۸۲) دیکھو مرزا صاحب کے یہ فقرے ”چونکہ وہ عالمگیر غلبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا“ تا ”یہ عالمگیر غلبہ مسیح موعود کے وقت ظہور میں آئے گا“ قادیانی مناظر کے اس فقرہ ”اور عالمگیر غلبہ سے یہ مراد نہیں کہ ہر ایک فرد مان لے“ کی صاف طور پر تردید کرتے ہیں۔ ۱۲ مرتب

۱۲ قادیانی مناظر نے حضرت ابو ہریرہ سے جو مراد ہے کیوں اب بیان نہیں کی۔ ۱۲ مرتب

۱۳ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۳ لکھا ہے۔ میں افسوس کرتا ہوں کہ میرے مناظر صاحب نے تہذیب کو جواب دے کر کلا کو ابن مریم کے لیے کلا کہا ہے۔ دیکھو کہ اسلامی مناظر نے یہ نہیں لکھا کہ ”قادیانی مناظر نے کلا لکھا ہے“ بلکہ یہ لکھا ہے کہ ”قادیانی مناظر نے کلا کہا ہے“۔ ۱۲ مرتب

شخص الزام جو آپ نے مجھ پر لگایا۔

اب آپ کے اعتراضوں کے جواب دے کر میں چند اعتراضات آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

- ۱۔ کیا تمام انبیاء میں سے صرف حضرت عیسیٰ کو آسمان پر مقرر ملائکہ میں مع جسم عنصری زندہ قرار دینا کمال صفائی سے تمام انبیاء پر ان کی فضیلت ماننا نہیں ہے؟
- ۲۔ وہ آسمان پر اٹھانے جانے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خدا کے

اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۵ میں ان اعتراضات کے متعلق اتنا لکھا ہے کہ قادیانی مناظر نے جو نمبر دیگر قریباً ۲۲ باتیں لکھی ہیں یہ محض خیالی اور وہی باتیں ہیں جو شرط نمبر ۱ اور شرط نمبر ۲ کے سراسر خلاف ہیں کیونکہ یہ باتیں نہ قرآن کریم سے مستنبط ہیں اور نہ حدیث سے اور نہ اقوال صحابہ سے اور نہ قواعد عربیت سے بلکہ عقل و نقل ان کی تردید کرتے ہیں دیکھیے ہم نمبر وار ان کی منہاج نبوت پر تردید کرتے ہیں۔

۱۔ فضیلت کا سبب بروئے قرآن وحدیث کمال عبودیت سے نہ مقرر ملائکہ میں ہونا۔ یہی وجہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملائکہ سے بھی افضل ہیں۔ کیونکہ ملائکہ میں فقط قوت ملکیہ ہے قوت بہیمیہ نہیں۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ لا یعصون اللہ ما امرهم و یفعلون ما یومرون تو ملائکہ کی یہ تعریف نہیں ہو سکتی کہ وہ جرم نہیں کرتے کیونکہ ان میں جرم کرنے کی قوت ہی نہیں جیسا کہ عنین کی یہ تعریف نہیں کی جاتی کہ وہ زنا نہیں کرتا کیونکہ عنین میں زنا کرنے کی قوت ہی نہیں۔ اور جیسا مفلوج کی یہ تعریف نہیں کی جاتی کہ وہ چوری نہیں کرتا کیونکہ مفلوج میں چوری کرنے کی قوت ہی نہیں۔ اور انسان میں چونکہ قوت ملکیہ اور قوت بہیمیہ دونوں ہیں اس لیے جو انسان قوت بہیمیہ کی خواہشات کو ترک کر کے قوت ملکیہ کی خواہشوں کو پورا کرے اور عبودیت میں کمال پیدا کرے وہ انسان فرشتوں سے بھی افضل ہے۔ اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود انسان ہونے کے تمام انسانوں سے عبودیت میں زیادہ کمال پیدا کیا ہے اس لیے وہ تمام مخلوق سے افضل ہیں۔

۲۔ محبوبیت کی علت کمال عبودیت ہے نہ آسمان پر اٹھائے جانا۔ یہی وجہ ہے کہ

نزدیک زیادہ محبوب ٹھہرتے ہیں۔ کیونکہ ان کی زیادہ حفاظت کی گئی۔

۳۔ ان کو دوبارہ بھیجنے سے ان کی روحانیت اور قدسیت زیادہ ماننی پڑتی ہے کیونکہ جس کا کام اعلیٰ ہو اسی کو دوبارہ بھیجا جاتا ہے۔

۴۔ اتنی دیر تک رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا خدا تعالیٰ اور مسیح نیا نہیں بنا سکتا

تھا؟

۵۔ خدا تعالیٰ نے مسیح کو دوسرے آسمان پر کیوں رکھا؟ اور ساتویں آسمان پر کیوں نہیں لے گیا کیا ان میں کوئی نقص باقی تھا؟

(بقیہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں محبوبیت مطلقہ ہے جیسا کہ فاتبعونی بحبیکم اللہ سے ظاہر ہے اور جو محبوب اللہ ہوتے ہیں وہ دنیا میں مخلوق کے لیے اسوۂ حسنہ ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ خدا کے راستے میں دکھ دیئے جاتے اور ستائے جاتے ہیں تاکہ صفت صبر کا بھی ظہور ہو۔ ۱۲ مرتب

۳۔ یہ سوال ایسا ہے جیسا کوئی کہے کہ اہل فارس و روم وغیرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں شرف باسلام نہیں ہوئے تو اگر خلیفہ اول یا ثانی یا ثالث یا رابع کے زمانہ میں وہ شرف باسلام ہو جائیں تو لازم آئے گا کہ خلفاء کی روحانیت و قدسیت زیادہ ہے تو ایسے قائل کے جواب میں یہی کہا جائے گا کہ خلفاء رضی اللہ عنہم کی کاروائی چونکہ تاسیس نبوی کی ترقی ہے اور اس بنیاد ڈالی ہوئی کی تعمیر ہے اس لیے وہ معینہ نبوی کی کاروائی کہلانے کا استحقاق رکھتی ہے ویسا ہی پیشگوئی آیت لیظہرہ علی الدین کلہ والی آخری خلیفہ نبوی یعنی مسیح ابن کے مریم زمانہ میں متحقق ہوگی۔ کیونکہ مسیح ابن مریم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں داخل ہو کر اور خلیفہ نبوی ہو کر تاسیس نبوی کی تعمیر کریں گے۔ اس وجہ سے یہ تعمیر بعینہ تعمیر نبوی ہوگی۔ ۱۲ مرتب

۴۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لا یسئل عما یفعل وہم یسئلون (انبیاء) یعنی اس اللہ سے اس کے

متعلق پوچھا نہیں جاتا جو وہ کرتا ہے اور ان سے پوچھا جائے گا۔ ۱۲ مرتب

۵۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ لا یسئل عما یفعل وہم یسئلون۔ ۱۲ مرتب

۶۔ کیا وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جن انبیاء کو معراج میں دیکھا۔ اور جن کی وفات پر قرآن مجید میں کوئی نص موجود نہیں۔ زندہ نہ مان لیا جائے۔
۷۔ مسیح کی شبیہ بنانے میں کیا حکمت تھی۔ کیا یہود صرف پیچھا چھوڑنا مقصود تھا؟

۸۔ اس شخص کا جو مسیح کی بجائے مصلوب ہوا قرآن و حدیث میں کوئی ذکر نہیں ہے آپ حدیث صحیح مرفوع متصل نہیں کوئی ضعیف مرفوع متصل ہی پیش کریں۔

۹۔ اس فعل میں کہ حلیہ بدل کر ایک دوسرے شخص کو مروانے میں کیا حکمت

۶۔ جیسا کہ ملاقات موتی موجب موت نہیں ویسا ہی ملاقات احیاء مستلزم حیات نہیں۔ انبیاء کی حیات سے تو قادیانی جماعت منفرد ہے۔ اور ہم اسلامی جماعت کو تو اس نبی کی حیات کے ساتھ ایمان ہے جس کی حیات کی قرآن کریم یا حدیث نبوی شہادت دیں۔ ۱۲ مرتب
۷۔ مسیح ابن کے مریم کے شبیہ بنانے میں یہ حکمت تھی کہ یہود کو جو مسیح ابن مریم کے قتل کرنے کے لیے آئے ان کو مزادی جائے جیسا کہ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ و مکروا و مکر اللہ واللہ خیر الماکرین (آل عمران) یعنی یہود نے (عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے اور صلیب پر چڑھانے کی تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ نے بھی ایک تدبیر کی کہ آپ کو آسمان پر اٹھالیا اور ان یہود میں سے ہی ایک شخص کو مصلوب کرا کے قتل کروایا) اور اللہ تعالیٰ سب تدبیر کرنے والوں سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔ ۱۲ مرتب

۸۔ قرآن کریم میں اتنا ذکر ہے کہ مسیح ابن مریم کا شبیہ مصلوب ہوا جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ و ما قتلوه و ما صلیبوه و لکن شبہ لہم اور اسی کے ساتھ ہمارا ایمان ہے۔ اور اس شبیہ کی شخصیت معلوم کرنی ضروری نہیں۔ ۱۲ مرتب

۹۔ اس فعل میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت و تدبیر محکم تھی کہ جو لوگ ایک مقرب الہی کو بے گناہ قتل کرنے کے ارادے پر آئے انہی میں سے ایک شخص کو انہی کے ہاتھوں سے مصلوب کرا دیا۔ ۱۲ مرتب

تھی اللہ تعالیٰ کی ذات سے بعید ہے کہ اس کی طرف کوئی لغو کام منسوب کیا جائے۔
 پھر اس میں بھی سنئے کہ وہ کون تھا (۱) حواری تھا (۲) منافق (۳) طیطاؤس
 (۴) یہودیوں کا چوکیدار تھا (۵) کوئی شخص تھا (۶) ایک پر شبیہ ڈالی گئی (۷)
 جماعت پر شبیہ ڈالی گئی؟ اگر یہ واقعہ ہوا تھا تو اس میں زمین و آسمان کے فرق پائے
 جانے کی کیا وجہ ہے؟

۱۰۔ کیا خدا تعالیٰ کو یہود سے اتنی محبت تھی۔ کہ ان کی خاطر خدا تعالیٰ نے کسی
 اور کو مسیح کا ہم شکل بنا کر ان کو خوش کر دیا؟

۱۱۔ کوئی پیارے کو شکل کی ہنک نہیں کرتا۔ اگر کسی کے باپ کی تصویر پر پیر رکھ
 دیں تو وہ لڑنے کے لیے تیار ہو جائے گا۔ تو پھر خدا تعالیٰ نے اپنے پیارے کی شکل
 کو دوسرے کو دے کر کیوں اس کی بے قدری کی۔

۱۲۔ جب وہ یہود کی طرف رسول تھے اور خدا نے ان کو چھپا لیا۔ اور اس کی
 بجائے ایک اور شخص کو مسیح کی شکل دی جسے انھوں نے مسیح سمجھ کر صلیب پر لٹکا کر مار
 دیا تو یہود عند اللہ مجرم نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کے مسلمات سے یہی بات تھی کہ
 جھوٹا نبی قتل کیا جائے گا۔ اور جو کاٹھ پر لٹکا کر مارا جائے وہ لعنتی ہے۔

۱۰۔ خدا تعالیٰ کو یہود سے محبت نہ تھی بلکہ ان کو اس وجہ سے کہ انھوں نے ایک مقرب الہی کے قتل
 کا ارادہ کیا سزا دینی مقصود تھی۔ ۱۲ مرتب

۱۱۔ اس شبہ ڈالنے سے اللہ تعالیٰ کو یہ مقصود نہ تھا کہ مسیح ابن مریم کی بے قدری کی جائے بلکہ اس
 میں یہ حکمت تھی کہ تدبیر محکم کے ساتھ سزا دی جائے واللہ خیر الماکرین۔ ۱۲ مرتب

۱۲۔ یہ عجیب وہم ہے کیونکہ یہود تو اس وجہ سے مجرم ہیں کہ انھوں نے مسیح ابن مریم کے جو
 مقرب الہی ہے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ اور شبیہ کا مصلوب ہونا یہ تو سزا کا رنگ ہے۔ ۱۲ مرتب

۱۳۔ ایسے ملعون شخص کو جو مسیح کا دشمن تھا بندر اور سور کی شکل دینی چاہیے تھی۔
 نہ کہ اپنے پیارے مسیح کی جو اس کا محبوب تھا۔ جیسے ومنہم من لعنہ اللہ وغضب
 علیہ وجعل منہم القردة والخنزیر سے ظاہر ہے۔
 ۱۴۔ جب ان کی مدت کل چالیس سال زمین میں پہلی اور آخری ملا کر ہے۔
 تو وہ بنی اسرائیل کی طرف بقول آپ کے صرف تین برس تک رہے۔ پھر آسمان پر
 وہ ہزار سال تک اٹھائے گئے تو انہیں رسولاً الی بنی اسرائیل نہیں کہنا چاہیے
 بلکہ رسولاً الی اہل السماء کہنا چاہیے۔

۱۳۔ وکان اللہ عزیزاً حکیمًا اور ان اللہ علی کل شیء قدید۔ کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی
 حکمتیں اور قدرتیں غیر متماہی و غیر محدود ہیں۔ اور یہ ضروری نہیں کہ جب ایک موقع پر حکمت اور تجلی
 قدرت کا جس رنگ میں ظہور ہو تو دوسرے موقع پر بھی حکمت اور تجلی قدرت اسی رنگ میں جلوہ گر ہو
 کیونکہ کل یوم ہو فی شان۔ ۱۲ مرتب
 ۱۴۔ مسیح ابن مریم کی عمر کتنی بھی ہو وہ رسولاً الی بنی اسرائیل کے منافی نہیں۔ اور قادیانی مناظر کا
 یہ فقرہ (بلکہ رسولاً الی اہل السماء کہنا چاہیے تھا) عجیب جہالت ہے کیونکہ اہل سماء یعنی فرشتے
 مکلف ہی نہیں جیسا کہ اس آیت میں وحملہا الانسان انه کان ظلم ما جھولاً۔ یعنی انسان
 اس لیے مکلف ہے کہ اس میں کمال بالفعل نہیں اور کمال حاصل کرنے کی اس میں قوت ہے کیونکہ ظلم
 وہ ہے جس میں عدل بالفعل نہ ہو اور عدل کے حاصل کرنیکی اس میں قوت ہو۔ اور جھول وہ ہے جس
 میں علم بالفعل نہ ہو اور علم کے حاصل کرنے کی اس میں قوت ہو یعنی انسان اس لیے مکلف ہے کہ اس
 میں قوت ملکیہ صفت بہمیہ دونوں ہیں۔ اور چونکہ باقی حیوانوں میں فقط قوت بہمیہ ہے قوت ملکیہ
 نہیں اور فرشتوں میں فقط قوت ملکیہ ہے بہمیہ نہیں اس لیے جیسا کہ باقی حیوانات غیر مکلف ہیں ویسا
 ہی فرشتے بھی غیر مکلف ہیں۔ اور رسول اہل تکلیف کی طرف بھیجے جاتے ہیں۔ نہ غیر اہل تکلیف کی
 طرف۔ پس ثابت ہوا کہ قادیانی مناظر کا فقرہ مذکورہ عجیب جہالت ہے۔ ۱۲ مرتب

۱۵۔ نیز آسمان پر اٹھانے سے خدا تعالیٰ کو کمزور ماننا پڑتا ہے۔ کیونکہ کمزور ہی چیز کو چھپایا کرتا ہے۔ اور نیز آیت کتب اللہ لا غلبن انا ورسلی کے بھی خلاف ہے۔

۱۶۔ مسیح میں وہ کوئی خاص صفت ایسی تھی۔ جو آسمان پر جانے کی متقاضی تھی اور دوسرے انبیاء میں وہ نہیں پائی جاتی۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ مابہ الامتیاز کوئی صفت ہے۔ اور پھر وہ صفت اچھی ہے یا بری۔ اگر بری ہے تو وہ آسمان پر لے جانے کی باعث نہیں ہو سکتی۔ اگر اچھی تو رسول اللہ اس سے کیوں محروم رہے ہم تو

۱۵۔ مسیح ابن مریم کے زندہ بحمدہ العصری آسمان پر اٹھانے سے خدا تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا ظہور ہوتا ہے کیونکہ یہ رفع الی السماء کامل القدرۃ والے کے سوائے کوئی نہیں کر سکتا۔ اور نیز یہ رفع کتب اللہ لا غلبن انا ورسلی کے بالکل مطابق ہے کیونکہ یہود کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ اور رسول یعنی مسیح ابن مریم غالب ہوئے اور مسیح ابن مریم کو ایسا غلبہ ہوا کہ اخیر زمانہ میں خدا تعالیٰ اسی مسیح کو زمین پر نازل کرے گا۔ اور وہ مسیح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری خلیفہ ہو کر تجدید اسلام کرے گا اور اسی مسیح کے ہاتھ پر اہل الملتہ الیہودیہ مشرف باسلام ہوں گے۔ یہ کیسا اعلیٰ غلبہ ہے۔ ۱۲ مرتب

۱۶۔ مسیح ابن مریم میں نفع جبریلی کی ایک جزوی خصوصیت ہے جس کی وجہ وہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ اور یہ جزوی خصوصیت فضیلت کلی کا موجب نہیں ہو سکتی۔ بلکہ فضیلت کلی کی علت کمال عبودیت ہے اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ الوہیت میں لاشریک نہ ہے ویسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کمال عبودیت میں لاشریک نہ ہیں۔ اور قادیانی مناظر نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق چند اشعار درج کئے ہیں۔ ان کے متعلق میں یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ یہ اشعار نہ مرزا صاحب نے دلی اعتقاد و اخلاص سے کہے ہیں اور نہ ہی قادیانی جماعت کو ان اشعار کے مضامین کے ساتھ اعتقاد ہے۔ بلکہ ایسے اشعار اسلامی جماعت کو شکار کرنے کے لیے کہے جاتے ہیں ورنہ مرزا صاحب یہ اشعار کیوں کہتے۔

کہ بلا یکت سیر ہر آنم ☆ صد حسین است در گریبانم ☆ آدم نیز احمد مختار ہند در برم جامہ ہمار

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو افضل الانبیاء مانتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

یا عین فیض اللہ والعرفان ☆ یسعی الیک الخلق کا لظمان
وواللہ ان محمداً کر دافۃ ☆ وبہ الوصول بسد السلطان
اور بعد از خدا بعشق محمد محترم ☆ گر کفر ایں بود بخدا سخت کافر
اور ایں چشمہ رواں کہ نخلق خدا دہم ☆ یک قطرہ ز بحر کمال محمد است
اور تمت علیہ صفات کل مزیدہ وغیرہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت ہی تمام کمالات کے جامع ہیں۔

۱۔ مسیح کے دو ہزار سال میں ان کے قوی میں تغیر ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر ہوتا ہے تو دو ہزار برس میں جو ان کی حالت ہو گئی ہوگی اس کا اندازہ کر لیجئے۔ اور اگر

آنچہ داد است ہر نبی را جام ☆ داداں جام را مر تمام ☆ آنچہ من بشنوم ز وحی خدا ☆ بخدا پاک دانمش
ز خطایا

ہمچو قرآن منزہ اش دائم ☆ از خطاہا ہمیں ست ایمانم ☆ انبیاء گرچہ بودہ اند بے پامن بعرفان نہ کترم
ز کے (در شین ص ۱۸۷) اور نیز۔ منم مسیح زمان و منم کلیم خدا ☆ منم محمد و احمد کہ بختی باشد (تریاق
القلوب ص ۳) اور اسلامی جماعت کا باخلاص یہ ایمان ہے۔

فاق النبیین فی خلقی و فی خلقی ولم یدانوا فی علم ولا کرم
و کلہم من رسول اللہ ملتئم عرفا من البحر اور شفا من الدیم
و کل آی اتی الرسل الکرام بہا فانما اتصلت من نورہ بہم
فانہ شمس فضل ہم کو اکبھا یظہرن انوار ہا للناس فی الظلم۔ ۱۲ مرتب
۱۔ مسیح ابن مریم کے دو ہزار سال میں ان کے قوی کو قائم رکھنا اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے باہر
نہیں۔ درحقیقت یہ استعجاب ان اللہ علی کلی شئی قدیر پر ہے۔ ۱۲ مرتب

نہیں تو کیوں؟

۱۸۔ مسیح کو آسمان پر اتنی دیر رکھنے سے کیا فائدہ تھا۔ زمین پر کیوں نہ رکھا گیا تاکہ ان سے مخلوق خدا کو بھی فائدہ پہنچتا۔ خصوصاً جبکہ فرمایا واما ما یسفع الناس فیمکت فی الارمن۔

۱۹۔ اگر تمام اہل کتاب ایمان لے آئیں گے تو آیت وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا کے خلاف ہوگا۔ یہ نہیں کہ یہ وعدہ کسی وقت میں ہو گا بلکہ الی یوم القیمة کے الفاظ پر غور کر لیں۔

۲۰۔ اور علم فزیالوجی کے ماتحت ذی حیات چیز کے لیے پاور آف ایک کریشن اور پاور آف اسی وی میلیشن کا پایا جانا ضروری ہے مگر وہ اس وقت دونوں مسیح میں نہیں پائی جاتیں۔

۲۱۔ اگر مسیح دنیا میں دوبارہ آئیں تو وہ تمام جہان کی طرف رسول ہو کر آئیں

۱۸۔ قرآن کریم میں ہے لایسئل عما یفعل وہم یسئلون۔ اور ماموصولہ غالباً غیر ذوی العقول کے لیے آتا ہے۔ ۱۲ مرتب۔

۱۹۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچوں میں واضح کر دیا ہے کہ الی یوم القیامة ہر چہا رواقات کے متعلق ہے جس کی تائید آیت لیظہرہ علی الدین کلہ کرتی ہے۔ ۱۲ مرتب۔

۲۰۔ انسان اور انسان کے قوی اور قوی کے افعال اور کیلوس و کیموس ہونا اور خون کا بدلہ ماحلل بننا یہ سب چیزیں اس قادر مطلق کی مسخر اور محکوم ہیں۔ اور جیسا کہ وہ قادر مطلق انسان کی حیاتی کو بذریعہ مادی غذا کے قائم رکھتا ہے ویسا ہی وہ قادر مطلق انسان کی حیاتی بذریعہ غذا غیر مادی قائم رکھ سکتا ہے دیکھو حدیث لست بکاحدکم یطعمنی ربی و یتقینی۔

۲۱۔ دو امر قابل توجہ ہیں اول یہ کہ رسولاً الی بنی اسرائیل میں حصر نہیں ورنہ عبارت یوں ہوتی۔ الی بنی اسرائیل رسولاً۔ اور دوسرا یہ کہ مسیح ابن مریم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اور مجدد ہو کر تشریف لائیں گے۔ ۱۲ مرتب۔

گے۔ تو یہ رسولاً الی بنی اسرائیل کے خلاف ہوگا۔ کیونکہ وہ کہیں گے کہ میں تمام جہان کی طرف رسول ہوں۔ اور قرآن مجید کہے گا اور رسولاً الی بنی اسرائیل۔

۲۲۔ پھر یہ سوال بھی ہوگا کہ مسیح کی موت نہیں ہو سکتی جب تک کہ تمام اہل کتاب ایمان نہ لائیں۔ اور قرآن مجید سے ثابت ہے کہ قیامت کے دن تک سب یہود ایمان نہیں لائیں گے۔ پس ثابت ہوگا کہ مسیح کی وفات قیامت کے بعد ہوگی۔

پس یہ ابائیس سوال ہیں جو میں نے آپ کے تمام اعتراضوں کے جواب دے کر پیش کئے ہیں۔ اور نیز چھ سوال اور باقی وہ سوالات جو میرے پہلے پرچوں میں آچکے ہیں ان کے جوابات دیں۔ مگر میں جانتا ہوں کہ آپ کی یہ استطاعت نہیں کہ آپ ان کا جواب دے سکیں۔ پس حیات مسیح کا مسئلہ ایک ایسا

۲۲۔ یہ جان بوجھ کر قرآن کریم کے ساتھ نہیں ہے۔ ۱۲ مرتب

ان بائیس وہی سوالوں کی تردید عقل اور نقل کے ساتھ کی گئی ہے۔ اب ناظرین پر روشن ہو گیا ہے کہ جیسا کہ قادیانی مناظر نے اپنے پہلے پرچوں میں جا بجا شرط نمبر ۱ اور شرط نمبر ۲ کی خلاف ورزی کی ہے ویسا ہی ان بائیس وہی سوالوں میں اس نے شرطین مذکورین سے تجاوز کی ہے۔ اور نیز خیالی اور وہمی باتیں پیش کرنے سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ قادیانی مذہب کی بناء خیال اور وہم پر ہے نہ عقل اور نقل پر۔

۲۔ چھ ڈھکوسلے بصورت سوال بھی آپ پیش کر دیتے انشاء اللہ عقل اور نقل کے ساتھ ان کا بخیہ ادھیڑا جاتا ہے۔ ۱۲ مرتب

۳۔ روئے مناظرہ دیکھنے سے ناظرین یہ فیصلہ کریں گے کہ جواب دینے کی اسلامی مناظر کو طاقت نہیں یا قادیانی مناظر میں جواب دینے کی استعداد ہی نہیں۔ ۱۲ مرتب

مسئلہ ہے جس پر کئی سوالات اعتراضات وارد ہو سکتے ہیں۔ اور عیسائیوں کو یہ کہنے کا موقع ملتا ہے کہ ہمارا نبی زندہ ہے اور تمہارا نبی مردہ۔ اور قرآن مجید کہتا ہے کہ مردے اور زندے برابر نہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مسیح افضل ہیں۔ اور کفارہ کی بھی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ محض موت کو وہ کفارہ کا باعث نہیں مانتے بلکہ صلیبی موت کو۔ اور پھر اس کا آسمان پر جانا وغیرہ باتیں ان کے عقائد کی تائید کرتی ہیں۔ اور اگر مطلق موت نہیں تو جب بھی وہ مریں تو کفارہ ثابت ہو

واقعی جن لوگوں کو ایمان بالقرآن والحدیث نہیں ان کو اس مسئلہ حیات مسیح ابن مریم پر کئی سو خیالات باطلہ اور توہمات کا زہ پیدا ہوتے ہیں۔ ۱۲ مرتب

۲ قرآن کریم کا یہ مطلب ہے کہ وہ لوگ جن کی روحانیت زندہ ہے اور وہ لوگ جن کی روحانیت مردہ ہے برابر نہیں اور قرآن کریم کا یہ مطلب نہیں کہ جو لوگ زندہ ہیں وہ فوت شدہ سے افضل ہیں ورنہ لازم آئے گا کہ مولوی بطال الدین صاحب شمس جو زندہ ہیں مرزا صاحب سے افضل ہوں جو فوت شدہ ہیں۔ ۱۲ مرتب

۳ ناظرین انصاف کیجئے۔ دیکھو یہ قادیانی مناظرہ کیا کہتا ہے۔ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ مسیح ابن مریم بذریعہ صلیب فوت ہوئے ہیں۔ اور قادیانی جماعت کا عقیدہ ہے کہ صلیب سے اتر کر کچھ عرصہ کے بعد خف اللہ کی موت کے ساتھ فوت ہوئے ہیں۔ عیسائیوں اور قادیانی جماعت کے درمیان اگرچہ مسیح ابن مریم کی موت کے اسباب میں اختلاف ہے۔ لیکن نفس موت میں متفق ہیں۔ اور اسلامی جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ مسیح ابن مریم پر موت آئی ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو زندہ بحسدہ العصری آسمان کی طرف اٹھالیا۔ ہے اور وہ اب تک زندہ ہے اور قرب قیامت میں نزول فرما کر تجدید اسلام کریں گے۔ چونکہ کفارہ کی بنا مسیح ابن مریم کی موت پر ہے۔ اس لیے اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ مذہب جس میں مسیح ابن مریم کی موت کو تسلیم کیا گیا ہے کفارہ کی بنیاد کئی کرتا ہے یا وہ مذہب جس میں مسیح ابن مریم کی موت سے بالکل انکار کیا گیا ہے کفارہ کی بنیاد کئی کرتا ہے۔

جائے گا اور ہمارا عقیدہ کہ طبعی موت سے وہ وفات پا چکے ہیں کفارہ کو جڑھ سے کاٹ دیتا ہے سچ فرمایا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے۔

ام قد مات عیسیٰ مطرقاً ونبینا حی و ربی انه و افانی

کیونکہ زندہ وہی ہوتا ہے جس کا کام زندہ ہو۔ جس کی قوم زندہ ہو۔ جس کا مذہب زندہ ہو۔ لیکن مسیح خود وفات پا چکے۔ اس کی قوم روحانیت کے لحاظ سے مر چکی۔ ان کی شریعت منسوخ ہو چکی۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی زندہ نبی ہیں۔ اور کوئی نہیں۔ ۳۔ فافہم۔

پریزیڈنٹ۔ حاکم علی بقلم خود۔ مناظر جماعت احمدیہ۔ جلال الدین شمس

(بقیہ) اسی کفارہ کی تیغ کٹی کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وما قصلوه یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرے نہیں بلکہ ان کو زندہ اللہ تعالیٰ نے واقعہ صلیبی سے پہلے آسمان کی طرف اٹھالیا ہے۔ نہ بانس ہو گا نہ بانسری بجے گی۔ ۱۲۔ مرتب

۱۔ قادیانی مناظر کا مرزا صاحب کے اشعار کو جا بجا پیش کرنا شرائط مناظرہ کی کس قدر خلاف ورزی ہے۔ ۱۲۔ مرتب

۲۔ چونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی دانی) قیامت تک زندہ نبی ہیں اور تمام دنیا میں یہی ایک کامل انسان ہے اس لیے اسلامی جماعت ان کو خاتم النبیین اعتقاد کرتی ہے اور ان کے ظل نبوت سے خارج ہو کر کسی متنبی کے زیر سایہ ہونا ایسا سمجھتی ہے جیسا کہ آگ جلتی ہوئی شعلہ زن میں داخل ہونا۔ لیکن افسوس کہ قادیانی جماعت زبانی تو یہ کہتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ نبی ہیں اور کوئی نہیں۔ لیکن اعتقاد خاتم النبیین کا انکار کر کے مرزا صاحب کو نبی سمجھتی ہے۔ اور ایسے زندہ نبی اور انسان کامل کے ظل ظلیل سے خارج ہو کر متنبی کے زیر سایہ ہونا اعلیٰ درج کی ضلالت و شقاوت ہے۔ کیونکہ یہ لوگ ذالک هو الفوز العظیم سے محروم ہیں۔ ۱۲۔ مرتب

۳۔ فافہم کے ساتھ شاید قادیانی مناظر نے یہ امر کیا ہے کہ اے اسلامی مناظر تو سمجھ لے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ نبی لساناً کہہ رہا ہوں نہ اعتقاداً۔ ۱۲۔ مرتب

۱۱۹ اکتوبر ۱۹۲۳ء پرچہ نمبر ۴

از مفتی غلام مرتضیٰ صاحب اسلامی مناظر

سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العليم الحكيم فان
تنازعتم فی شئی فردوه الی اللہ والرسول۔

مجھے افسوس ہے کہ باوجود میرے مناظر صاحب کے جواب نہ دے سکنے کے

پھر بھی وہ شرائط سے باہر ہو کر ادھر ادھر کی باتیں غیر متعلقہ کر رہے ہیں۔ کیونکہ میں

نے رفع الی اللہ کے معنی رفع الی السماء کئے اور میرے مناظر صاحب نے رفع الی

اللہ کی کوئی مثال پیش نہیں کی اور دیگر مثالوں کو پیش کر کے رفع کے لیے اور معنی

ثابت کئے یہ ان کو کیسا مفید ہو سکتا ہے۔ دیکھئے کہ قرآن کریم میں بعل کا معنی زوج

ہے مگر اعداؤں بعل میں بت مراد ہے۔ اور ہر جگہ قرآن کریم میں اسف کا معنی

حزن ہے مگر فلما اسفونا کا معنی فلما اغضبونا ہے۔ اور ہر جگہ قرآن کریم میں

کنز سے مراد مال ہے مگر کنز جو سورہ کہف میں ہے اس سے مراد صحیفہ علم ہے۔

وغیرہ وغیرہ جیسا کہ پرچہ نمبر ۱ میں درج ہے۔ اس کا کوئی جواب نہیں۔ میں نے

بل ابطالیہ کے مقتضا کو اور قصر قلب کے مقتضا کو لے کر فقرہ بل رفعہ اللہ الیہ

سے ابن مریم کی حیات ثابت کی۔ لیکن میرے مناظر صاحب نے اس کا بھی کوئی

جواب مطابق شرائط نہیں دیا۔ اور ہر چہ ارضاء کے معرّفہ ہونے کے لحاظ اور ان کا

مرجع ایک ابن مریم زندہ بعینہ ہونے کے لحاظ سے بھی میں نے حیات ابن مریم کو ثابت کیا مگر میرے مناظر صاحب نے اس کا بھی کوئی جواب عنایت نہیں فرمایا۔ ہاں صنعتِ استخدام کا نام لے کر ایک شعر پڑھ دیا ہے لیکن علم بدیع کی طرف توجہ نہیں کی۔ البدیع ہو علم یعرف بہ وجوہ تحسین الکلام بعد رعاۃ المطابقة ووضوح الدلالة۔ تو صنعتِ استخدام اس جگہ مراد نہیں ہو سکتی جہاں اس کے اختیار کرنے سے مطابقت اور وضوح کے خلاف ہو۔ اور نیز قرینہ کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ شبوہ میں۔ اور قواعد نحو کے مطابق لیونین سے استقبال مراد ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ لیکن میرے مناظر صاحب نے قواعد نحوی کے رو سے کوئی جواب نہیں دیا۔ اور قرآن کریم اور حدیث صحیح اور اقوال صحابہ اور لغت عرب اور صرف اور نحو اور معانی اور بیان اور بدیع امور مفسرہ قرار دیئے گئے تھے۔ اور میرے مناظر صاحب نے تو عجیب کام کیا ہے کہ کبھی توریت کا نام لیتے ہیں اور کبھی کسی تابعی کا ذکر کر دیتے ہیں اور کبھی شاہ رفیع الدین صاحب کو اپنے استدلال میں پیش کرتے ہیں اور کبھی آیات کو ان کے غیر مصداق پر پیش کر کے اس کو ان آیات کا مصداق قرار دیتے ہیں جیسا کہ کلام میں کہا گیا ہے اور کبھی جر ثقیل کا

یہاں لفظ کہا گیا ہے نہ لکھا گیا۔ ۱۲ مرتب

مسئلہ چھیڑ دیتے ہیں۔ اور کبھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین شروع کر دیتے ہیں۔

جونی الحقیقت ہماری توہین ہے۔ اس لیے مطابق ۳ جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا۔ الخ ہم اتنا عرض کرتے ہیں کہ یہ تو ظالموں کا ذکر ہے اور نیز ان لوگوں کا ذکر ہے جن پر موت وارد ہو۔ اور حضرت عیسیٰ موعود تو اس کے مصداق نہیں ہو سکتے۔ بلکہ مصنوعی مسیح صاحب چونکہ فوت ہو چکے ہیں اس لیے وہ اس آیت کے مصداق ہیں۔ اور یہ کلا ان کے لیے کلا ہے۔ اور شعروں کا مطلب یہ ہے کہ تمام قرآن سے وفات ثابت نہیں ہوئی بلکہ قرآن کریم سے حیات ثابت ہوتی

اعقادیاتی مناظر نے یہ تقریر کی کہ قرآن کریم میں ہے کہ حتی اذا جاء احدہم الموت قال رب ارجعون لعلی اعمل صالحاً فیما ترک کلا انہا کلمۃ ہو قائلہا۔ الخ یہ آیت عیسیٰ کو واپس نہیں ہونے دیتی بلکہ یہ کلا مسیح کے لیے کلا ہے۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۴ وغیرہ میں اس کے متعلق یہ لکھا کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین برداشت نہیں کر سکتے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ کو قرآن کریم نے جلیل القدر نبی قرار دیا ہے۔ ہم مطابق آیت جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا اتنا عرض کرتے ہیں کہ یہ آیت ظالموں کے حق میں ہے۔ اور نیز اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہے جن پر موت وارد ہو۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ ہونا تو قرآنی دلائل سے قطعاً ثابت ہے۔ اس لیے وہ اس آیت کا مصداق نہیں ہو سکتے۔ بلکہ مصنوعی مسیح یعنی مرزا صاحب چونکہ فوت ہو چکے ہیں اس لیے اس آیت کا وہ مصداق ہیں اور یہ کلا ان کے لیے کلا ہے۔ ۲ مرتب
یعنی برائی کا بدلہ اس کی مثل برائی ہے۔ ۲ مرتب

ہے۔ اور کوئی آیت حیات کی مخالف نہیں۔ اور ان معنی جب مطابق آیت لیا گیا تو پھر کیا اعتراض ہے۔ اور فلما تو فیتنی کی آیت کے الفاظ میں غور کریں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ زیر بحث قول ہے نہ علم۔ اور اذا الاغلال کی مثال اذ کے لیے ہے نہ ماضی کے لیے۔ اور ماضی بکثرت بمعنی استقبال آتی ہے۔ و نفع فی الصور وغیرہ اور جب تو فی بمعنی نیند اور موت ہے تو اس قدر تشبیہ کے لیے کافی ہے۔ کہ دونوں میں معنی قبض روح کے ہوں اور ایک میں قبض مع الارسال ہونا اور دوسرے میں قبض مع الامساک ہونا تشبیہ کے خلاف نہیں۔

جراحات ا م السنان لها التیام ولا یلتام ما جرح اللسان

اور قد خلت من قبله الرسل میں سنة الله التي قد خلت کا کوئی

جواب نہیں دیا گیا۔ اگر ہم بخوشنودی مناظر صاحب ان کے معنی مال لیں تو لازم

آئے گا کہ (نعوذ باللہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رسول ۲ نہیں۔ پس موجبہ کلیہ نہ

یعنی نیزوں کے زخم مل جاتے ہیں اور جو زبان زخم کرے وہ نہیں ملتے۔ دیکھو اس شعر میں

کلمات کو جرح کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور ما بہ التشبیہ مطلق تاثیر ہے نہ خاص تاثیر

جرح۔ ۱۲ مرتب

۲ کیونکہ قد خلت من قبله الرسل میں بروئے قواعد نحو من قبله خلت کے

متعلق ہے۔ ۱۲ مرتب

ہوا۔ اور تلک امة قد خلت میں بھی کوئی دلیل نہیں۔ ابو بکر کے متعلق

خصوصیت سے ہم نے جواب دیا نہ کہ دوسرے مقاموں کا اور روح القدس بھی

بوجہ اقنوم ثالث ہونے کے معبودات باطلہ میں داخل ہے۔

اور الذین عام لفظ ہے۔ اور اموات غیر احياء میں اموات کی تاکید غیر

احیاء سے کی۔ اسی لیے کہ یہاں ان کی معبودیت کا باطل کرنا مقصود ہے کہ انا

یا کلان الطعام میں سبحان اللہ کیا گل کھلایا گیا۔ ہم نے تو یہی بات کہی ہے کہ انا کی

ماضی بوجہ مریم کے ہے اور مریم کی اس تعبیر برنگ تذکیر میں تغلیب ہے۔ تو مناظر

صاحب ہماری بات بیان کر رہے ہیں اور سمجھتے یہ ہیں کہ ہم تردید کر رہے ہیں۔

اور ۲۔ یا مریم اقنتی لربک واسجدی وارکعی مع الراکعین سے صاف

ثابت ہے کہ جیسا ہماری نماز کے ارکان قیام رکوع جود وغیرہ ہیں ویسا ہی عیسوی

نماز میں۔ اور اس بحث میں میں نے جو حنائاً من لدنا و زکوۃ کو پیش کیا اس کا

کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ اور یہ اعتراض کہ بہت جگہ زکوۃ سے صدقہ مفروضہ مراد

ہے یہ اس امر کو ثابت نہیں کرتا کہ ہر جگہ یہی مراد ہو اور من بعدی میں اس آیت کو

ملاحظہ فرمادیں ۳۔ واتخذو قوم موسیٰ من بعده من حلیم عجل جسد اٰلہ

۱۔ کیونکہ جہاں فقرہ تلک امة قد خلت ہے وہاں پہلے عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہیں اور جہاں حضرت عیسیٰ

علیہ السلام کا ذکر ہے قد خلت نہیں۔ قرآن کریم نکال کر سورۃ بقرہ میں ملاحظہ کریں۔ ۱۲ مرتب

۲۔ یعنی اے مریم فرمانبرداری کرو اسطے رب اپنے کے اور سجدہ کر اور رکوع کر ساتھ رکوع کرنے والوں

کے۔ ۱۲ مرتب

۳۔ یعنی اور بنایا موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے پیچھے موسیٰ کے اپنے زیوروں سے پتھر محض ایک جسم جس

سے آواز نکلتی تھی۔ دیکھو اس آیت میں من بعدہ سے مراد من بعد غیوبہ موسیٰ ہے نہ کہ من

بعد موت موسیٰ۔ اور جیسا کہ اس آیت میں اثبات ہے ویسا ہی آیت مبشراً برسول یاتنی من

بعدی اسمہ احمد اثبات ہے۔ ۱۲ مرتب

خوار سبحان اللہ لانبی بعدی کو اور من بعدی کو ایک نظر سے دیکھا۔ جناب من! لانبی بعدی میں بوجہ ہونے نکرہ غیر نفی میں مرزا صاحب کی نبوت کا بطلان ہوتا ہے یہ فقرہ مشتمل بر نفی ہے اور من بعدی مشتمل بر اثبات ہے۔ ذرا غور کریں۔ اگر بات نہ بنے تو ویسا بلا سمجھے سوچے کچھ کہہ دینا مفید نہیں۔ اور من نعمہ میں اعطاء عمرو و تنکلیس کا بیان ہے۔ پس بس۔ اور حدیث لو کان موسیٰ و عیسیٰ الخ آیت بل رفعہ اللہ الیہ کے بالکل برخلاف ہے اور یہ وہ آیت ہے جس کا جواب آپ نے کوئی نہیں عطا فرمایا۔ معراج کی حدیث ابن ماجہ جو میں نے پیش کی ہے اس کا کوئی جواب دینے کی ضرورت بھی نہیں کیونکہ اس میں عیسیٰ ابن مریم کا نزول بعینہ ثابت ہے اور ایسا ثابت ہے کہ جس کا جواب کوئی نہیں۔ میں تو مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان فرق سمجھتا ہوں آپ امتحان کر کے دیکھ لیں۔ اور حدیث کیف تہلک امة انا اولھا والمہدی اوسطھا والمسیح اخرھا میں میرے پر الزام لگایا گیا ہے کہ یہ شیعوں کا اعتقاد ہے۔ جناب من! ہم ہر حیثیت سے امامیہ صاحبان کے مخالف نہیں بلکہ اس امر میں اتفاق ہے کہ امام مہدی عیسیٰ کے وقت تشریف لاویں گے۔ یہ دوسرا اختلاف ہے کہ اب پیدا ہو چکے ہیں یا نہ۔

دستخط مفتی غلام مرتضیٰ اسلامی مناظر۔

دستخط مولوی غلام محمد پریزیڈنٹ اسلامی جماعت۔ از گھوٹہ ضلع ملتان

۱۔ یعنی چونکہ قادیانی مناظر کے پاس اس حدیث ابن ماجہ کا کوئی جواب نہیں اس لیے مجبوراً قادیانی مناظر کو جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ ۱۲ مرتب

۲۔ کیونکہ عرج فیہا بروح عیسیٰ الخ میں اضافت بیانی ہے۔ اے ای عرج بالروح الذی ہو عیسیٰ جیسا کہ عرج کے لفظ سے ظاہر ہے۔ ۱۲ مرتب

از مولوی جلال الدین صاحب قادیانی مناظر

بسم الله الرحمن الرحيم. نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم.
رب اشرح لی صدري و یسر لی امری و احلل عقدہ من لسانی
یفقہو قولی۔

۱۔ آپ مجھ پر افسوس کرتے ہیں۔ لیکن جناب مفتی صاحب آپ کو افسوس نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ آپ کی حالت پر مجھے افسوس آتا ہے کیونکہ یہ پرچہ میرے تیسرے پرچہ کے جواب میں تھا نہ کہ چوتھے یا دوسرے پرچہ کے جواب میں کہ آپ نے حیات مسیح کی دلیل لکھنی شروع کر دی۔ اہل علم آپ کو کیا کہیں گے سوائے اس کے کہ وہ کہیں کہ مفتی صاحب گھبرا گئے تھے اور کچھ نہیں کہیں گے دیکھئے یہی بیان آپ کے تیسرے پرچہ میں موجود ہے اور اسی کو آپ دہرا رہے ہیں۔

۲۔ میں نے آپ کی تمام توجیہات کو خدا تعالیٰ کے فضل سے توڑ دیا اور قرینہ

۱۔ قادیانی مناظر کو مفتی صاحب اسلامی مناظر کے پرچہ نمبر ۱ کا شرط نمبر ۱ اور شرط نمبر ۲ کے تحت میں رہ کر کوئی جواب نہیں آیا جیسا کہ روئے داد مناظرہ سے روشن ہے۔ اس لیے گھبرا کر اور حیا کو دور کر کے اسلامی مناظر کو گھبراہٹ کا الزام لگا رہا ہے۔ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ کے سوائے کوئی نئی بات بطور دلیل پیش نہیں کی بلکہ بطور تردید اور قادیانی مناظر نے گھبرا کر اپنے پرچہ نمبر ۱ کے سوائے میں بھی نئی دلیلیں پیش کی ہیں۔ مثلاً حضرت ابن عباس کی تفسیر مبینک جو متوفیک کے ذیل میں لکھی ہے حالانکہ عیسیٰ انسی متوفیک الخ، کو قادیانی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں نہیں پیش کیا۔ ۱۲ مرتب

۲۔ سبحان اللہ قادیانی مناظر نے اسلامی مناظر کی توجیہات کو اس طرح توڑا ہے کہ قرآن کریم اور حدیث اور اقوال صحابہ اور قواعد عربیت کے مطابق وہ کوئی جواب نہیں دے سکا۔ اس لیے گھبرا کر اس قادیانی مناظر نے توریت کو پیش کیا جو یہودی محرف اور منسوخ شدہ کتاب ہے۔

بھی بتا دیا۔ اور مل کے لفظ سے جو آپ تضاد ثابت کرتے ہیں اس کو لے کر بھی آپ کے معنوں کی تردید کر دی۔ اور اہل ترقی کے لیے ہوتا ہے۔ کوئی شرط نہیں ہے آپ اپنی طرف سے بڑھا رہے ہیں۔

میں خوب جانتا تھا کہ آپ مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ کیونکہ قرآن مجید نے جو دلائل وفات مسیح پر دیے ہیں ۲ کوئی نہیں جو انہیں توڑ سکے۔ آپ کی منطق دانی کی کیفیت تو میں تیسرے پرچے میں لکھ چکا ہوں۔ اب آپ کی صر فی قابلیت لفظ ۳ امتیہی سے ظاہر ہے۔ میں نے کہا تھا کہ آپ نے غلطی سے نہیں لکھا۔ بلکہ آپ کے

(بقیہ) اور جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس توریت کا ایک نسخہ پیش کیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ توریت کا نسخہ ہے حضور ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا پس عمر رضی اللہ عنہ نے توریت کو پڑھنا شروع کر دیا جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہوتا جاتا تھا۔ پس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے عمر تم کو کیا ہو گیا۔ دیکھتے نہیں کہ حضور کے چہرے کی کیا حالت ہو رہی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا تو خوف زدہ ہو کر کہنے لگے اعوذ باللہ من غضب اللہ و غضب رسولہ رضینا باللہ ربنا و بالاسلام دیننا و بمحمد نبینا۔ پس آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ اگر موسیٰ ظاہر ہو اور مجھے ترک کر کے اس کی اتباع کرو تو یقیناً تم صراط مستقیم سے گمراہ ہوتے اور اگر موسیٰ زندہ ہوتا اور میری نبوت کے زمانہ کو پاتا تو ضرور وہ بھی میری اتباع کرتا۔ رواہ الداری (مشکوٰۃ)۔ یہ توریت وہ محرف منسوخ شدہ کتاب ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھنا نہیں چاہا۔ لیکن قادیانی مناظر نے اس توریت کو اپنی تائید میں پیش کیا۔ اور افسوس کہ اس کتاب محرف منسوخ شدہ نے بھی اس بیچارے قادیانی مناظر کی امداد نہ کی کیونکہ قادیانی مناظر نے توریت سے یہ ثابت کرنا چاہا کہ جو مصلوب ہو وہ ملعون ہے اور توریت کا یہ مضمون ہے کہ جو کسی جرم میں مصلوب ہو وہ ملعون ہے آفتاب ہو (استنباب ۲۱ ص ۳۰۳) ۱۲ مرتب۔

ایہ کی علم کا نتیجہ ہے جیسا کہ ظاہر ہو چکا ۱۲ مرتب

۲ اسلامی مناظر نے تمام دلائل وفات کو توڑ دیا ہے جیسا کہ روئداد مناظر سے روشن ہے اور قادیانی مناظر کا یہ کہنا محض تحکم ہے۔ ۱۲ مرتب

۳ قادیانی مناظر کا امتیہی پر زور دینا یہ اس کی شکست و مغلوبیت کی دلیل ہے کیونکہ قادیانی

علم میں ہی یہی ہے۔ اور علم صرف میں آپ کی تعلیمی حالت بہت کمزور ہے۔ حاضرین کو میں اس بات کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ مفتی صاحب کو بار بار کہا گیا کہ آپ پرچہ میں سے اپنے الفاظ امانت سمیت باب جس کی ماضی توفیتی کے مقابلے میں امتیازی ہوگی نہ امتیازی کیونکہ موت کا لفظ مظاہف نہیں بلکہ اجوف ہے۔ پڑھیں۔ مگر آپ نے نہیں پڑھے۔ لہذا مجبوراً مجھے ہی ان کی ڈیوٹی ادا کرنی پڑی ہے۔ سنئے مفتی صاحب۔ اس سے ایک تو آپ کی قرآن دانی کا بھی پتہ لگ گیا۔ کیا آپ نے قرآن مجید میں یہ آیت نہیں پڑھی کہ ربنا امتنا اثنتین و احیانا اثنتین کیا قرآن مجید میں امتیاز ہے یا امتنا۔ پھر روح المعانی میں آیت فلما توفیتی کے ماتحت اس کے معنی اتنی لکھے ہیں نہ کہ امتیازی۔ کتاب ہمارے پاس موجود ہے۔ اگر آپ کسی مبتدی سے بھی اس کی گردان کرائیں گے تو وہ بھی بتا دے گا کہ امانت امانت امانت امانت امانت۔ امت۔ جب مذکور واحد مخاطب کے صیغہ پر آئے گا تو امت کہے گا۔ نہ امت اور ادغام کا بھی شاید آپ کو قاعدہ معلوم نہیں رہا کہ ادغام کس وقت ہوتا ہے اگر آپ صرف کی کوئی ابتدائی کتاب بھی پڑھیں گے تو آپ کو معلوم ہو جائے کہ یہ لفظ اتنی ہے نہ امتیازی۔ توفیتی کے متعلق میرا پہلے پرچہ میں بالوضاحت لکھ چکا ہوں۔ نیز اذا الاغلال کی مثال صرف اذ کے لئے تھی۔ کہ وہاں اذ آیا ہوا ہے۔

(بقیہ) مناظر ایسا کوئی مضمون پیش نہیں کر سکا جو موضوع مناظرہ سے چسپاں ہو کر یہ ظاہر کرے کہ اسلامی مناظر اس کا جواب نہیں دے سکا اور اس کے متعلق قادیانی مناظر کے پرچہ نمبر ۳ کے حاشیہ میں تفصیل کی گئی ہے اور نیز اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۵ میں یہ بھی لکھا ہے اور اتنی کے متعلق مضمون پرچہ میں کاٹا گیا ہے اگر کوئی فقرہ رہ گیا ہو تو مضائقہ نہیں۔ ۱۲

مرتب

یا اس لیے کہ جب اے وہ فعل ماضی پر داخل ہو تو اس کے معنی استقبال کے ہوتے ہیں۔ جب اہل علم اس مناظرہ کو دیکھیں گے تو وہ آپ کے متعلق کیا رائے قائم کریں گے۔ اور تشبیہ موت اور نیند میں نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ میں بتا چکا ہوں کہ تو فی جب بغیر قرینہ منام اور لیل وغیرہ کے استعمال ہو تو اس کے معنی نیند کے نہیں ہوتے۔ دوسرے حدیث میں حالات امت بیان کر کے آپ نے فرمایا ہے کہ میں وہی کلمات کہوں گا (جو مسیح نے کہے)

اور آیت قد خلت من قبلہ الرسل میں سنة اللہ الی قد خلت کو پیش کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ کیا سہ بھی ذی روح ہے۔ چاہیے تھا کہ آپ مثال ایسی پیش کرتے کہ جس میں خلا کا لفظ ذی روح کے لیے آیا ہوتا۔ ہم نے جو قرآن مجید سے مثالیں پیش کی ہیں ان میں ذوی الروح پر خلت کا لفظ آیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں تلک امة قد خلت میں موت مراد نہیں ہے۔ بہت

اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں یہ لکھا ہے۔ اذ استقبال کے لیے بھی آتا ہے فسوف يعلمون اذ الاغلال فی اعناقہم۔ اس عبارت سے دو امر ظاہر ہوتے ہیں۔ پہلا یہ کہ یہ مثال فقط اذ کی ہے نہ ماضی کی۔ اور دوسرا یہ کہ اذ ماضی کے لیے بھی آتا ہے اور استقبال کے لیے بھی۔ جب اہل علم مناظرہ کو پڑھیں گے تو قادیانی مناظر کے فہم و ادراک پر افسوس کریں گے۔ ۱۲ مرتبہ اس کی کافی تردید اسلامی مناظر اپنے پرچہ نمبر ۲ میں کر چکا ہے جس کی توضیح حاشیہ میں کی گئی ہے۔ قادیانی مناظر ویسا بلا ربط باتیں لکھ دیتا ہے۔ ۱۲ مرتبہ

۳ قادیانی مناظر سخت اضطراب و گھبراہٹ میں ہے کیونکہ اس کو اتنا بھی یاد نہیں رہا کہ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں دلیل قد خلت من قبلہ الرسل کی تردید کرتے ہوئے یہ مثال پیش کی ہے۔ واذا خلوا الی شیطانیہم جس میں فاعل ذی روح ہے۔ ۱۲ مرتبہ

۴ قادیانی مناظر کا اضطراب موجزن ہے کیونکہ وہ اسلامی مناظر کو مخاطب کر کے اپنے پرچہ نمبر ۵

ہی عجیب ہے۔ کیا پہلے جن کا ذکر ہے وہ آسمان پر چلے گئے تھے یا وفات پا چکے تھے۔ پھر لکھتے ہیں کہ اگر موجب کلیہ ہی مان لیں تو لازم آئے گا کہ (نعوذ باللہ) آنحضرت رسول نہیں ہیں۔ اور پھر پرچہ کے علاوہ آپ تقریر میں بیان فرماتے ہیں کہ من قبلہ کو صفت الرسل کی بتانا صحیح نہیں۔ کیونکہ صفت موصوف سے مقدم نہیں آتی۔ لیکن میں کہاں تک مفتی صاحب کو نحو سکھاؤں۔ آپ کو معلوم نہیں کہ فاعل کے متعلق لکھا ہے۔ والاصل فی الفاعل ان یلی الفعل ولہذا جاز ضرب غلامہ زید و امتنع ضرب غلامہ زیداً کافیہ ہی پڑھ لیا ہوتا۔ پس الرسل جو خلت کا فاعل ہے۔ اور اصل فاعل میں یہ ہے کہ وہ فعل سے ملا ہوا ہو۔ اس لیے یہاں صفت محلاً موخر ہے اور یہ جائز ہے۔ اور قرآن مجید میں بھی

(بقیہ) میں یہ لکھتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ تلک امة قد خلت میں موت مراد نہیں۔ اور اسلامی مناظر کی عبارت پر چیمبر ۴ میں اس طرح ہے۔ ”اور تلک امة قد خلت وغیرہ میں بھی کوئی دلیل نہیں۔“ دیکھو اسلامی مناظر کی عبارت میں یہ فقرہ (موت مراد نہیں) کہاں ہے۔ بلکہ اسلامی مناظر کی اس عبارت کا (کوئی دلیل نہیں) یہ مطلب ہے کہ جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے وہاں قد خلت نہیں اور جہاں قد خلت ہے وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہیں۔ ۱۲ مرتب

۱۱ قادیانی مناظر نے اسلامی مناظر کی تحریر و تقریر کا مطلب نہیں سمجھا۔ کیونکہ اسلامی مناظر کا یہ مطلب ہے کہ اگر خلت کے معنی مات کئے جائیں اور الرسل کا الف لام استغراقی تسلیم کیا جائے تو لازم آئے گا کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رسول نہیں کیونکہ قد خلت من قبلہ الرسل میں من قبلہ بروئے ترکیب نحوی الرسل کی صفت ولغت نحوی نہیں ہو سکتی اس لیے کہ صفت ولغت نحوی تابع کا قسم ہے اور جو تابع ہو وہ ذکر میں متبوع سے موخر ہوتا ہے جیسا کہ تابع کی تعریف سے ظاہر ہے۔ التسابع کل شان ای کل متاخر (کافیہ و شرح جامی ص ۷۷) اور جب من قبلہ الرسل کی بروئے ترکیب نحوی صفت نہ ہو سکی تو وہ خلت کے متعلق ہوگا۔

صفت مقدم آئی ہے۔ جیسے صراط العزیز الحمید اللہ۔ پس آپ نے کافیہ نہیں تو قرآن مجید کو ہی پڑھ لیا ہوتا۔ اور میں نے لکھا تھا کہ روح القدس اموات میں تینوں باتوں کی وجہ سے شامل نہیں ہے۔ باقی تمام معبودان باطلہ جن کے متعلق تینوں باتیں ثابت ہیں وہ اس میں شامل ہیں۔ فرماتے ہیں غیر احیاء کا لفظ لانے سے ان کی معبودیت کا باطل کرنا مقصود ہے۔ ٹھیک ہے۔ معبودیت ان کے

(بقیہ) جس کا یہ معنی ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے سب رسول فوت ہو چکے ہیں وہو کما تری۔ اور قادیانی مناظر نے جو کافیہ کی عبارت پیش کی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ فاعل کا اصل محل فعل کے ساتھ متصل ہے جس کی وجہ سے ضرب غلامہ زید میں زید ضمیر مجرور کا مرجع ہو سکتا ہے اور اس سے یہ مراد لینی بالکل غلط ہے کہ صفت ولغت نحوی بھی فاعل سے ذکر میں مقدم ہو سکتی ہے جیسا کہ قادیانی مناظر کو ضبط ہوا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی مناظر نے اردو اور انگریزی خوانوں کو دھوکھا دینے کے لیے کافیہ کے محض الفاظ یاد کئے ہوئے ہیں۔ اور صراط العزیز الحمید اللہ میں العزیز الحمید اللہ کی صفت ولغت نحوی نہیں۔ بلکہ العزیز الحمید مبدل منہ ہے۔ اور اللہ بدل ہے۔ اب یہ امر آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہو گیا کہ قادیانی مناظر کو نہ کافیہ آتا ہے اور نہ ہی قرآن کا فہم و ادراک ہے۔ ۱۲ مرتب

۱۔ اسلامی مناظر نے جن باتوں کا مکمل طور پر جواب دے دیا ہے۔ قادیانی مناظر عام لوگوں کو مغالطہ دینے کے لیے پھر پھر بیان کرتا ہے۔ والذین یدعون الخ عام ہے۔

اور الاعتبار لعموم اللفظ لالخصوص المورد۔ ۱۲ مرتب

اللهم اغفر لکاتبہ ولو الدیہ و من سعی فیہ۔

مردہ ہونے سے ہی باطل ہوگئی اور غیر احیاء نے اموات کے لفظ کی تفسیر کر دی۔
 اور آیت کانا یا کلان الطعام میں جو تغلیب آپ نے لکھی تھی وہ حضرت مریم
 کے لحاظ سے تھی۔ اور اب آپ نے تسلیم کر لیا کہ تغلیب مسیح کے لحاظ سے ہے کیونکہ
 مقصود بالذات انہی کا ذکر ہے کہ وہ پہلے کھانا کھاتے تھے۔ لیکن اب نہیں کھاتے۔
 اور آیت کانت من القانتین اور وار کعی مع الراکعین سے ہمارے
 استدلال پر بالکل زد نہیں پڑ سکتی۔

آپؑ فرماتے ہیں کہ حساناً من لدنا وزکوۃ کا ذکر نہیں کیا۔ حضرت میں
 کیوں ذکر کرتا۔ شرط میں لکھا ہے۔ قرآن مجید کی قرآن مجید سے تفسیر کی جائے گی۔
 لہذا میں نے اس سے تفسیر کی۔ کہ صلوٰۃ اور زکوٰۃ کا جہاں کہیں قرآن مجید میں اکٹھا
 ذکر آیا ہے وہاں مالی زکوٰۃ ہی مراد ہے۔

اور ابن ماجہ کی حدیث کا میں پہلے پرچہ میں جواب دے چکا ہوں۔ کہ
 اقادیانی مناظر سخت گھبرا کر ادھر ادھر ہاتھ مار رہا ہے۔ مثل مشہور ہے کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ اصل
 مطلب بالکل صاف ہے کہ مریم اور ابن مریم دونوں سے تغیر کرنے کے وقت تذکیر کو تانیث پر غلبہ
 کر کانا کلان الطعام کہا گیا اور کانت من القانتین اور وار کعی مع الراکعین کبھی کانا
 یا کلان کے نظائر ہیں۔ ۱۲ مرتب

۲ سبحان اللہ زکوٰۃ کی تفسیر میں آیت حساناً من لدنا وزکوٰۃ کو پیش کرنا یہ تفسیر القرآن بالقرآن
 نہیں تو اور کیا ہے۔ اور لفظ صلوٰۃ کے صدقہ مفروضہ میں کثرت استعمال سے یہ لازم نہیں آتا کہ جہاں
 لفظ صلوٰۃ ہو وہاں اس سے صدقہ مفروضہ ہی مراد ہو۔ ۱۲ مرتب

۳ اسلامی مناظر نے سنن ابن ماجہ کی وہ حدیث تردید میں پیش کی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم عیسیٰ بن مریم کی زبانی ان کا نزول بعینہ بیان فرماتے ہیں۔ اب قادیانی مناظر کا یہ کہنا کہ بخاری کی
 حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عیسیٰ ابن مریم کو مردوں کی جماعت میں دیکھا۔
 عجیب بات ہے کیونکہ مردوں کی صحبت صحبت کرنے والے کی موت کو تسلیم نہیں۔ ورنہ آنحضرت صلی
 اللہ علیہ وسلم بھی جب مردوں میں شامل ہوتے تو فوت ہو جاتے۔ ۱۲ مرتب

جب بخاری کی حدیث ثابت کرتی ہے کہ مسیح مردوں میں شامل ہیں تو یہ حدیث اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اور بخاری کی حدیث امامکم منکم بھی اس کے خلاف ہے اور اس کی تردید کرتی ہے۔ ۲ من نمرہ میں دوائی عمر قطعاً مراد نہیں۔ اور ۳ حدیث لو کان موسیٰ و عیسیٰ کا جواب میں پہلے پرچہ میں دے چکا ہوں۔ اور بڑے بڑے ائمہ نے اسے حدیث تسلیم کیا ہے۔ اس سے آپ نے مان لیا کہ اس سے وفات مسیح ثابت ہوتی ہے۔

اب رہی ۴ حدیث کیف تہلک امة انا فی اولہا و المہدی فی وسطہا و عیسیٰ بن مریم فی آخرہا اس حدیث میں امت کے وسط میں

ایمان ہو چکا ہے کہ امامکم منکم حال ہے جو غربت کو چاہتا ہے۔ ۲ مرتب
۲ اسلامی مناظر نے کہا ہے کہ اس سے مراد عمر ہے اور یہ نہیں کہا کہ دوائی عمر مراد ہے۔ ۲ مرتب
۳ قادیانی مناظر کے پیغمبر لکھتے ہیں۔ ”یاد رہے کہ ہمارے اور ہمارے مخالفین کے صدق و کذب آزمانے کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات و حیات ہے۔ اگر درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں تو ہمارے سب دعوے جھوٹے اور سب دلائل بیچ ہیں اور اگر وہ درحقیقت قرآن کریم کی رو سے فوت شدہ ہیں تو ہمارے مخالف باطل پر ہیں۔ اب قرآن درمیان ہے اس کو سوچو (تحفہ گولڈویس ص ۱۶۶) دیکھو پیغمبر تو قرآن پر فیصلہ کرنے کی نصیحت کرتا ہے اور اس کا امتی قرآنی ثبوت دینے سے عاجز ہو کر ضعیف بلکہ موضوع حدیثوں پر زور دے رہا ہے۔ طرفہ یہ کہ ان سے بھی اس کا دعویٰ وفات مسیح ثابت نہیں ہوتا۔ ۲ مرتب

۴ یہ حدیث بروئے الفاظ اس طرح ہے۔ کیف تہلک امة انا اولہا و المہدی وسطہا و المسیح آخرہا (مشکوٰۃ) اور اسلامی مناظر نے بھی اپنے پرچہ نمبر ۴ میں اس حدیث کو انہی الفاظ کے ساتھ لکھا ہے۔ امامیہ کا ذکر کرنا یہ قادیانی مناظر کا ڈھکوسلہ ہے جس کا جواب دیا جا چکا ہے۔

مہدی کا آنا قرار دیا گیا ہے۔ حضرات شیعہ صاحبان کے عقائد کی طرح آپ کا عقیدہ قرار دینے کی وجہ میں پہلے پرچہ میں لکھ چکا ہوں۔ اور سنیوں کی طرح ہمارا یہ فتویٰ نہیں کہ ان سے کھانا پینا اور ان کا ذبیحہ حرام ہے۔ حضرت مسیح موعود سب کے متعلق فرماتے ہیں۔

اے دل تو نیز خاطر ایناں نگاہدار کا خر کنند دعوائے حب پیہمیرم

۲۔ ہانوت کے متعلق۔ تو آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ جو مسیح ناصری کے نزول کو مانتے ہیں وہ اسے نبی بھی قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ حج الکرامہ میں لکھا ہے فانہ وان کان خلیفۃ فی الامۃ المحمدیۃ لکنہ رسول و نبی کریم علی حالہ

۱۔ قادیانی مناظرہ کا بجا شرائط مناظرہ سے تجاوز کر رہا ہے۔ اسلامی مناظرہ کا یہ فتویٰ نہیں بلکہ اس کا یہ فتویٰ ہے کہ ولا تقولوا لمن القی البکم السلام لست مومنأ۔ اور قادیانی جماعت کے ہی تنگ دلی سے خلاف اسلام فتوے ظاہر ہو چکے ہیں۔ مثلاً مرزا صاحب نے جو خط عبدالحکیم خان صاحب کو لکھا۔ اس میں یہ فقرہ ہے۔ ”ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے۔“ اور میاں محمود صاحب خلف رشید مرزا صاحب رسالہ تحذیر الاذہان کے صفحہ ۱۳۹ پر یہ لکھتے ہیں۔ ”تیسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جن پر تبلیغ نہیں ہوئی ان کا حساب خدا کے ساتھ ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ تبلیغ ان کو ہو چکی ہے یا نہیں کیونکہ کسی کے دلی خیالات پر آگاہ نہیں۔ اس لیے چونکہ شریعت کی بنا ظاہر پر ہے ہم ان کو کافر کہیں گے۔ ۱۲ مرتب

۲۔ اسلامی مناظرہ تو فان تنازعتم فی شئی فروده الی اللہ والرسول کے مطابق مناظرہ کر رہا ہے اور قادیانی مناظرہ شرائط مناظرہ کی خلاف ورزی کر کے حج الکرامہ کی عبارت پیش کر رہا ہے۔ اصل بات یہ کہ نبوت کے دورخ ہیں بطون اور ظہور۔ ظہور میں انقلاب آسکتا ہے نہ بطون میں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو بطون میں انقلاب نہ ہوگا بلکہ ظہور میں انقلاب ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں داخل ہو کر بذریعہ قرآن کریم تجدید اسلام فرمائیں گے۔ ۱۲ مرتب

لا كما يظن بعض الناس لانه ياتي واحداً من هذه الامة بدون نبوة
ورسالة اور انبياء سے نبوت کا چھینا جانا آیت ذالک بان اللہ لم یک مغیراً
نعمة انعمها علی قوم حتی یغیروا ما بانفسهم اور سنیوں کے عقیدہ کے بھی
خلاف ہے۔ پس اب اہل دانش فیصلہ کر سکتے ہیں کہ اگر کوئی نبی آنا چاہے تو اس
امت سے یا نبی اسرائیل سے۔ ظاہر ہے کہ مطابق آیت و ازواجہ امہاتہم اور
مطابق عقائد اسلامیہ کل رسول ابو امۃ آنحضرت ہمارے باپ۔ اور مطابق
حدیث بخاری الانبیاء اخوة علات۔ حضرت عیسیٰ ہمارے چچا ہیں۔ تو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی وراثت کے ملنی چاہیے۔ عقل۔ نقل۔ قانون
رواج شریعت سب یہی کہتے ہیں کہ ایسا وارث ہوگا نہ چچا۔ پس نبی کا آنا تو آپ
بھی مانتے ہیں اور حدیث میں بھی آیا ہے کہ وہ (آنے والا مسیح) نبی اللہ ہوگا۔ پس
ہماری بات کہ آنے والا اسی امت سے ہوگا صحیح ہے۔

ہمارے تمام بیانات سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے
ہیں اور قرآن مجید اور احادیث سے ان کی وفات ثابت ہے۔ اور ان کی وفات

۱۔ قادیانی مناظر جہلاء کے لیے تو ملمع سازی کر سکتے ہیں لیکن فضلاء کے لیے ان کا مغالطہ موثر نہیں ہو
سکتا۔ سنئے جناب مناظر صاحب! حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس حیثیت سے کہ بعد النزول وہ مومن
بالقرآن ہوں گے اور قرآن پر عامل ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے مستفیض ہوں گے۔
اور بذریعہ قرآن تجدید اسلام کریں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی بیٹے ہوں گے نہ
چچے۔ ۱۲ مرتب

۲۔ قادیانی مناظر نے اپنے زعم کے مطابق اپنے پرچہ نمبر ۱ میں وفات مسیح ابن مریم پر قرآن کریم سے
دس دلیلیں پیش کی ہیں جو درحقیقت مغالطات ہیں۔ کیونکہ نو دلیلیں تو ایسی ہیں جن میں مسیح ابن مریم کی
وفات کا ذکر تک نہیں۔ اور ایک پہلی دلیل اگرچہ ایسی ہے

سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت ظاہر ہوتی ہے۔ اسی واسطے مسیح موعود فرماتے ہیں۔

قدمات عیسیٰ مطرقا ونبینا حی و ربی انہ و افانی

کیونکہ زندہ وہی ہوتا ہے جس کا کام زندہ ہو۔ جس کی قوم زندہ۔ جس کا دین زندہ ہو۔ لیکن عیسائیت مرچکی۔ عیسائی بلحاظ دین مرچکے۔ اور حضرت عیسیٰ کا کام ختم ہو چکا۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو تازہ کرنے کے لیے آپ کے خادم ہی آئیں گے نہ کوئی اور۔ پیارو۔ آنے والا آچکا اور اس نے اپنے مقابل پر بلایا۔ اور اس نے توفی کے لفظ کے متعلق ایک سہ ہزار روپیہ انعام دینے

(بقیہ) جس میں مسیح ابن مریم کی وفات کا ذکر ہے۔ لیکن اس دلیل کے متعلق قادیانی مناظر نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ قیامت کو ہوگا جس سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ مسیح ابن مریم قیامت سے پہلے وفات پا چکے ہوں گے آج وفات کا ثبوت نہیں۔ اور پھر بھی اسلامی مناظر نے ہر ایک دلیل کی شرط نمبر ۲ کے تحت میں رہ کر اجالی اور تفصیلی طور پر پوری تردید کی ہے جیسا کہ روکد او مناظرہ سے روشن ہے۔ اور ویسا ہی حال پانچ حدیثی دلیلوں کا ہے۔ اور اسلامی مناظر نے دو قرآنی دلیلیں اور دو حدیثی دلیلیں اپنے پرچہ نمبر ۱ میں اپنے دعوے حیات مسیح ابن مریم کے اثبات کے لیے بیان کی ہیں۔ اور شرط نمبر ۲ کے تحت میں رہ کر ایسے استدلال کئے ہیں جن کا قادیانی مناظر کوئی جواب نہیں دے سکا۔ ناظرین پڑھ کر خود فیصلہ کریں گے۔ ۱۲

مرتب

۱ اسلامی مناظر نے یہ بات مدلل کر دی ہے کہ علت افضلیت کمال عبودیت ہے نہ عمر کا زیادہ ہوتا۔ ۲ مرتب

۲ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں امتی اور خادم ہونے کی قابلیت نہیں۔ ۱۲ مرتب

۳ یہ اردو خوانوں اور انگریزی خوانوں کے لیے سخت مغالطہ ہے۔ کیونکہ جب یہ کہا جاتا ہے کہ توفی باب تفعّل سے ہو اور فاعل خدا تعالیٰ ہو اور مفعول ذی روح ہو تو وہاں ضرور قبض کے معنی ہوتے ہیں۔

اگر اس کے برخلاف کوئی دکھائے تو ایک ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔

کا وعدہ دیا۔ مگر کسی کو جرات نہ ہوئی۔ کہ وہ اس انعام کو حاصل کر سکے۔ پس جب وفات ثابت ہوگئی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت بھی ثابت ہوگئی۔ پس ۲ یاد رکھو کہ مسیح کا آسمان سے اترنا محض جھوٹا خیال ہے اور کوئی آسمان سے نہ

(بقیہ) تو اردو خوان اور انگریزی خوان سمجھتے ہیں کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکے ہیں۔ اور بوجہ عربیت سے ناواقف ہونے کے یہ نہیں سمجھتے کہ توفی مع القيود المذكورہ سے قبض روح کے معنی مراد لینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آیت تونی یعنی یسا عیسیٰ النسی متوفیک ای ممیتک اور آیت مخاطب یعنی فلما توفیتی ای امتی۔ وفات مسیح ابن مریم کو ثابت کرتی ہیں۔ کیونکہ آیت تونی سے بر تقدیر تفسیر ممیتک بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسیح ابن مریم زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ اور آیت مخاطب سے بر تقدیر تفسیر امتی جیسا حیات مسیح ابن مریم ثابت نہیں ہوتی ویسا ہی وفات مسیح ابن مریم ثابت نہیں ہوتی جو مفصل بیان ہو چکا ہے۔ ۱۲ مرتب

۱۱ پس جب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر میں حیات مسیح ابن مریم قرآن کریم سے ثابت کر دی تو حسب تحریر مرزا صاحب مرزا صاحب کے سب دعوے جھوٹے اور سب دلائل بیچ ہوئے۔ ۱۲ مرتب ۲ یہ کیسا ڈھکوسلہ بدیہی البطلان ہے کیونکہ قیامت کا وقوع سب اہل اسلام کے نزدیک مسلم ہے اور تمام اہل اسلام کو قیامت کے وقوع کے ساتھ اس لیے ایمان ہے کہ منبر صادق اور قرآن کریم نے اس کے وقوع کی خبر دی ہے۔ اگر قادیانی مناظر کے اس ڈھکوسلے کو صحیح مانا جائے تو قیامت کا وقوع بھی باطل ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ یوں کہہ سکتے ہیں۔ پس یاد رکھو کہ قیامت کا وقوع محض جھوٹا خیال ہے۔ قیامت کوئی نہ ہوگی۔ قیامت کے ماننے والے جواب زندہ موجود ہیں وہ تمام مرے گے اور کوئی ان میں سے قیامت کو نہ دیکھے گا۔ اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی۔ اور ان میں سے بھی کوئی آدمی قیامت کو نہ دیکھے گا۔ اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی وہ بھی قیامت کو نہ دیکھیں گے۔ تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ دراز گزر چکا اور دنیا دوسرے رنگ میں آگئی مگر قیامت واقع نہیں ہوئی۔ تب دانشمند یک دفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے اور اس عقیدہ کو ہی اختیار کریں گے کہ قیامت نہیں ہوگی۔ اور قیامت کا وقوع حق واجب الایمان ہے پس ثابت ہوا کہ یہ ڈھکوسلہ باطل ہے۔ قادیانی مناظر کے تمام پرچے ایسی ہی خیالی اور وہی باتوں سے ہی بھرے ہوئے ہیں۔

اترے گا ہمارے سب مخالف جواب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی ان میں سے عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہ دیکھے گا اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی۔ اور ان میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اترتا نہ دیکھے گا۔ اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی۔ وہ بھی حضرت مریم کے بیٹے کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھیں گے۔ تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گزر گیا۔ اور دوسرے رنگ میں آگئی۔ مگر حضرت عیسیٰ اب تک آسمان سے نہ اترے۔ تب دانشمند یک دفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے۔“ اور اس عقیدہ کو ہی اختیار کریں گے کہ وہ وفات پا چکے ہیں۔ اور اگر مفتی صاحب ابھی ایک مثال جس میں کہ توفی باب تفعیل سے ہو اور خدا تعالیٰ فاعل اور مفعول ذی روح ہو اور اس کے معنی بحسدہ العصری آسمان پر لے جانے کے ہوں پیش کریں۔ تو میں ابھی نقد پچاس روپیہ مفتی صاحب کو انعام دوں گا۔ قرآن مجید۔ حدیث یا لغت سے پیش کریں۔ اب میں آخر میں دعا کرتا ہوں۔

اے ہمارے قادر خدا۔ ہماری عاجزانہ دعائیں

ایہ عوام کے لیے مغالطہ ہے ورنہ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے یہ کب دعویٰ کیا ہے کہ میں توفی سے رفع جسمانی ثابت کرتا ہوں۔ بلکہ ان کا یہ دعویٰ ہے کہ وما قتلوه یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ سے بلحاظ بل ابطالیہ وقصر قلب یہ امر ثابت ہے کہ مسیح ابن مریم زندہ بحسدہ العصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ ۱۲ مرتب

سن لے اس قوم کے کان اور دل کھول دے
 اور ہمیں وہ وقت دکھا کہ باطل معبودوں کی پرستش دنیا سے اٹھ جائے اور
 زمین پر تیری پرستش اخلاص سے کی جائے اور زمین تیرے راستباز اور موحد
 بندوں سے ایسی بھر جائے جیسا کہ سمندر پانی سے بھرا ہوا ہے اور تیرے رسول کریم
 محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور سچائی دلوں میں بیٹھ جائے۔ اے خدا تو ایسا
 ہی کر۔ جو ہر ایک طاقت اور قدرت تجھ کو ہے۔ اے قادر خدا ایسا ہی کر۔ آمین۔
 والسلام علی من اتبع الهدی۔

مناظر۔ جلال الدین شمس۔ مولوی فاضل۔
 حاکم علی پریزیڈنٹ جماعت احمدیہ

۱۹۔ اکتوبر ۱۹۲۳ء

www.NAFSEISLAM.COM

۱۹ اکتوبر ۱۹۲۳ء پرچہ نمبر ۵

از مفتی غلام مرتضیٰ صاحب اسلامی مناظر

بسم الله الرحمن الرحيم

سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العليم الحكيم

فان تنازعتم فی شئی فردوه الی الله والرسول۔

حضرات سامعین! یہ میرا آخری پرچہ ہے آپ کو میں اس طرف متوجہ کرتا

چاہتا ہوں کہ میں نے رفع الی اللہ اور بل ابطالیہ اور قصر قلب بل رفعہ اللہ

اس کی تشریح یہ ہے کہ آیت وما قتلوه یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ سے اسلامی مناظر نے شرط نمبر ۲

کے تحت میں رہ کر چند باتیں قطعی طور پر ثابت کر دی ہیں۔ پہلی یہ کہ رفع الی اللہ سے مراد آسمان کی

طرف اٹھائے جانا ہے۔ اور اس تفسیر کی تائید میں دو حدیثیں اور ایک آیت اور عقلی شہادت پیش کی گئی

الیہ سے لے کر اور لام تاکید اور نون تاکید ثقیلہ اور مرجع ابن مریم ہونا لیو منن بہ قبل موتہ سے لے کر ان سپاہیوں سے ایک لشکر تیار کیا۔ اور پھر میں نے ان کو

(بقیہ) ہیں اور ہر اس تفسیر کی تائید میں مرزا صاحب کا قول پیش کیا گیا ہے اور دوسری یہ کہ اس آیت میں بقرینہ نفی بل ابطالیہ ہے اور بل ابطالیہ میں یہ ضروری ہے کہ وہ وصف جس کا ابطال مقصود ہو اور وہ وصف جس کا اثبات مقصود ہو ان دونوں وصفوں کے درمیان تثنائی و ضدیت ہو دیکھو آیت ام یقولون بہ جنة بل جاتھم بالحق (مؤمنون) اور آیت ویقولون اننا لتارکوا الہوتنا لشاعر مجنون بل جاء بالحق (صافات) اور آیت وقالوا اتخذ الرحمن ولداً سبحانہ بل عباد مکرمون (انبیاء) پس بل ابطالیہ کے مقتضا کے لحاظ سے یہ ثابت ہوا کہ بل رفعہ اللہ الیہ سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسیح ابن مریم کو زندہ بحسدہ العصری آسمان کی طرف اٹھالیا ہے کیونکہ وہ وصف جس کا ابطال مقصود ہے یعنی قتل المسیح اور وہ وصف جس کا اثبات مقصود ہے یعنی رفع المسیح ان دونوں وصفوں کے درمیان تثنائی و ضدیت اسی صورت میں تصور ہوتی ہے کہ جب بل رفعہ اللہ الیہ سے بصورت زندگی رفع جسمانی مراد لی جائے۔ اور اگر رفع روحانی مراد لی جائے۔ تو قتل المسیح اور رفع المسیح کے درمیان تثنائی و ضدیت نہ ہوگی۔ اور قادیانی مناظر اس بل ابطالیہ کے استدلال کا شرط نمبر ۱ اور شرط نمبر ۲ کے تحت میں رہ کر کوئی جواب نہیں دے سکا۔ جیسا کہ روئے اد مناظرہ سے روشن ہے اور میں نہایت زور سے اعلان کرتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ مرزائی جماعت میں سے کوئی فرد بھی قیامت تک اس کا جواب نہ دے سکے گا۔ اور تیسری یہ کہ وما قتلوه یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ قصر قلب ہے۔ اور قصر قلب میں یہ ضروری ہے کہ احد الوصفین دوسری وصف کا ملزوم نہ ہوتا کہ مخاطب کا اعتقاد متکلم کے اعتقاد کے برعکس تصور ہو۔ اور قصر قلب کا یہ مقصد بھی اسی صورت میں پورا ہوتا ہے کہ جب بل رفعہ اللہ الیہ سے یہ مراد لی جائے کہ اللہ تعالیٰ نے مسیح ابن مریم کو زندہ بحسدہ العصری آسمان کی طرف اٹھا لیا ہے۔ کیونکہ اگر رفع روحانی مراد لی جائے تو چونکہ مسیح ابن مریم مقربین سے ہے اس لیے قتل المسیح کو رفع المسیح لازم ہوگا اور یہ قصر قلب کے خلاف ہے۔

ہتھیار مطابق شرائط جنگ مناظرہ پہنا کر میدان میں بھیجا۔ الحمد للہ کہ اس میرے لشکرزبردست کا فریق مخالف مقابلہ نہ کر سکا۔ بلکہ اس نے شکست کھائی۔ میں نے یہ ہتھیار نہایت کوشش سے تیار کئے تھے۔ اور دو خادم یعنی دو حدیثیں بھی اس لشکر کو

(بقیہ) اور قادیانی مناظر اس قصر قلب کے استدلال کا بھی شرط نمبر ۲ کے تحت میں رہ کر کوئی جواب نہیں دے سکا۔ جیسا کہ رونداد مناظرہ سے واضح ہے۔ اور میں نہایت زور سے اعلان کرتا ہوں انشاء اللہ مرزائی جماعت میں سے کوئی فرد بھی قیامت تک اس کا جواب نہ دے سکے گا اور اس دلیل و ماقبولہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ میں یہ خوبی ہے کہ یہ قرآن کریم کا فقرہ ہے اور اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شخصی طور پر نام و ذکر ہے اور رفعہ صیغہ ماضی کا ہے اور یہ جملہ خبریہ تجزیہ ہے۔ اور مرزائی جماعت جو مغالطات برنگ دلائل پیش کرتے ہیں ان میں قرآن کریم کا ایسا فقرہ کوئی نہیں جو ان صفات مذکورہ کا جامع ہو۔ اور آیت وان من اهل الكتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ کے متعلق اسلامی مناظرہ نے شرط نمبر ۲ کے تحت میں رہ کر چند امور ذکر کئے ہیں۔ اول یہ کہ تمام نحو یوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس فعل مضارع کے اخیر میں نون تاکید ثقیلہ ہو اور ابتداء میں لام تاکید ہو اس فعل مضارع سے زمانہ استقبال اور خبر دینی مراد ہوتی ہے جیسا لیومنن میں۔ دوسرا یہ کہ موتہ کی ضمیر کا مرجع مسیح ابن مریم ہے۔ ایک سیاق کلام کے لحاظ سے اور دوسرا مولوی نور الدین صاحب نے بھی اس ضمیر کا مرجع مسیح ابن مریم کو قرار دیا ہے جن کی مرزا صاحب نے دینی رنگ میں اعلیٰ درجہ کی توثیق کی ہے۔ اور تیسرا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت بھی اسی کو ثابت کرتی ہے کہ موتہ کی ضمیر کا مرجع مسیح ابن مریم ہے۔ اور ان امور مذکورہ کے لحاظ سے آیت وان من اهل الكتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ کا یہ مطلب ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ تمام اہل کتاب موجودہ وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائیں گے۔ چونکہ ابھی تک تمام اہل کتاب کا اتفاق علی الایمان نہیں ہوا اس لیے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی فوت نہیں ہوئے بلکہ زندہ ہیں۔ قادیانی مناظر اس دلیل کا بھی شرط نمبر ۱ اور شرط نمبر ۲ کے مطابق کوئی جواب نہیں دے سکا۔ جیسا کہ رونداد مناظرہ سے روشن ہے۔ ۱۲ مرتب

۱ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۲ میں قرآنی دلائل کے علاوہ دو حدیثیں بھی پیش کی ہیں۔

رسد پہنچا کر تقویت دے رہی تھیں۔ اور پھر یہ بات قابل غور ہے کہ منطق دلائل

(بقیہ) ایک بنزل عیسیٰ بن مریم الی الارض فیزوج ویولد له الخ اور دوسری لبوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً۔ الخ اور ان دونوں حدیثوں سے اس طرح استدلال کیا گیا ہے کہ ان دونوں حدیثوں کے الفاظ سے حقیقی معانی مراد ہیں نہ مجازات کیونکہ بروئے قواعد فن بیان مجاز وہاں لی جاتی ہے جہاں حقیقت محذّر ہو۔ اور مرزا صاحب ان حدیثوں میں حقیقت کے امکان کے قائل ہیں۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ ”بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں (ازالہ اوہام ص ۹۶۸) اور لحاظ قانون فن بیان اور مرزا صاحب کے تسلیم امکان ان دو حدیثوں سے بھی حیات مسیح ابن مریم ثابت ہوگئی۔ اور قادیانی مناظر ان حدیثوں کا بھی شرط نمبر ۱ و شرط نمبر ۲ کے مطابق کوئی جواب نہیں دے سکا جیسا کہ روئے اد مناظرہ سے واضح ہے۔ ۲ مرتب

قادیانی مناظر نے جو قیاسات مسیح ابن مریم کے ثابت کرنے کے لیے مقالات برنگ دلائل پیش کئے ہیں ان میں سے کچھ تو ایسے ہیں جن کے علوم سے استدلال کیا گیا ہے اور مسیح ابن مریم کی شخصیت کا ان میں کوئی ذکر نہیں۔ جیسے ویوم نحشرهم جميعاً ثم نقول للذین اشرکو امکانکم انتم و شرکائکم فزیلنا بینہم وقال شرکائہم ما کنتم ایا نا تعبدون فکفی باللہ شہیداً بیننا و بینکم ان کنا عن عبادتکم لغافلین (یونس) اور ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلب تم علی اعقابکم۔ اور والذین یدعون من دون اللہ لایخلقون شیئاً و ہم یخلقون اموات غیر احياء و ما یشعرون ایا ن یبعثون۔ اور فیہا تحیون و فیہا تموتون و منها تخرجون۔ ولکم فی الارض مستقر و متاع الی حین۔ اور الم نجعل الارض کفناً احياء و امواتاً اور ومن نعمہ ننکسہ فی الخلق افلا یعقلون۔ اور ومنکم من یتوفی و منکم من یرد الی ارذل العمر لکیلاً یعلم بعد علم شیئاً۔ (حج)

کا عام دلائل مقابلہ نہیں کر سکتے۔ دیکھو والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلثہ قروء میں حاملہ اور غیر حاملہ اور شوہر دیدہ اور شوہر نادیدہ اور حائضہ اور غیر حائضہ سب داخل ہیں۔ لیکن یہ آیت عام ان آیات خاص کا مقابلہ نہ کر سکیں۔ یا ایہا

(بقیہ) اسلامی مناظر نے ان آیات عامہ کے تفصیلی جوابات دے کر پھر اپنے پرچہ نمبر ۵ میں اجمالی و اصولی طور پر بھی جواب دیا ہے جس کی توضیح یہ ہے کہ یہ امر مسلم ہے کہ عام دلیل خاص منطوق دلیل کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ دیکھو والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلثہ قروء یعنی مطلقہ عورتوں کے لیے عدت تین حیضیں ہیں۔ یہ آیت اپنے عموم کے لحاظ سے حاملہ اور غیر حاملہ شوہر دیدہ اور شوہر نادیدہ حائضہ اور غیر حائضہ سب کو شامل ہے اور اس سے ان سب کی عدت تین حیضیں ثابت ہوتی ہے۔ اور دیکھو یا ایہا الذین امنوا اذا نکحتم المؤمنات ثم طلقتموهن من قبل ان تمسوهن فما لکم علیہن من عدة تعتدونها۔ یعنی اے ایمان والو جب تم ایمان والی عورتوں سے نکاح کرو اور پھر قبل مس ان کو مطلقہ کر دو تو ان عورتوں کے لیے کوئی عدت نہیں۔ یہ مطلقہ شوہر نادیدہ کے لیے خاص منطوق دلیل ہے۔ اور دیکھو واللتی یشسن من الحيض من نسائکم ان ارتبتم فعدتھن ثلثة اشھر واللتی لم یحضن واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن (یعنی وہ عورتیں جن کی وجہ کبر سنی کے حیض بند ہو چکی ہے اور وہ عورتیں جن کو ابھی حیض آئی ہی نہیں ان کی عدت تین مہینے ہے اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔ یہ آیت غیر حائضہ اور حاملہ کے لیے خاص منطوق دلیل ہے یہاں یہ عام دلیل ان خاصہ منطوقہ دلیلوں کا مقابلہ نہیں کر سکی بلکہ اس عام دلیل کے حکم سے شوہر نادیدہ اور غیر حائضہ اور حاملہ عورتیں ان دلائل خاصہ منطوقہ کی وجہ سے مستثنیٰ ہیں اور دیکھو انا خلقنا الانسان من نطفة اور خلقه من تراب۔ ویسا ہی چونکہ آیت وما قتلوه یقناً بل رفعہ اللہ الیہ اور آیت و ان من اهل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے لیے خاص منطوق دلیل ہیں۔ یہ عام دلائل پیش کردہ قادیانی مناظر ان کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اسلامی مناظر نے قادیانی مناظر کے عام دلائل کا یہ اجمالی و اصولی

الذین امنوا اذا نکحتم المومنات ثم طلقتموهن من قبل ان تمسوهن فمالکم علیہن من عدۃ تعتدونها۔ اور والتی یسنن من المہیض من نسائکم ان ارتبتم فعدتہن ثلاثہ اشہر واللالی لم بحیضن و اولات الاحمال ان یضعن حملہن۔ اور آپ جو تاریخ نبوت بیان کرتے ہیں۔ وہ

(بقیہ) طور پر جواب دیا ہے۔ لیکن افسوس ہے مختوم محمد صدیق صاحب امیر جماعت احمدیہ کے فہم و ادراک پر کہ انہوں نے اپنے اشتہار میں یہ لکھا ہے۔ ”طلاق اور حیض والی عورتوں کے مسائل سنانے شروع کر دیئے۔ غیر متعلقہ مسائل کے بیان کرنے سے سمجھدار طبقہ پر ظاہر ہو گیا کہ مفتی صاحب سخت گھبرا گئے ہیں اور ان کا علمی ذخیرہ ختم ہو گیا۔ تب ہی تو حیات مسیح کے مسئلہ کو چھوڑ کر حیض اور طلاق کے مسائل بیان کرنے لگ گئے۔“ اتنی۔ اب اہل علم فیصلہ کر سکتے ہیں کہ مفتی صاحب اسلامی مناظر کا یہ مضمون حسب قول مختوم صاحب غیر متعلقہ ہے یا موضوع مناظرہ کے ساتھ چسپاں و مربوط ہے۔ مختوم صاحب اس فہم و ادراک میں معذور ہیں کیونکہ ان کی علمی بصاعت اسی قدر ہے۔ ۱۲ مرتب

الاسلامی مناظر کا یہ مطلب ہے کہ دعویٰ نبوت کی جو تاریخ مرزا صاحب اور ان کے مریدین بیان کرتے ہیں وہ ہمارے اوپر حجت نہیں۔ کیونکہ ہم ان کو مغتری اعتقاد کرتے ہیں اور اسلامی مناظر نے مرزا صاحب کی تین کتابوں کے حوالے دیئے ہیں۔ چشمہ معرفت، ازالہ اوہام، براہین احمدیہ۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ان کتابوں کی تصنیف کے وقت مرزا صاحب کی کیسی حالت تھی۔ مرزا صاحب اپنی کتاب چشمہ معرفت میں لکھتے ہیں۔ ”اور خدا تعالیٰ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لیے میں اس کی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھائے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبی پر تقسیم کئے جائیں تو ان کی بھی ان سے نبوت ثابت ہو سکتی ہے۔“ (ص ۳۱۷) اور مرزا صاحب ازالہ اوہام میں لکھتے ہیں۔ ”اور فرمان جعلناک المسیح ابن مریم نے اس کو درحقیقت وہی بنادیا ہے وکان اللہ علی کل شئی قدیدراً اور اس آنے والے کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اس کے مثل ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ محمد جلالی نام ہے اور احمد جمالی اور احمد عیسیٰ اپنے جمالی معنوں کے رو سے ایک ہی ہیں۔ اسی کی طرف یہ اشارہ ہے۔ و مبشراً برسول یاتنی من بعدی اسمہ احمد (ص ۱۱۷)

ہمارے اوپر حجت نہیں بلکہ اس لحاظ سے کہ الہام نے مرزا صاحب کو نبی بنایا ہے اس لیے جب سنے وہ ملہم ہیں اسی وقت سے نبی ہیں۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ تو صحابی ہیں جو شرائط کے مخالف نہیں اور ابن عباس کا متوفیک سے ممیتک مراد لینا اس امر کو ثابت نہیں کرتا کہ ابن عباس کے نزدیک عیسیٰ مرچکے ہیں بلکہ اسی آیت انی متوفیک الخ سے رفع جسمانی ثابت ہوتی ہے اور الرفع کا معنی اعزاز دہندہ کو یہ معنی نہیں کہ رفع جسمانی بھی مراد لی جائے یا رفع روحانی ہی مراد لی جائے۔ اور ۳۱ متنی کے متعلق مضمون پرچہ میں کاٹا گیا ہے۔ اگر کوئی فقرہ رہ گیا ہو تو مضائقہ نہیں۔ اور ۳۲ فقرہ حدیث ثم رفعت الی سدرۃ المنتہی میں ظاہر ہے کہ گو فاعل مذکور نہیں لیکن یہ رفع فی الحقیقت من جانب اللہ ہے جو اس لحاظ سے فاعل اللہ اور مفعول ذی روح ہے۔ اور انی مہاجر الی ربی وغیرہ میں رفع الی اللہ

(بقیہ) اور اسلامی مناظر نے براہین احمدیہ کی عبارت بطور الزام نہیں پیش کی جیسا کہ اس نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں تصریح کی ہے۔ اور اگر بطور الزام پیش کی جائے تو پھر بھی شرط نمبر ۱ کے خلاف نہیں کیونکہ مرزا صاحب کے دعوے نبوت کی علت الہام ہے اور بوقت تصنیف براہین احمدیہ مرزا صاحب ملہم تھے۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ مرزا صاحب کے دعوے نبوت کی علت نفس الہام نہیں بلکہ کثرت الہام ہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے پہلے اقرا باسم ربک الذی خلص کا وحی ہوا تو اسی وقت نبوت کا شروع ہو گیا نہ یہ کہ قرآن کے کثیر حصہ کے نزول کے بعد نبی بنے۔ تو اس لحاظ سے جب مرزا صاحب کا دعوے نبوت ہے تو ان کو اور ان کے مریدوں کو یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ مرزا صاحب جب سے ملہم میں تب سے ہی اپنے زعم میں نبی ہیں۔ ۱۲ مرتب

اس کا بیان ہو چکا ہے۔ ۱۲ مرتب ۲ کیونکہ کنایت اور حقیقت دونوں معامرا د ہو سکتی ہیں۔ ۱۲ مرتب ۳ اسلامی مناظر نے جب یہ فقرہ لکھ دیا ہے تو تمام مناظرہ میں سے اسی بات پر زور دینا یہ قادیانی مناظر کی شکست کی دلیل ہے۔ ۱۲ مرتب ۴ اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ ۱۲ مرتب

کا ذکر نہیں بلکہ ہجرت الی اللہ یا فرار الی اللہ وغیرہ۔ اور ثم اتموا الصیام الی اللیل سے صاف ظاہر ہے کہ رات ہوتے ہی افطار کیا جائے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ تمام رات گزار کر اخیر جزورات میں افطار کیا جائے۔ تو یہی حال رفع الی اللہ یعنی رفع الی السماء کا ہے۔ اور مطابق فاسئلوا اهل الذکر انکتُم لاتعلمون جب وقولہم انا قتلنا المسیح سے یہود کا اعتقاد معلوم ہے تو پھر توریت کی طرف رجوع کرنے کی کیا ضرورت ہے اور استثناء باب ۲۱ ص ۳۰۳ میں درج ہے کہ مجرم مصلوب ملعون ہوتا ہے۔ نہ کہ مطلق مصلوب۔ اور ابن مریم کا بنی اسرائیل کی طرف رسول ہو کر آنا اس کے منافی نہیں کہ مجدد ہو کے اخیر زمانہ میں آئے۔ اور میرے مناظر صاحب نے جو کئی ایک نمبر دے کر قریباً ۲۲ باتیں لکھی ہیں ان کا قرآن کریم کے لفظوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ آپ کا فرض تھا کہ پہلے مضمون لکھتے اور پھر اس پر آیت قرآنی یا حدیث نبوی پیش کرتے۔ اور معراج کی رات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عیسیٰ کو دیکھنا اس سے موت لازم نہیں آتی اور لکن شبہ لہم کے قصہ کو آپ نے کیوں چھیڑ دیا۔ ہم نے تو بل رفعہ اللہ الیہ سے مع لحاظ وقولہم انا قتلنا المسیح حیات مسیح ثابت کی ہے۔ بلکہ قابل غور یہ بات ہے کہ بل رفعہ اللہ الیہ میں اہل ہے۔ جو ماضی پر داخل ہے اور بلحاظ عام

اسلامی مناظر نے اس فقرے کے ساتھ مرزائی عقیدہ کی تردید کی ہے۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ مسیح ابن مریم صلیب پر چڑھائے گئے لیکن تکلیف کھینچ کر زندہ اتر آئے اور کچھ عرصہ زمین پر گزار کر فوت ہو گئے۔ اور تردید کی تفصیل یہ ہے کہ آیت وما قتلوه یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ میں بل ابطالیہ ماضی پر داخل ہے اور بل ابطالیہ جس ماضی پر داخل ہو اس ماضی کی ماضویت ماقبل بل کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ جیسا ام یقولون بہ جنۃ بل جاء ہم بالحق میں اتیان بالحق پہلے ہے اور نسبت جنون پیچھے ہے ویسا ہی بل رفعہ اللہ الیہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسیح ابن مریم کی رفع پہلے ہے اور واقعہ قتل پیچھے ہے۔ یعنی مسیح ابن مریم صلیب پر چڑھائے ہی نہیں گئے۔ ۱۲ مرتب

یقولون بہ جنۃ بل جاء ہم بالحق وغیرہ ضروری ہے کہ اس ماضی کی ماضویت ماقبل کے لحاظ سے ہو۔ پس ثابت ہوا کہ واقعہ یہود پیچھے ہو اور پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے۔ تو اس سے عقیدہ احمدی کی تردید ہوتی ہے۔ اور میرے مناظر صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت پر بڑا زور دیا۔ لیکن مرزا صاحب پھر یہ کیوں فرماتے ہیں۔

منم مسیح زمان ومنم کلیم خدا منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد

”اور پھر مرزا صاحب اپنی کتاب چشمہ معرفت میں کیوں بیان کرتے ہیں کہ مجھے اس قدر معجزات دیئے گئے ہیں کہ اگر وہ معجزات ہزار نبی پر تقسیم کئے جاویں تو ہر ایک کی نبوت ثابت ہو جاتی ہے۔“ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں داخل ہو کر شرف امتی حاصل کرنے کے لیے زندہ ہیں جو امت محمدیہ میں داخل ہو کر تجدید دین کریں گے۔ اور ہم لوگ تو اس بات کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں کہ۔

ا۔ کلہم من رسول اللہ ملتئم غرقاً من البحر اور شفا من الدیم اور میں نے پہلے پرچہ میں لکھ دیا ہے کہ وان من اهل الكتاب بالالٰح۔

ایہ بیت قصیدہ بردہ کا ہے۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجمع کمالات ہیں اور دیگر انبیاء کے کمالات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کے ساتھ وہ نسبت ہے جو ایک چلی کو دریا کے ساتھ نسبت ہے۔ یا ایک چوٹے کو باران کے ساتھ نسبت ہے۔ اور پھر یہ کمالات بھی دیگر انبیاء نے آنحضرت ﷺ سے حاصل کئے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بمنزلہ آفتاب ہیں اور دیگر انبیاء بمنزلہ چاند کے ہیں۔ ۱۲ مرتب

میں استثناء بعد نفی کے ہے جو مفید ایجاب ہے اور ایجاب میں اتنا ہی ضروری ہے۔
 کہ بوقت ثبوت محمول موضوع موجود ہو بشرطیکہ محمول وجود اور تقرر اور ذاتی نہ ہو۔
 افسوس! جان بوجھ کر چھیڑتے ہیں۔ اور دیکھو ایسا عیسیٰ انسی متوفیک
 الخ۔ میں حضرت عیسیٰ کا زندہ بجسدہ العصری مرفوع ہونا مطابق معنی ابن عباس
 نیز ثابت ہے۔ کیونکہ متوفیک سے ممیتک مراد لیا جائے تو بھی بلحاظ ہر چہار
 ضماں خطاب اور بلحاظ واؤ عاطفہ یہ مانا پڑتا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم زندہ بجسدہ
 العصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ اور واؤ عاطفہ کے متعلق قاعدہ نحوی متعلق عدم
 ترتیب ملاحظہ ہو۔ اور نیز ادخلوا الباب سجداً وقولوا حطّے (بقرہ) وقولوا
 حطّے وادخلوا الباب سجداً (اعراف) ملاحظہ ہو۔

اخیری فیصلہ

۲۔ قال رسول اللہ ﷺ بداء الاسلام غریباً وسیعود کما بداء اور
 نیز قال رسول اللہ ﷺ ان الایمان لیاثر الی المدینۃ کما تازر الحیۃ
 الی جحرھا۔ (متفق علیہ مشکوٰۃ)

دیکھو کہ مدینہ طیبہ میں اس وقت کوئی احمدی جماعت میں سے نہیں ہے۔ بلکہ

۱۔ اس کی تشریح ہو چکی ہے۔ ۱۲ مرتب

۲۔ یعنی فرمایا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اسلام غربت میں شروع ہوا۔
 اور عنقریب غربت کی طرف رجوع کرے گا جیسا کہ شروع ہوا۔ اور نیز فرمایا رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے یقیناً ایمان واپس ہوگا طرف مدینہ طیبہ کی جیسا کہ سانپ اپنے
 سوراخ کی طرف واپس ہوتا ہے۔ ۱۲ مرتب

کلمہ دوسرے مسلمان ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جس مذہب کا نام اسلام ہے مذہب احمدی اس میں داخل نہیں ہے بلکہ مذہب اسلام کے سوائے جو اور مذاہب ہیں پس ثابت ہوا کہ مطابق ان الدین عند اللہ الاسلام کے یہ مذہب احمدی حق نہیں۔

دستخط۔ مفتی غلام مرتضیٰ اسلامی مناظر۔

دستخط۔ مولوی غلام محمد پریزیدنٹ اسلامی جماعت
(از گھوٹہ ضلع ملتان)

www.NAFSEISLAM.COM

"THE NATURAL PHILOSOPHY
OF AHLESUNNAT WAL JAMAAT"
www.NAFSEISLAM.COM

دعا

اے ہمارے قادر مطلق ہماری مخلصانہ دعائیں سن لے۔ اس قوم کے کان اور دل کھول دے جو تیرے حبیب خاتم النبیین کے سایہ سے لوگوں کو نکال کر تمہنی کے سایہ کے نیچے داخل کرنے کی کوشش میں ہیں۔ اور ہمیں وہ وقت دکھا کہ مطابق پیشگوئی لیظہرہ علی الدین کلمہ تمام ادیان باطلہ اٹھ جائیں اور تمام دنیا میں دین اسلام ہی پھیل جائے۔ اور ہر جگہ اور ہر ملک میں محمد رسول اللہ کے نعرے بلند ہوں جو معلم توحید ہے۔ ۱۲ مرتب

ناظرین

غور فرمائیں کہ جو شخص مومن ہے وہ مطابق آیہ والذین امنوا اشد حبا للہ اللہ تعالیٰ کا عاشق ہے۔ کیونکہ شدت محبت ہی کو عشق کہتے ہیں۔ اور معشوق جب ایک امر کے متعلق فیصلہ کر دے تو عاشق من حیث ہو عاشق کو یہ حق نہیں کہ اس فیصلہ کی مصلحت دریافت کرے۔ اگر مصلحت دریافت کرے تو وہ عاشق الہی نہیں۔ تو پھر مطابق آیہ مذکورہ وہ مومن بھی نہیں۔

رونداد مناظرہ کے پڑھنے سے روشن ہو گیا ہو گا کہ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے آیہ مذکورہ پر پورا پورا عمل کیا ہے۔ اور قادیانی مناظر نے خلاف۔ اور نیز روشن ہو گیا ہو گا کہ مطابق اذا اجاء الاحتمال بطل الاستدلال کے اسلامی مناظر نے قادیانی مناظر کے تمام دلائل کے جانب مخالف کے احتمالات راجحہ بلکہ یقینیہ پیدا کر کے اس کے تمام استدلال کو باطل کر دیا ہے۔ اور قادیانی مناظر اسلامی مناظر کے دلائل کے جانب مخالف کا احتمال مرجوع بھی نہیں دکھا سکا۔

علماء و فضلاء حاضرین مناظرہ کثیر التعداد کے آراء حقہ متعلق مناظرہ موصول ہو چکی ہیں۔ ان میں سے بوجہ خوف طوالت فقط چند علماء و فضلاء کی آراء حقہ بطور مشتمتہ نمونہ خروار ہدیہ ناظرین کی جاتی ہیں جن کے مطالعہ سے مفتی صاحب اسلامی مناظر کے دلائل قویہ اور تبحر علمیہ کا پتہ چلتا ہے۔

عالم بے مثل فاضل بے بدل علامہ دہر مولانا حضرت جناب مولوی غلام محمد صاحب ساکن گھوٹہ ضلع ملتان پریزیڈنٹ (اسلامی جماعت)

احقر بحیثیت صدر جماعت اسلامیہ مناظرہ واقعہ موضع ہریا ضلع گجرات تاریخ ۱۸، ۱۹۔ اکتوبر ۱۹۲۲ء ظاہر کرتا ہے کہ جماعت اسلامیہ کی طرف سے

ہمارے ملک کے مشہور فاضل مفتی غلام مرتضیٰ صاحب ساکن میانی ضلع شاہ پور مناظر تھے۔ اور قادیانی جماعت کے مناظر مولوی جلال الدین صاحب شمس مولوی فاضل تھے جن کا اس سے زیادہ کچھ پتہ نہیں۔ اس مناظرہ کے متعلق میری رائے یہ ہے کہ:

۱۔ انعقاد مجلس مناظرہ کے متعلق مفتی صاحب کے مساعی جمیلہ قابل شکر یہ ہیں۔ یہ مفتی صاحب کا ہی اثر تھا کہ جس مناظرہ کی ذمہ داری بڑے بڑے افسر نہ لے سکے اس کا ذمہ دار مفتی صاحب کا ایک معتقد ہو گیا۔ مفتی صاحب نے بڑی کوشش کی کہ مناظرہ ضرور ہوتا کہ قادیانی جماعت کو حوصلہ نکالنے کا موقعہ دیا جائے اور ان کے خیالات کا پورا قلع قمع کر دیا جائے۔ گو قادیانی جماعت نے بے حد کوشش کی کہ مناظرہ نہ ہو سکے۔ مگر مفتی صاحب کی تدابیر نے ان کی ایک نہ چلنے دی۔ اگر قادیانی جماعت حق شناس ہوتی تو اس کو مفتی صاحب کا شکریہ ادا کرنا چاہیے تھا۔

۲۔ مفتی صاحب نے ہر دو دن کے اجلاسوں میں اپنے اخلاق جمیلہ کا وہ ثبوت دیا کہ ہر کہ و مہ نے آفرین آفرین کہی۔ باوجودیکہ فریق مخالف کا مناظرہ نہایت بدخو تھا۔ اور دونوں اجلاسوں کے غیر مہذبانہ الفاظ جو مفتی صاحب کی ذات کے متعلق اس نے استعمال کئے جمع کئے جائیں تو کافی تعداد ہو جائے مگر مفتی صاحب نے اپنی کوہ وقاری و نبی و جبلی شرافت کو مد نظر رکھتے ہوئے ان الفاظ کو غیر مسموع تصور کیا۔ میرے خیال میں فی زمانہ ایک مولوی صاحب کے لیے یہ حلم و بردباری تقریباً محال ہے۔

۳۔ قادیانی مناظر نے گو حضرت مسیح علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے متعلق حسب عادت فرقہ ہذا نہایت ناشائستہ الفاظ استعمال کئے۔ مثلاً کہا کہ ”مسیح (علی نبینا و

علیہ السلام کو) کلا کا کلا واپس نہیں آنے دیتا جس کا مطلب بیان کرنا بھی کفر ہے۔ اور بزرگوں کی اہانت کے کلمات سننے سے ہر مسلمان کو جوش آ جاتا ہے۔ مفتی صاحب بھی جوش میں آئے اور مناسب تھا کہ جھوٹے مسیح کو بھی کلاٹھوکتے مگر آپ نے مرزا صاحب کے متعلق نہایت عزت کے الفاظ استعمال کئے جو کسی مسلمان کو نہ بھاتے تھے۔

۴۔ قادیانی مناظر نے دو دفعہ قرآن کریم کو سخت غلط پڑھا۔ ایک تو آیت انت قلت للناس الآیہ کو اور دوسرے ماکان لبشر الآیہ کو جس کی وجہ سے میدان مناظرہ میں سخت ابتری پھیل گئی اس واسطے کہ قرآن شریف کو غلط پڑھنا سخت قبیح ہے اور پھر عوام کے نزدیک تو یہ بالکل اچھ ہے۔ میں نے دیکھا کہ عوام مفتی صاحب اور احقر کے سکوت کو بے محل قرار دے کر فساد پر آمادہ ہیں۔ چنانچہ حافظ غلام محمد صاحب ساکن میانہ گوندل کا نام نامی مجھے یاد رہے اور ان کی وہ جھنجھلاہٹ والی شکل یاد ہے جس سے باور ہوتا تھا کہ قادیانی مناظر کو شاید نکل جائیں گے۔ مگر مفتی صاحب نے لوگوں کو سخت منع کیا اور فرمایا کہ ہماری طرف سے کوئی حرکت بھی نہ ہو۔ گو با محل بھی ہو۔ اس واسطے کہ ذمہ دار اس کا میں ہوں۔ اور شریف اپنی ذمہ داری کو نباہا کرتا ہے۔

۵۔ قادیانی مناظر کے سارے مناظرہ کے اجلاسوں کی بے قاعدگیاں یعنی خلاف ورزیاں شرائط مقررہ فریقین ۴۹ ہیں۔ اور مفتی صاحب نے ایک جگہ بھی شرائط کی پابندی کو نہیں چھوڑا۔ اگر تطویل کا خوف نہ ہوتا تو میں ایک ایک کو علیحدہ علیحدہ لکھتا۔

۶۔ مفتی صاحب کی ہر دلیل تحقیقی و الزامی تقریب تام سے مزین تھی۔ مگر قادیانی مناظر بالکل تقریب کے قریب نہ جاتا۔

۷۔ مفتی صاحب اپنا بیان تقریری و تحریری بڑے آرام اور نرمی سے سناتے تھے۔ مگر قادیانی مناظر کی زبان کی رفتار بہت تیز تھی۔ سامعین پر مفتی صاحب کی تقریر اپنا سکھ جماتی تھی مگر قادیانی مناظر کی تقریر کامل تنفیر کا موجب ہوتی تھی۔ بلکہ بعض تو اٹھ کر چلے جاتے تھے۔

۸۔ قادیانی جماعت نے مفتی صاحب پر پہرہ لگا دیا کہ کسی سے مدد نہ لے سکیں۔ جب ہم نے بھی قادیانی مناظر کے متعلق ایسا انتظام کرنا چاہا تو مفتی صاحب نے روک دیا اور فرمایا کہ جس سے مدد لیں روکو نہیں۔ چنانچہ ایک پتلے دبلے عینک دار قادیانی مناظر کی کاپی کی اصلاح کرتے رہے اور مفتی صاحب کے علمی اعتماد نے انہیں اپنے ارمان نکالنے دیے مگر ہوا وہی جو منظور ایزدی تھی۔

۹۔ جب پہلے دن کا اجلاس ختم ہوا۔ تو اسلامی جماعت کو خیال آیا کہ مجمع کثیر ہے اور فرصت کو ہاتھ سے نہ کھونا چاہیے اور سلسلہ تبلیغ شروع کرنا چاہیے۔ تاکہ عوام آریہ وغیرہ کے خیالات سے متاثر نہ ہوں۔ چنانچہ اس کا اعلان کیا گیا۔ مگر قادیانی مناظر معہ قادیانی جماعت نہایت ناراض ہوئے۔ اور کہا کہ اگر تبلیغ وغیرہ کا ارادہ ہے تو ہم کو گوارا نہیں۔ پس ہم جاتے ہیں۔ لہذا تبلیغ کا سلسلہ روکا گیا۔

۱۰۔ قادیانی جماعت نے پہلے دن ایک صدر مقرر کیا اور دوسرے دن دوسرا صدر مقرر کیا۔ تاکہ کسی طرح سے مسلمان لوگ ہماری مخالفت کریں اور ہم دوسرے دن کا مناظرہ کئے بغیر نکل چلیں۔ احقر صدر اسلامی جماعت بار بار وقت کی پابندی کی تاکید کرتا تھا۔ مگر صدر قادیانی جماعت فرماتے تھے کہ ابھی وقت نہیں ہوا۔ اتفاقاً احقر کہہ بیٹھا کہ آپ کی گھڑی مجدد ہے یعنی نئی ہے جس پر قادیانی جماعت بگڑ گئی اور بڑے اصرار سے روبراہ ہوئی جس سے ان کی غرض یہ تھی کہ بہانہ کر کے نکل چلیں۔

فتلک عشرۃ کاملۃ ولدینا مزید

اس سے ناظرین اندازہ لگالیں کہ کون مفتوح ہوا اور کون فاتح۔ میرا دل اس وقت یہ گواہی دیتا تھا کہ اگر مفتی صاحب کی تقریر مرزا صاحب خود بھی سنتے تو مسلمان ہو جاتے۔ مگر ہدایت مقدر نہ تھی۔
احقر غلام محمد ساکن گھوٹہ ضلع ملتان۔

جامع الفنون النقلیہ والعلوم العقلیہ مولانا مولوی محمد نجم الدین صاحب
پروفیسر اور نٹیل کالج لاہور

بتاریخ ۱۸، ۱۹ اکتوبر ۱۹۲۳ء ایک تحریری مناظرہ اہل اسلام و اہل قادیان میں منعقد ہوا۔ سامعین میں سے ایک میں بھی تھا۔ اہل اسلام کے مناظر جناب مولانا مولوی مفتی غلام مرتضیٰ صاحب ساکن میانی تھے۔ اور اہل قادیان کی طرف سے مولوی جلال الدین شمس تھے میں نہ صرف تقاریر و دلائل جاہلین میں حقانیت کے عنصر غالب کا متلاشی تھا۔ بلکہ یہ بھی دیکھ رہا تھا کہ پابندی شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے کونسی جانب متانت و ثقاہت۔ استقلال و تحمل سے کام لے رہی ہے۔ مجھے دو روزہ تجربہ کی بنا پر افسوس سے یہ اعلان کرنا پڑتا ہے کہ قادیانی مناظر نے متانت و سنجیدگی کو بالائے طاق رکھ کر نہ صرف شرائط مناظرہ کی پابندی سے آزادی کا عملاً اعلان کیا۔ بلکہ اسلامی مناظر کی شخصیت پر بار بار تحریروں میں شوخیانہ اور غیر شریفانہ حملے کر کے اپنی تنگ نظری و حقیر مائیگی پر شہادت دی۔ مفتی صاحب جہاں عزم و ثبات۔ وقار و استقلال ان کا طرہ امتازی تھا وہیں متانت و شرافت۔ تہذیب و شائستگی کے پیکر بن کر موافق و مخالف سے تحسین لے رہے تھے۔ قادیانی مناظر نے مولانا مفتی صاحب کے دلائل و شواہد کو توڑنے کی تکلیف گوارا نہیں کی۔ بلکہ ادھر ادھر کے غیر مربوط و غیر متعلق امور سے حاضرین کی تواضع کرتے رہے۔

مناظرہ آخر تک سکون و امن سے ہوتا رہا یہ سکون اور زیادہ ہو گیا جب آخر میں آفتاب صداقت کی ضیاء باری سے کذب و بطلان کی گھنگور گھٹاؤں کا شیرازہ سراسر منتشر ہو گیا۔ والسلام۔

نجم الدین پروفیسر اور ٹیل کالج لاہور

جناب مولانا مولوی ابوالقاسم محمد حسین صاحب مولوی فاضل
از کولوتاڑ اضلع گوجرانوالہ

مکرم بندہ حضرت مفتی صاحب سلمہ اللہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

ہریا سے روانہ ہو کر میں جلاپور جٹاں پہنچا تھا۔ وہاں دو تین تقریریں مرزا جی

کے کفر و الحاد پر ہوئیں جن سے نہایت عمدہ اثر ہوا۔ اس کے بعد یہی مولوی جلال

الدین شمس قادیانی معہ ان چودھری صاحب کے جو وہاں جلسہ ہریا میں پریزیڈنٹ

تھے جلاپور آئے۔ شرائط مناظرہ طے نہ ہوئے۔ لہذا وہاں کی انجمن نے اعلان کر

دیا کہ مرزا صاحب قادیانی کے کفر و الحاد پر تقریر ہوگی۔ جلسہ ہوا۔ قادیانی بھی مجبوراً

آئے اور مناظرہ میں پھنس گئے کیفیت دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی جس کا خلاصہ یہ

ہے کہ جس شخص نے مرزائیوں کو دعوت دی تھی اس نے بھی ان کی شکست کا اقرار

کیا۔ اور مرزائی پھد رسوائی وہاں سے بھاگے۔ شیعہ و سنی اخباروں میں ان کی

شکست کا حال شائع ہوا۔ فالحمد للہ علی ذلک۔

مناظرہ ہریا کے متعلق خاکسار کی رائے

میں مناظرہ ہریا میں جو مابین مفتی غلام مرتضیٰ صاحب و مولوی جلال الدین

صاحب شمس دربارہ حیات مسیح منعقد ہوا تھا حاضر تھا۔ مناظرہ دو دن نہایت خوش

اسلوبی سے ہوا۔ حضرت مفتی صاحب موصوف نے قرآن کریم سے دو دلیلیں

حیات مسیح پر پیش کیں۔ جن کو انھوں نے نہایت خوش اسلوبی سے بیان کیا اور قواعد

عربیت سے نہایت محکم استدلال کے ساتھ ثابت کر دیا کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ بحسدہ العصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ ان کا جواب مرزائی مناظر صاحب سے کچھ نہ ہو سکا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ان ادلہ کا جواب ہو ہی نہیں سکتا۔ چنانچہ اہل علم جو قواعد عربیت کے ساتھ قرآن کریم کی آیات سے حیات مسیح پر استدلال کرتے ہیں مرزائی مناظر ہر مناظرہ میں مبہوت رہ جاتے ہیں اور سوئے کج بحثی اور دفع الوقتی کے ان کا کوئی سہارا نہیں ہوتا۔ چنانچہ ٹھیک اسی طرح پر شمس قادیانی نے پندرہ دلیلیں جو درحقیقت مغالطات تھے وفات مسیح پر پیش کیں مگر کسی کو بھی صاف طور پر وفات مسیح سے کوئی تعلق نہ تھا اور وہ اہل علم کی نظر میں صرف ابلہ فریبی اور دفعہ الوقتی تھی۔ اور یہی اس قوم کا مشن ہے جس کو مرزا صاحب نے اپنی اُمت کے لیے مستنون قرار دیا۔

مصرعہ "ولکل قوم سنة وامامها" الغرض شمس صاحب قادیانی اگرچہ زور نوہی کی وجہ سے نقل رسائل وغیرہ سے بہت سے اوراق سیاہ کر دیتے تھے اور خلاف شرائط مناظرہ بہت جلدی تقریر کر کے مرزائی تبلیغ بھی کرتے جاتے تھے۔ مگر مفتی صاحب ممدوح کے ادلہ قطعیہ اور براہین یقینیہ کا جواب نہ دے سکے۔ ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب۔

ابوالقاسم محمد حسین عفاعنہ مولوی فاضل از کولوتاڑا
مولانا مولوی محمد کامل الدین صاحب منشی فاضل از میلووال
حال مقیم رتو کالہ تحصیل بہلووال ضلع شاہپور

میں مناظرہ ہریا کے سب اجلاسوں میں شریک رہا۔ علامہ مفتی صاحب نے اپنا دعویٰ صرف ایک آیت و ماقلوہ الخ سے بھی ثابت کر دیا اور اس آیت سے اسی

طریقہ پر استدلال بر حیات مسیح کیا جو شرائط میں مشروط تھا۔ یعنی آیت کے ان معنی سے جو احادیث نبوی اور اقوال صحابہ و قواعد صرف۔ نحو۔ لغت۔ معانی۔ بیان۔ بدیع کے عین مطابق تھے۔ مولوی جلال الدین احمدی اپنے دعوی وفات مسیح کے لیے تذبذب کی حالت میں کبھی کوئی آیت پیش کرتے تھے کبھی کوئی۔ کبھی توریت تحریف شدہ کو پیش کرتے تھے۔ کبھی اشعار مرزا صاحب زبان پر لاتے تھے جو شرائط مجوزہ کے بالکل خلاف تھا اور اس بات پر دلالت کرتا تھا کہ خود ان کو کسی ایک آیت پر اپنے دعوے کے ثبوت کے لیے پورا وثوق اور تسلی نہیں۔ بلکہ تمام حاضرین نے قادیانی مناظر کی گھبراہٹ اور علامہ مفتی صاحب کے استقلال کو اچھی طرح اس وقت پرکھا جبکہ مفتی صاحب دوسرا پرچہ لکھ کر مولوی جلال الدین صاحب کو دینے لگے تو انھوں نے مفتی صاحب کو کہا کہ آپ اخیر پرچہ میں ان الفاظ کے ساتھ قسم لکھ دیں۔ ”مجھے قسم ہے اللہ کی کہ میں نے یہ پرچہ اسی اجلاس میں لکھا ہے اور میں نے کسی غیر سے امداد نہیں لی۔“ چنانچہ حضرت مفتی صاحب نے بلا توقف یہ الفاظ لکھ دیئے۔ حالانکہ حضرت مفتی صاحب نے قادیانی مناظر سے پہلے کوئی قسم وغیرہ طلب نہیں کی۔ حالانکہ قادیانی مناظر سے ضرور قسم لینی چاہیے تھی۔ کیونکہ انھوں نے بعض امور کی بابت میرے ہم جماعت اور اپنے استاد مولوی محمد اسماعیل صاحب مولوی فاضل سے مدد لی ہے۔ جس کا مجھے ذاتی علم ہے اور اس بات پر میں مولوی صاحب موصوف کے ساتھ قسم اٹھانے کے لیے تیار ہوں۔ اور باوجود اس بات کے کہ مفتی صاحب کو آج تک کبھی کسی میدان مناظرہ میں آنے کا موقعہ نہیں ملا صرف ایک آیت میں اپنے مناظر کو لا جواب کر دیا۔ خصوصاً ایسی قوم کے مقابل کھڑا ہونا نہایت ہی مشکل ہے جو قرآن کریم میں تحریف کرنے اور احادیث میں رد و بدل کرنے سے ذرا بھر بھی نہیں جھکتی۔ اس

بات کا پورا ثبوت مرزا صاحب کے اس قول سے چلتا ہے جو انھوں نے اعجاز احمدی میں لکھا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ:

”جو حدیثیں میرے الہام کے خلاف ہوں ہم ان کو ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں“ یہ کتنی حیرت انگیز بات ہے کہ اگر مرزا صاحب کے وہ اقوال اور الہامات پیش کئے جائیں جو صراحۃً قرآن کریم اور احادیث کے خلاف ہوں تو ادھر سے پہلو تہی کر کے ان کا لقب متشابہات تجویز کیا جاتا ہے۔ مثلاً ”منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد“

دوران گفتگو جلسہ گاہ میں میرے سابق ہم جماعت مدرسہ حمید یہ لاہور مولوی محمد اسماعیل صاحب احمدی جلاپوری مولوی فاضل ونشی فاضل مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان نے علامہ مفتی صاحب کی لیاقت کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ مفتی صاحب ایک مالی دماغ آدمی ہیں اور تقریر سے ان کی علمی لیاقت چمکتی ہے۔ بوقت تقریر مفتی صاحب کے حق میں لافض نوک کی صدائیں آرہی تھیں۔ رپورٹ شائع ہونے پر مولوی جلال الدین صاحب کو پتہ چلے گا کہ میں کیا اور کس سے باتیں کر رہا تھا۔

ستعلم لیٰ ای دین تداینست وای غریم فی التقاضی غریمھا

حکایت بود بے پایاں بخاموشی ادا کردم۔

حافظ کامل الدین ونشی فاضل میلووالی۔ مقیم رتو کالہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۲۳ء

مولانا مولوی امام الدین صاحب ساکن کندوال تحصیل

پند دادنخان ضلع جہلم

بحث کا جو تھا نتیجہ آگیا مرجبا صد مرجبا صد مرجبا

مرزایوں کی عجائب گت بنی جب مباحثہ شہر ہریا میں ہوا

مرزائیوں سے جلال الدین تھا اہل سنت سے غلام مرتضیٰ
 بحث تھی عیسیٰ کی زندگی موت میں یعنی عیسیٰ زندہ ہے یا مر گیا
 معیار تھا قرآن ہم قول نبی فیصلہ اس پر مسلم ہو چکا
 مفتی صاحب جب پڑھا قرآن شریف لحن داؤدی سے جلسہ بھر دیا
 آیت انا قتلنا جب پڑھی رفعہ اللہ سے یہ ثابت کر دیا
 زندہ ہے عیسیٰ ابھی افلاک پر دیکھ لے نکتہ عجب بل میں پڑا
 ہے یہ اضرابیہ ابطالیہ بل اور قصر قلب ہے اس میں چھپا
 موت کو باطل کیا ماقبل نے جو کہ پہلے آ چکا نافیہ کا
 رفعہ سے یہ آوازے آ رہے زندہ ہے وہ آسمان پر چڑ گیا
 اس میں ہیں اثبات جسد غصری اس کا منکر ہے نہیں جز اشقیاء
 بل کے اندر پھنس گیا صغی شمس منہ پہ پردہ پڑ گیا کسوف کا
 ہاتھ پاؤں مارے سب لیکن کہیں رستگاری کا نہ ہر گز راہ ملا
 سب کو روشن ہو گیا زندہ مسیح موت کا قائل ہوا ہے روسیا
 ہر طرف سے آ رہی تھی یہ ندا آفریں صد آفریں مفتی غلام مرتضیٰ
 ہے امام الدین کی یہ التجا دست بالا ہو سدا اسلام کا
 راقم امام الدین از کند وال ڈا خانہ اللہ شریف

مولانا مولوی شیخ امام الدین صاحب ساکن ہریا تحصیل پھالیہ ضلع گجرات
 بحمد اللہ خدا بنمو د مارا غلام مرتضیٰ حق کا پیارا
 بہ ہریا قدم رنجہ چوں بفرمود دیا کر حق و باطل میں ستارا
 توائے میرزائی منہدم شد بمیدان مباحثہ آشکارا
 غلام مرتضیٰ در ملک پنجاب چمکتا ہے ہدایت کا ستارا

بگوید شیخ از شادی ہمہ دم عجب ہیں عالم دینی دلار
ایضاً

بیا اے طالب صدق و صفائی ہمیں در صد شان کبریائی
چو آمد صدق و حق باطل نہاں شد عیاں شد صدق و حق راد لرہائی
گروہ احمدی زیر و زبر شد چو غالب شد بیان مرتضائی
چو بشنیدند علم مفتی دیں شکست آمد بشان میرزائی
بزیر سائبائے امغولاں مباحثہ گشت بہر رہنمائی
کہ تادا نند سنی حق و باطل کنند از فرقہ ضالہ جدائی
کمر بستہ درآمد مفتی دیں بسر کردہ کلاہ چشتیائی
سلیمان وار بر کرسی نشستہ چو یوسف وارازا خواں رہائی
ایضاً

واہ سبحان اللہ رب خالق سوہنا کم بتایا جلسہ وچ میانی آہا ہرے رب لیایا
باغ قلوب اساڈیاں اتے کھلی باد بہاری ہیاں کلیاں ہویاں شگفتہ آئی انہاندیواری
جہاں غریباں کدیں نہ ڈٹھا ایہ جلسہ فیضانی درافشانی ایہ حقانی دیکھ ہوئے قربانی
ہوئی زیارت لوکاں تائیں عالم گھر وچ آئے کڈھ قرآن حدیث کتاباں مکے خوب سنائے
مفتی صاحب میانی والے وچہ آہے سر کردے کاٹھاندے سنگ لوہے بہارے جان بیچارے نزدے
اس زمانے ظاہر جاہن ثانی تفتا زانی انخس اتے مبرد وانگوں نحوی مرد حقانی
نفس حدیثوں مفتی صاحب کل جواب لیایا قادیانوالے ملاں صاحب سائنس کل سنایا
حیات مسیح دی ثابت کیتی واہ حدیث قرآنوں نازل ہوئی وجہ زمانے آخر سچ بچھانوں
جسدم عالم قادیانوالا کردا سی تقریراں سننے والیاں تائیں ہر گز ہون نہیں تاثیراں
نال تحمل اتے نائل مفتی صاحب بولن خوش بیانی اتے مومن جند جاناں سب گھولن

علم بیانوں مفتی صاحب خوب بیان سنایا علم کلام معانی اندر ابلق تیز چلایا
مسئلہ نحو محقق کیا متن متین دکھایا جتنے قدم مبارک رکھیا کسے نہ پھیر اٹھایا
کتبہ، وصفہ مسکین شیخ امام الدین از قریہ ہریہ
جناب مولوی گل احمد صاحب ساکن پنڈ دادنخان ضلع جہلم

شمس تیری چمک دیکھی اجالے میں اندھیرا منور کس طرح ہو گا جسے گردش نے گھیرا ہے
لڑائی بازی اکثر ہوا کرتی ہے بازوں سے کوئی بیڑ جا ڈھونڈھو کہ تو بھی اک بیڑا ہے
غلام مرزا پہلے تو کر لے علم کی تحصیل غلام مرتضیٰ سے کم بہت کچھ علم تیرا ہے
ذرا دیکھو و ما قتلوا و ما صلبوا کی آیت کو تمہارے موت کے عقدے کو کیا اس نے بکھیرا ہے
اگر مطلوب زندگی ہے تو بل رفع کی بل دیکھو مسیح موعود کا چرخ بلندی پر بیڑا ہے
فلک کی کج ادائی نے لگایا شمس کو گھنا جمی تو سا کی دنیا میں اندھیرا ہی اندھیرا ہے
گل احمد از پنڈ دادنخان ضلع جہلم
جناب مولوی بدر الدین صاحب ساکن رکن ضلع گجرات

بجہ اللہ کہ از فضل خداوند دل ہر اہل حق گردید خورسند
نماندہ مشتبہ دجال و عیسیٰ جلی شد کذب فرعون صدق موسیٰ
غلام مرتضیٰ مفتی حقانی رمیدہ ازوئے شمس قادیانی
دم از علم بیاں بروئے دمیدہ ہمیں حلقوم کاید چوں بریدہ
نئے گویم کہ عیسائے زمان است دے دجال کشتن راجوان است
بدر الدین رکنوی

واعظ بینظیر و مبلغ خوش تقریر مولانا حضرت سید صدیق شاہ صاحب
ساکن منگوال تحصیل خوشاب ضلع شاہپور

حمد خدا صلوات محمد آل اصحاب رلائیں اس تھیں کچھ واضح ہووے ساریاں مومنوں تائیں
 مرزایاں تے مفتی صاحب شرطاں کیتیاں تہیں وچہ انہاندے جھگڑا کرے باہر جائے تہیں
 مفتی صاحب فاضل پورا شرماں والا بندہ وچہ شرطاندے پورا اتریا چھوڑ نکماں دھندا
 کل شی رجع الی اصلہ حضرت دا فرمانا جیسا اصل کیدا ہووے اس پاسے اس جانا
 ہر کوئی جانے مفتیانوالا ہے شریف گہرا نہ نال شرافت پورا اتریا چھڈ کے مکر بہانہ
 مفتی صاحب مرزایاں نوں خنجر ماری بل دی تہیں وچہ انہاندے سینے آتش غم دی بلدی
 عیسیٰ نوں آسمانں ۳۰ تے بل چڑھایا جلدی بل انہاندے ول نکالے واہ نمی کوئی چلدی
 خوش رہویں اے مفتی شالا ہووے لمی حیاتی اللہ پاک بنایا تینوں رحمت دی برساتی
 مردیاں دے دل زندے کیجے تیریاں خوش تقریراں دیتاے رب زندہ رکھے تیں جہیاں تصویراں
 ہے خوش خلقت ساری تیں تے رب ہووے خوش شالا توں اج مردیاں دلاں اندر جانی پاؤن والا
 توں ہن اپنے شعر ہنا کے بس کر شاہ صدیق مفتی صاحب چھوڑیا تہیں باقی کوئی دقیقہ
 صدیق شاہ از منگوال

خلاصہ

یہ ہے کہ جیسا مرزائی جماعت کے پاس دیگر مسائل مختلف فیہا میں اپنا دعویٰ
 ثابت کرنے کے لیے کوئی ایسی شرعی دلیل نہیں جس میں تقریب تام ہو ویسا ہی
 وفات مسیحی ابن مریم کے ثابت کرنے کے لیے ان کے پاس ایسی کوئی شرعی دلیل
 نہیں جس میں تقریب تام ہو۔ اس کی تائید میں ہم ایک مکالمہ پیش کرتے ہیں۔
 مکالمہ مابین مفتی غلام مرتضیٰ صاحب و مولوی نور الدین صاحب
 خلیفہ اول مرزا صاحب

جن دنوں مفتی غلام مرتضیٰ صاحب اسلامی مناظر مدرسہ نعمانیہ لاہور میں اول

مدرس تھے ان دنوں مولوی ابراہیم صاحب کے مکان واقع کشمیری بازار میں
بموجودگی مولوی ابراہیم صاحب و دیگر چند اصحاب بتاریخ ۱۲ یا ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء
مابین مفتی صاحب و مولوی صاحب موصوف یہ مکالمہ ہوا۔

مفتی صاحب: میں آپ کو مرزا صاحب کے معتقدین میں سے وسیع
المعلومات اعتقاد کرتا ہوں۔ اس لیے مجھے اشتیاق ہے کہ آپ وفات مسیح ابن
مریم پر کچھ تقریر فرمائیں۔

مولوی صاحب: تقریر شروع کرنے سے پہلے میں ایک حکایت بیان کرتا
ہوں۔ اس حکایت کو میری تمام تقریر میں ملحوظ رکھنا۔ وہ حکایت یہ ہے کہ:

ایک دن ایک سائل نے میرے سے دریافت کیا کہ اس مقدمہ کا کیا مطلب
ہے، اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔ میں نے سائل کو کہا کہ تم نے اس مقدمہ کا
کیا مطلب سمجھا ہوا ہے۔ سائل نے کہا کہ میں نے اس کا یہ مطلب سمجھا ہوا ہے کہ
ایک دعویٰ مثلاً موجبہ ہے تو اس کی دلیل کے مقدمات و اجزاء بھی موجبہ ہوں گے
اور وہ دلیل اپنی ایجابی جانب کے لحاظ سے اس دعوے کو ثابت کرے گی۔ اور اگر
اس دلیل کے مقدمات و اجزاء کی جانب مخالف یعنی سلبی جانب کا احتمال ہو تو وہ
استدلال باطل ہوگا اور وہ دلیل اس دعویٰ کو ثابت نہ کرے گی۔ میں نے سائل کو کہا
کہ یہ مطلب غلط ہے۔ بلکہ اس مقدمے کا یہ مطلب ہے کہ اگر احتمالات پر غور کی
جائے تو کوئی شخص دلیل قائم ہی نہیں کر سکتا۔

مفتی صاحب: جناب میں نے اس حکایت کو سمجھ لیا ہے لیکن جس طریق سے
میں استفسار کروں اس طرز پر آپ تقریر فرمائیں۔

مولوی صاحب: کہتے۔

مفتی صاحب: یہ تو آپ کا عقیدہ ہے ہی مات عیسیٰ۔ لیکن میں یہ دریافت

کرتا ہوں کہ آپ کا عقیدہ مات عیسیٰ وہا ہے یا شکایا ظنا یا تقلیداً یا یقیناً۔

مولوی صاحب۔ میرا عقیدہ مات عیسیٰ یقیناً ہے۔

مفتی صاحب۔ تو پھر ضروری ہے کہ اس یقینی دعوے کے ثابت کرنے کے لیے جو دلیل آپ بیان فرمائیں گے اس دلیل کے مقدمات اور اجزا بھی یقینی ہوں۔

مولوی صاحب۔ یقینی دعوے میں یہ لازم نہیں کہ وہ اپنے ثبوت میں دلیل کا محتاج ہو۔

مفتی صاحب:- واقعی یقینی دعوے دو قسم ہیں۔ بدیہی اور نظری۔ بدیہی تو اپنے ثبوت میں دلیل کے محتاج نہیں لیکن نظری اپنے ثبوت میں دلیل کے محتاج ہیں۔ اب میں یہ دریافت کرتا ہوں کہ آپ کا دعویٰ مات عیسیٰ یقیناً بدیہی ہے یا نظری۔

مولوی صاحب۔ نظری ہے۔

مفتی صاحب۔ جب آپ کا یہ دعویٰ نظری ہے تو پھر ضروری اپنے ثبوت میں دلیل کا محتاج ہے۔ اور چونکہ آپ کا یہ دعویٰ یقینی ہے اس لیے جو دلیل آپ بیان فرمائیں گے اس کے دلیل کے مقدمات اور اجزا بھی یقینی ہونے چاہئیں۔ ورنہ یہ دلیل اس یقینی دعوے کو ثابت نہ کر سکے گی۔

مولوی صاحب:- تو پھر کیا ہوا۔

مفتی صاحب۔ جناب پھر جو مطلب مقدمہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال کا شائل نے بیان کیا ہے وہ صحیح ثابت ہوا۔ اور جو معنی آپ نے کئے ہیں وہ غلط ہوئے۔

مولوی صاحب آپ مانحن فیہ کی طرف رجوع کیجئے۔

مفتی صاحب۔ رجوع کرتا ہوں۔ جناب من اتنا عرض کرتا ہوں کہ آپ اپنے دعویٰ مات عیسیٰ یقیناً کے ثابت کرنے کے لیے جو دلیل بیان فرمائیں گے۔ خواہ وہ دلیل قرآنی ہو یا حدیثی یا مجموعی اس دلیل کے متعلق اتنا فرما دیجئے۔ کہ اس دلیل میں تقریب تام ہے۔

مولوی صاحب۔ یہ تو میں کبھی نہ کہوں گا۔

مفتی صاحب۔ جناب جب آپ کا دعویٰ یقینی ہے۔ آپ کو اپنی دلیل پر پورا بھروسہ ہے تو پھر آپ یہ کیوں نہیں فرماتے۔

مولوی صاحب۔ یہ میں نہیں کہوں گا۔

اسی نزاع میں مکالمہ ختم ہوا۔ اور مولوی نور الدین صاحب نے اخیر میں فرمایا

کہ مفتی صاحب نے مناظرہ کا نیا ڈھنگ نکالا ہے۔

ناظرین غور فرمائیں کہ یہ مولوی نور الدین صاحب وہ ہیں کہ جن کو تمام مرزائی جماعت کے اشخاص اپنی جماعت میں علمی حیثیت سے فائق سمجھے جاتے ہیں۔ اور ان کے مضامین کے ساتھ مرزا صاحب ہمیشہ رطب اللساں رہے اور مرزا صاحب کے انتقال کے بعد یہی مولوی صاحب موصوف خلیفہ اول ہوئے۔ با ایں ہمہ پھر بھی یہ مولوی صاحب اپنا دعویٰ مات عیسیٰ یقیناً کے ثابت کرنے کے لیے کوئی ایسی دلیل نہیں بیان کر سکے جس میں تقریب تام ہونے کا دعویٰ کریں۔

مرزا محمود احمد صاحب خلیفہ ثانی مرزا صاحب کو مناظرہ کے لیے دعوت

مرزا صاحب کے خلیفہ اول کا حال تو ناظرین نے سن لیا ہے۔ اب ہم مرزا

صاحب کے خلیفہ ثانی یعنی مرزا محمود احمد صاحب کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ مفتی غلام

مرتضیٰ صاحب کے ساتھ مسئلہ حیات و وفات مسیح ابن مریم میں بمقام لاہور اس

طریق پر مناظرہ کریں کہ تمام مناظرہ کے دو پرچے ہوں۔ پہلے پرچہ میں مرزا محمود

احمد صاحب اپنے دعویٰ مات عیسیٰ یقناً کے ثابت کرنے کے لیے فقط ایک ہی دلیل ایسی تحریر کریں جس کے متعلق یہ لکھا ہوا ہو کہ اس دلیل میں تقریب تام ہے۔ اور طرز استدلال شرط نمبر ۱ و شرط نمبر ۲ کے عین مطابق ہو۔ اور ویسا ہی مفتی صاحب پہلے پرچہ میں اپنے دعویٰ حیات مسیح ابن مریم کے ثابت کرنے کے لیے فقط ایک ہی ایسی دلیل تحریر کریں جس کے متعلق یہ لکھا ہوا ہو کہ اس دلیل میں تقریب تام ہے اور طرز استدلال شرط نمبر ۱ و شرط نمبر ۲ کے عین مطابق ہو۔ اور دوسرے پرچے میں ہر ایک مناظر اپنے فریق مخالف کے پرچے اول کی مطابق شرط نمبر ۱ و شرط نمبر ۲ تردید تحریر کرے۔ اور ہر ایک مناظر اپنے ہر دو پرچوں کو عام اجلاس میں ایک وقت معین کے اندر بیان کرے۔

نوٹ:- ہم نے خاص کر مسئلہ حیات و وفات مسیح ابن مریم میں مناظرہ کرنے کے لیے اس لیے دعوت دی ہے کہ مرزا صاحب نے اس مسئلہ حیات و وفات مسیح ابن مریم کو ہی اپنے صدق و کذب کے لیے معیار و میزان قرار دیا ہے۔

OF AHLE SUNNAT WAL JAMAAT
WWW.NAFSEISLAM.COM

ہدایات

قادیانی مناظر نے رونداد مناظرہ کے ساتھ ایک ضمیمہ بعنوان ”چند ضروری باتیں“۔ چسپاں کر دیا ہے جس میں اس نے اختراعیات اور مغالطات درج کر دیئے ہیں جن کے متعلق چند ہدایات کا بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

مغالطہ

قادیانی مناظر نے لکھا ہے۔ ”مشترکہ سطر ۲، ۳ میں لکھتا ہے کہ موضوع مناظرہ حیات و وفات مسیح ابن مریم تھا اور صرف اسی مسئلہ پر مباحثہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ قادیانی جماعت نے اسی موضوع پر مناظرہ کرنا چاہا۔ یہ بالکل غلط ہے۔ خود مفتی

صاحب نے کہا تھا کہ میں صرف اس مسئلہ پر ہی بحث کروں گا۔“

ہدایت

یہ نا فہمی ہے۔ کیونکہ مشہر نے لکھا ہے کہ قادیانی جماعت نے اسی موضوع پر مناظرہ کرنا چاہا۔ اور قادیانی جماعت کا یہ چاہنا ہم ابتداء میں بعنوان ”تعیین موضوع مناظرہ“ مفصل لکھ چکے ہیں۔

مغالطہ

قادیانی مناظرہ نے لکھا ہے۔ مشہر نے ہم پر شرط نمبر ۱، ۲ لکھ کر یہ الزام لگایا ہے کہ ہم نے ان کے خلاف کیا ہے۔ یہ تو مناظرہ کے پرچہ جات پڑھنے سے ہر ایک شخص معلوم کر سکتا ہے کہ دونوں مناظروں میں سے کس نے شرائط کے خلاف کیا ہے۔ براہین احمدیہ سے حوالے اور حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کی جماعت احمدیہ میں داخل ہونے سے پہلے کی تحریریں اور اپنے آخری پرچوں میں نئے دلائل پیش کرنا کیا شرائط کے خلاف نہیں تھا۔ جس کے مفتی صاحب مرتکب ہوئے۔

ہدایت

براہین احمدیہ کے حوالے خلاف شرط نمبر ۱، ۲ نہیں۔ کیونکہ پہلے تو اسلامی مناظرہ نے براہین احمدیہ کی عبارت نقل کرنے کے بعد اپنے پرچہ نمبر ۱ میں یہ لکھ دیا ہے کہ ”میری مراد کوئی الزامی جواب دینا نہیں ہے بلکہ یہ بتلانا ہے“۔ الخ اور دوسرا یہ کہ دعویٰ نبوت کی تاریخ جو مرزا صاحب اور ان کے معتقدین نے بیان کی ہے وہ ہمارے پر حجت نہیں۔ کیونکہ ہم مرزا صاحب کو متنبی اور ان کی معتقدین کو معتقدین متنبی سمجھتے ہیں۔ بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے دعویٰ نبوت کی علت ملہمیت کو قرار دیا ہے اور بوقت تالیف براہین احمدیہ مرزا صاحب بزعم خود ملہم

تھے۔ اگر یہ کہا جائے کہ مرزا صاحب کے پیغمبر ہونے کی علت نفس الہام نہیں بلکہ کثرت ہے۔ تو اس کا یہ جواب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب پہلی دفعہ یہ وحی ہوا۔ اقراء باسم ربک الذی خلق تو اسی وقت سے سلسلہ نبوت شروع ہو گیا۔ نہ یہ کہ قرآن کریم کے حصہ کثیر نازل ہونے کے بعد سلسلہ نبوت شروع ہوا۔ اور نیز مولوی نور الدین صاب کی تحریریں پیش کرنا شرط نمبر ۲۱ کے خلاف نہیں۔ کیونکہ مفتی صاحب اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں لکھ دیا ہے کہ میں نے مولوی نور الدین صاحب کے اقوال کو اس حیثیت سے پیش نہیں کیا کہ وہ احمدی ہیں اور نہ ہی اس حیثیت سے کہ وہ مرزا صاحب کے خلیفہ ہیں بلکہ اس حیثیت سے پیش کئے ہیں کہ مرزا صاحب نے اپنے دعوے نبوت کے زمانہ میں مولوی نور الدین صاحب کی دینی رنگ میں اعلیٰ درجہ کی توثیق کی ہے۔ اور ان اقوال پیش کردہ کی بعدہ نہ مرزا صاحب نے ترمیم و تنسیح کی ہے اور نہ ہی مولوی صاحب موصوف نے۔ اور ویسا ہی مفتی صاحب اسلامی مناظر نے آخری پرچوں میں کوئی نیا مضمون بطور دلیل بیان نہیں کیا بلکہ بطور تردید۔ بے شک قادیانی مناظر نے شرط نمبر ۲۱ کے خلاف کثیر التعداد امور کا ارتکاب کیا ہے۔ مثلاً توریت کا پیش کرنا۔ حضرت امام مالک و حضرت امام ابو حنیفہ و حضرت امام شافعی کا ذکر کرنا۔ شاہ رفیع الدین صاحب و مجاہد کو پیش کرنا اور پرچہ نمبر ۱ دلائل میں حضرت امام حسن کا قول درج کرنا خیالی اور وہی باتوں سے اپنے پرچوں کو لبریز کر دینا جو مومن من حیث ہو مومن کا بھی حق نہیں کہ ایسی باتیں مومن کے مقابلہ میں پیش کرے۔ علم فزیالوجی کے مسائل کو بیان کرنا وغیرہ وغیرہ۔

مغالطہ

قادیانی مناظر نے لکھا ہے۔ پھر بل رفعہ اللہ الیہ آیت لکھ کر کہتے ہیں کہ

بل ابطالیہ میں ضروری ہے کہ وہ وصف جس کا ابطال مقصود ہو اور وہ وصف جس کا اثبات مقصود ہو ان میں تنافی اور ضدیت ہونی ضروری ہے مگر رفع روحانی و اعزاز اس قتل کو لازم ہے الخ۔ اس کا مفصل جواب ہم پرچوں میں لکھ چکے ہیں۔ مختصراً اس کا جواب یہ ہے کہ بل ابطالیہ بھی یہاں مان لیا جائے تو ہمارا مدعا ثابت ہے۔ کیونکہ یہود کے قتل کرنے سے مراد نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ کو دعویٰ میں جھوٹا اور ان کی روح کو ناپاک اور ملعون ثابت کرنا تھا اسی وجہ سے انھوں نے اپنے قول میں رسول اللہ کا لفظ بڑھایا ہے۔ اور نیز خدا تعالیٰ کا ان سے وعدہ تھا کہ انسی متوفیک کہ میں تجھے طبعی موت سے ماروں گا۔ پس اگر وہ قتل ہو جاتے تو ان کا دعویٰ باطل ہو جاتا تھا جو رفع روحانی کے منافی ہے اس لیے یہود کے قول کی نفی کرتے ہوئے کہ انھوں نے اس کو قتل نہیں کیا یعنی دعویٰ میں جھوٹے ثابت نہیں کر سکے اس کی ضد کہ وہ خدا تعالیٰ کے مقرب ہیں کو لفظ بل سے ثابت کیا ہے۔

ہدایت

”ڈوبتے کو تنکے کا سہارا“۔ اب قادیانی مناظر کا بھی یہی حال ہو رہا ہے۔ دیکھو قادیانی صاحب فرماتے ہیں۔ اس کا مفصل جواب ہم پرچوں میں لکھ چکے ہیں۔ پرچوں میں انھوں نے جواب دیتے ہوئے توریت کو ہی پیش کیا ہے جو یہود کی محرف منسوخ شدہ کتاب ہے اور جس کا پیش کرنا بروئے قرآن کریم و حدیث نبوی جائز نہیں۔ اور نیز یہ کتاب محرف منسوخ شدہ قادیانین مناظر کی امداد کرنے سے انکاری ہے، کیونکہ قادیانی مناظر نے توریت سے یہ ثابت کرنا چاہا کہ جو مصلوب ہو وہ ملعون ہوتا ہے۔ اور توریت کا حقیقت یہ مضمون ہے کہ جو کسی جرم میں مصلوب ہو وہ ملعون ہے۔ اور قرآن کریم سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ سب ملعونیت جرم ہے نہ مصلوبیت۔ ارشاد ہے۔ انما جزاء الذین یحاربون اللہ

ورسوله ويسعون فى الارض فساداً ان يقتلوا او يصلبوا او تقطع
ايديهم وارجلهم من خلاف او ينفوا من الارض ذلك لهم خزي فى
الحياة الدنيا ولهم فى الآخرة عذاب عظيم۔ (پ ۶) دیکھو اس آیت میں
خزى کا سبب قتل و صلب بوجہ جرائم یعنی محاربہ اور فساد فی الارض کو قرار دیا گیا ہے نہ
مطلق مقتولیت اور مصلوبیت وغیرہ کو۔ اور پھر قادیانی مناظر لکھتے ہیں۔ کیونکہ یہود
کے قتل کرنے سے مراد نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ کو دعویٰ میں جھوٹا اور ان کی روح کو
نا پاک اور ملعون ثابت کرنا تھا اسی وجہ سے انھوں نے اپنے قول میں رسول اللہ کا
لفظ بڑھایا ہے۔ یہ کیسی اعلیٰ جہالت ہے کیونکہ اس مضمون کی صحت اس صورت میں
موجود ہو سکتی تھی جب قتل اور رسالت میں تنافی و ضدیت ہوتی۔ حالانکہ قتل اور
رسالت میں تنافی و ضدیت نہیں۔ جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے افسان مات
او قتل انقلبتم علی اعقابکم خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ آیا اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فوت ہو جائیں یا قتل کئے جائیں تو تم مرتد ہو جاؤ گے۔ یعنی اگر وہ فوت
ہوں یا مقتول ہوں تو تب بھی تم کو اپنے ایمان پر مستحکم رہنا چاہیے۔ کیونکہ موت اور
قتل رسالت کے منافی نہیں۔ اور یہود کا لفظ رسول اللہ کو بڑھانا بطور استہزاء ہے۔
اور پھر قادیانی مناظر فرماتے ہیں۔ اور نیز خدا تعالیٰ کا ان سے وعدہ تھا کہ انسی
متوفیک کہ میں تجھے طبعی موت سے ماروں گا۔ پس اگر وہ قتل ہو جاتے تو ان کا
دعویٰ باطل ہو جاتا تھا۔ الخ یہ کیسی زالی جہالت ہے۔ کیونکہ بروئے قرآن کریم
یہود کا عقیدہ ہے۔ انا قتلنا المسیح عیسیٰ ابن مریم اور قرآن کریم نے اس
باطل عقیدہ کی تردید اپنے فقرہ وما قتلوه یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ کے ساتھ کی
ہے اور ہم اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ قیامت سے پہلے اپنی طبعی موت
سے مریں گے۔ قادیانی مناظر کی اس تحریر سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یا وہ مغلوب

الجبہالہ ہے یا اس نے بوقت سلامتی عقل یہ تحریر نہیں کی۔

مغالطہ

قادیانی مناظر لکھتے ہیں۔ اور مشہور خود لکھتا ہے کہ احد الوصفین دوسرے وصف کا ملزوم نہ ہوتا کہ مخاطب کا اعتقاد و برعکس اعتقاد متکلم متصور ہو۔ ہر امر میں ایسا ہونا ضروری نہیں۔ ورنہ کیا یہ جمع نہیں ہو سکتے کہ ایک شخص زندہ ہو اور مرفوع الی اللہ نہ ہو۔ یہاں پر یہود کے اعتقاد کی رفع الیہ سے تردید کی گئی ہے، اور ثابت کیا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے مقرب تھے۔

ہدایت

یہ کیسی بے نظیر جہالت ہے۔ کیونکہ کلام اس میں ہے کہ قصر قلب میں یہ ضروری ہے کہ احد الوصفین دوسرے وصف کا ملزوم نہ ہو۔ اور قادیانی مناظر نے نہ تو قصر قلب کی کوئی مثال پیش کر کے نقص کیا ہے اور نہ ہی لزوم اور عدم لزوم کا ذکر کیا ہے۔ بلکہ غیر مربوط یہ فقرہ لکھ دیا ہے۔ ورنہ کیا یہ جمع نہیں ہو سکتے کہ ایک شخص زندہ ہو۔ الخ

مغالطہ

قادیانی مناظر نے لکھا ہے کہ مفتی صاحب نے اپنے پرچہ میں لکھا ہے کہ جب جملہ منفی ہو تو اس وقت بل ابطالیہ ہی ہوگا۔ قرآن مجید کی آیت وما یشعرون ایاں یبعثون بل ادرک علمہم فی الآخرۃ کے صریح خلاف ہے کیونکہ یہاں بل ابطالیہ لے کر معنی درست ہو نہیں سکتے۔

ہدایت

یہ قادیانی مناظر کا نرالا جہل مرکب ہے۔ کیونکہ نفی کے بعد بل ابطالیہ سے یہ مراد ہے کہ وصف منفی کو یہ بل باطل کرتا ہے۔ اور جس وصف پر داخل ہے اس کو

ثابت کرتا ہے جیسا کہ وما قتلوه یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ میں قتل المسیح منفی ہے جس کو مل نے باطل کر دیا۔ اور رفع المسیح پر مل داخل ہے جس کو اس نے ثابت کر دیا ہے اور قادیانی مناظر نے جو آیت بطور تردید پیش کی ہے وہ درحقیقت اسلامی مناظر کی صاف طور پر تائید کرتی ہے۔ کیونکہ اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ اور وہ نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔ بلکہ آخرت کے بارے میں ان کا علم انتہا کو پہنچ کر رہ گیا۔ یعنی وہ جاہل رہ گئے۔ دیکھو اس آیت میں شعور یعنی علم بالآخرۃ منفی ہے جس کو مل باطل کر رہا ہے اور جہل بالآخرۃ پر مل داخل ہے جس کو وہ ثابت کر رہا ہے اور جیسا کہ وما قتلوه یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ میں قتل المسیح اور رفع المسیح کے درمیان لزوم نہیں بلکہ تنافی و ضدیت ہے ویسا ہی آیہ وما یشعرون ایسان یبغثون۔ مل ادراک عمہم فی الآخرہ میں علم بالآخرۃ اور جہل بالآخرۃ کے درمیان لزوم نہیں بلکہ تنافی و ضدیت ہے۔ یہ عجیب اتفاق ہوا ہے کہ قادیانی مناظر نے تردید کی آیت وما یشعرون پیش کی ہے جس میں شعور کی نفی ہے اور یہ آیت اسلامی مناظر کی ایسی تائید کر رہی ہے کہ قادیانی مناظر کو اس تائید کا شعور نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ قادیانی جماعت کی پردہ دری ہو کر اس کے مذہب کا بطلان آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہو چکا ہے۔

مغالطہ

قادیانی مناظر لکھتا ہے۔ مشہر لکھتا ہے کہ یہ دلیل معدوم النظر ہے۔ بے شک اس سے جو استدلال کیا گیا ہے اپنی بے ہودگی میں معدوم النظر ہے۔ کیونکہ صحیح دلائل اور استدلالوں کے نظائر دنیا میں موجود ہوتے ہیں۔

ہدایت

بے شک قادیانی مناظر کا اس مقام اور ایسے استدلال پر لفظ بے ہودگی

استعمال کرنا بے ہودگی میں معدوم النظر ہے۔ کیونکہ اس نے اس بے ہودگی کی کوئی صحیح وجہ بیان نہیں کی۔ اور ہم نے جہاں قادیانی مناظر کی جہالت کا دعویٰ کیا ہے وہاں ہی اس جہالت کو مدلل و مبرہن کیا ہے۔

مغالطہ

قادیانی مناظر لکھتا ہے۔ پھر لکھتا ہے کیونکہ یہ جملہ خبریہ تجزیہ ہے۔ ایسا وفات مسیح ابن مریم کے متعلق کوئی فقرہ نہیں۔ اس آیت میں تو رفع کے معنی بجسدہ العصری آسمان پر اٹھالینا ہی ثابت نہیں ہو سکتے تو یہ آیت آپ کے مفید کیسے ہو سکتی ہے۔

ہدایت

جناب من اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں بروئے محاورہ قرآنی و محاورات احادیث و بروئے قاعدہ نحوی متعلق بل و بروئے قاعدہ علم معانی متعلق قصر قلب آیت و ما قتلوه یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ کے ساتھ ثابت کر دیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ بجسدہ العصری آسمان پر اٹھائے گئے ہیں جس کا قادیانی مناظر کوئی جواب نہیں دے سکا جیسا کہ روئے قاعدہ مناظرہ پڑھنے سے روشن ہے۔ بلکہ قادیانی مناظر نے اس استدلال کے جواب میں توریت پیش کر کے اس بات کا اعتراف کر لیا ہے کہ میرے پاس اس استدلال کا کوئی جواب نہیں۔ اور ہم نہایت زور سے اعلان کرتے ہیں کہ انشاء اللہ قادیانی جماعت میں سے کوئی فرد بھی شرط نمبر ۱، ۲ کے تحت میں رہ کر اس استدلال کا تا قیامت جواب نہ دے سکے گا جیسا کہ وقتاً فوقتاً علماء و فضلاء زمانہ پر اس پیشگوئی کی صداقت ظاہر ہوتی رہے گی۔ تو پھر قادیانی مناظر کا یہ کہنا (تو یہ آیت آپ کے مفید کیسے ہو سکتی ہے) کیسی دیدہ دانستہ دلیری ہے۔

مغالطہ

قادیانی مناظر لکھتا ہے۔ مفتی صاحب بھی کوئی ایک مثال رفع کی پیش نہیں کر سکے جس میں خدا تعالیٰ فاعل ہو اور مفعول ذی روح پھر رفع کے معنی اسی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھانا ہوں۔ اور رفعت الی ربی مثال پیش کی ہے جس میں فاعل مذکور ہی نہیں۔ دوسرے معراج کا واقعہ خود زیر بحث ہے۔ حضرت عائشہ اور امام حسن و معاویہ کا یہی مذہب تھا کہ وہ آپ کا ایک کشف یا خواب تھا جیسا کہ بخاری کی حدیث واستیقظ وهو فی المسجد الحرام سے ثابت ہے کہ معراج کا واقعہ دیکھ کر پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو گئے۔ اور اس کو واقعہ خاص کہہ کر پیچھا چھوڑنا نہایت مشکل ہے۔

www.NAFSEISLAM.COM

جناب من اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۵ میں آپ کے اس مضمون کی تردید میں صحیح بخاری کی حدیث کا یہ فقرہ پیش کیا ہے ثم رفعت الی سدرۃ المنتی۔ اور رفعت الی ربی پیش نہیں کیا۔ اور اس فقرہ حدیث میں طرز تردید یہ ہے کہ جیسا خلقت میں اگرچہ فاعل مذکور نہیں لیکن اس لحاظ سے کہ فعل خلق کا فاعل خدا تعالیٰ کے سوائے کوئی نہیں ہو سکتا۔ خلقت کا فاعل معین بمنزلہ مذکور کے ہے ویسا ہی رفعت الی سدرۃ المنتی اگرچہ مجہول الفاعل ہے۔ لیکن اس لحاظ سے کہ فعل رفع الی سدرۃ المنتی کا فاعل سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی نہیں ہو سکتا رفعت الی سدرۃ المنتی کا فاعل معین بمنزلہ مذکور کے ہے۔ اب دیکھو کہ اس صحیح بخاری کی حدیث کے فقرہ میں رفع کا فاعل خدا تعالیٰ ہے۔ اور مفعول ذی روح انسان ہے اور مراد اسی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھا لینا ہے۔ اور پھر قادیانی مناظر نے کہا ہے۔ دوسرے معراج کا واقعہ خود زیر بحث ہے۔ الخ ہم اس کو اس

کے متعلق یہ ہدایت کرتے ہیں کہ اسلامی مناظر کی طرز تر دید یہ ہے کہ فقرہ ثَمَّ
 رفعت الی سدرۃ المنتھی میں فعل رفع ہے اور خدا تعالیٰ فاعل ہے اور مفعول
 ذی روح انسان ہے اور اس فقرہ کے الفاظ سے مراد اسی جسم کے ساتھ آسمان پر
 اٹھا لینا ہے۔ اور معراج کا واقعہ زیر بحث ہونا اسلامی مناظر کی طرز تر دید کو مضمر
 نہیں۔ کیونکہ معراج عالم رویا میں ہو یا عالم کشف میں یا عالم یقظہ میں ہو ہر صورت
 میں فقرہ ثَمَّ رفعت الی سدرۃ المنتھی کے الفاظ سے مراد تو اسی جسم کے ساتھ آسمان پر
 اٹھا لینا ہی ہے۔ قادیانی جماعت کے ان افراد کا جنہوں نے لالچ دنیاوی اور طمع
 نفسانی کی وجہ قادیانی مذہب کو اختیار کیا ہوا ہے ہمیشہ وطیرہ ہے کہ اردو خوانوں اور
 انگریزی خوانوں کو شکار کرنے کے لیے ایسی تحریریں عملاً پیش کرتے رہتے ہیں۔

www.NAFSEISLAM.COM

قادیانی مناظر لکھتا ہے۔ اس طرح تو انسی مہاجر الی ربی کے متعلق
 کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہاں آسمان پر جانا مراد ہے۔ ورنہ کسی کے لیے دکھاؤ تو سہی
 کہ قرآن کریم یا حدیث میں کسی نے اپنے لیے مہاجر اور الی ربی کا لفظ کہا ہو اور اسی
 طرح حضرت ابراہیم کا انسی ذاہب الی ربی سیہدین سے بھی کوئی ان کے
 آسمان پر جانے کا استدلال کرے تو کر سکتا ہے اور دلیل مانگی جائے تو آپ کی
 طرح کہہ دے کہ یہ واقعہ خاص ہے ورنہ یہ الفاظ کسی اور کے لیے آئے ہوں تو پیش
 کرو۔

ہدایت

یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ اسلامی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں لکھا ہے
 کہ عروج الی اللہ اور صعود الی اللہ اور رفع الی اللہ کی ایک ہی صورت ہے۔ یعنی
 آسمان پر جانا یا لے جانا اور عروج اور صعود اور رفع میں بلندی کے معنی ہیں۔ اور

ہجرت اور ذہاب میں بلندی کے معنی ماخوذ نہیں۔

مغالطہ

قادیانی مناظر لکھتا ہے۔ جملہ خبریہ تجزیہ وفات مسیح کے متعلق قرآن مجید میں کنت انت الرقیب علیہم ہے۔ خود مسیح کہہ رہے ہیں اور صرف خدا تعالیٰ کے رقیب ہونے سے پہلے اپنے قول فلما توفیتی سے اپنی وفات کا اقرار کر رہے ہیں۔

ہدایت

تجزیہ سے یہ مراد ہے کہ اس میں شرط کے معنی نہ ہوں اور فلما توفیتی کنت انت الرقیب علیہم میں لما بمعنی حین متضمن معنی شرط ہے۔ اور نیز کنت اور توفیتی کی ماضویت آج کے لحاظ سے نہیں بلکہ قیامت کے لحاظ سے جیسا کہ قادیانی مناظر نے اپنے پرچہ نمبر ۱ میں اس بات کو تسلیم کیا ہے۔

مغالطہ "OF AHLE SUNNAT WAL JAMAT"

قادیانی مناظر کہتا ہے۔ اور جو بات ہم نے توریت سے پیش کی ہے۔ وہ یہود کا عقیدہ بیان کرنے کے لیے پیش کی ہے۔ وہ قرآن مجید کو خدا کا کلام نہیں مانتے۔ اور یہودیوں کے نزدیک مسیح مجرم ہی تھے اور انھوں نے آپ پر بغاوت کا الزام لگایا تھا۔ اور پھر توریت میں صاف لکھا ہے کہ جھوٹا نبی قتل کیا جائے گا اور نیز استثناء ۲۱/۲۳ میں لکھا ہے۔ "وہ جو پھانسی دیا جاتا ہے ملعون ہے"۔ اسی کے مطابق گلیتوں ۱۳/۳ میں پولوس کہتا ہے۔ "مسیح ہمارے بدلے لعنت ہوا۔ کیونکہ لکھا ہے۔ جو کوئی کاٹھ پر لٹکا یا گیا وہ لعنتی ہے۔

ہدایت

یہ تحریر قادیانی مناظر کی مناظرہ کے بعد کی ہے بلکہ اس قادیانی اجلاس کے

بعد کی ہے جس میں تمام قادیانی جماعت کے افراد شامل تھے۔ ایسے وقت کی تحریر میں قرآن اور حدیث اور اقوال صحابہ اور قواعد عربیت کو ترک کر کے پھر بھی توریت کو پیش کرنا اس بات پر صاف دلیل ہے کہ قادیانی مناظر بلکہ تمام قادیانی جماعت نے اعتراف کر لیا ہے کہ ہمارے پاس شرط نمبر ۲ کے تحت میں رہ کر کوئی جواب نہیں۔ اور توریت محرف منسوخ شدہ کتاب کے پیش کرنے کی بھی قرآن کریم اجازت نہیں دیتا۔ کیونکہ قرآن کریم کا فقرہ وما قتلوا النحیہود کے جس عقیدہ کی تردید ہے اس عقیدہ کو قرآن کریم نے اپنے اس فقرہ انا قتلنا مسیح عیسیٰ ابن مریم النح کے ساتھ صاف طور پر بیان کر دیا ہے۔ پھر قادیانی مناظر نے بلحاظ آیت فاسئلوا اهل الذکر انکتُم لاتعلمون قرآن کریم کی خلاف ورزی کی ہے۔ اور نیز قادیانی مناظر نے تسلیم کر لیا ہے کہ ہر ایک مصلوب ملعون نہیں بلکہ مجرم مصلوب ملعون ہے۔

قادیانی مناظر نے اور بھی اختراعیات اور مغالطات لکھے ہیں۔ لیکن ان کے متعلق ہدایت کرنے میں تضحیٰ الاوقات ہے۔ کیونکہ ان میں سے بعض تو ایسے ہیں جو بدیہی البطلان ہیں اور بعض ایسے جن کی تشریح و تردید ہو چکی ہے اور بعض ایسے جن کا موضوع مناظرہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں؟

اللهم اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین ربنا لاتواخذنا ان نبینا او اخطانا ربنا حملتہ ولا تحمل علینا اصرا کما علی الذین من قبلنا ربنا ولا تحملنا ما لا طاقة لنا به واعف عنا واغفر لنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین۔ (مرتب)

میاں محمود احمد صاحب خلیفہ ثانی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو
مناظرہ کے لیے دعوت

کئی سال سے قادیانی جماعت کے لوگ مسئلہ حیات و وفات مسیح ابن مریم پر
مناظرہ کرنے کے لیے مجھے دعوت دے رہے تھے۔ لیکن اس لحاظ سے کہ آج کل کا
مباحثہ درحقیقت مناظرہ نہیں ہوتا بلکہ مجادلہ یا مکابرہ ہوتا ہے۔ میں اجتناب کرتا رہا
اور قادیانی جماعت نے اسلامی جماعت کو یہ کہنا شروع کر دیا کہ تمہارے پاس
اپنے مذہب کی حقانیت کی کوئی دلیل نہیں ورنہ مفتی غلام مرتضیٰ مناظرہ سے اجتناب
نہ کرتا۔ اس پر اسلامی جماعت کے کثیر التعداد اشخاص کے عقائد میں تشویش اور
اضطراب پیدا ہو گیا۔ بلکہ اغلب امید ہو گئی کہ اگر مناظرہ نہ ہوا تو اسلامی جماعت
کے کثیر التعداد افراد مرتد ہو جائیں گے۔ اس حالت کے لحاظ سے مناظرہ کرنا فی
سبیل اللہ یعنی بغرض حفاظت عقائد حقہ میں نے منجانب اللہ اپنا فرض لازمی سمجھ کر
اعلان کر دیا کہ قادیانی جماعت کا فرد اعلیٰ یا متوسط یا ادنیٰ جو میدان مناظرہ میں
نکلے میں اس کے ساتھ مناظرہ کرنے کے لیے تیار ہوں۔

چنانچہ مولوی جلال الدین صاحب شمس مولوی فاضل آمدہ از قادیان کے
ساتھ میرا مناظرہ تحریری و تقریری بتاریخ ۱۸، ۱۹۔ اکتوبر ۱۹۲۳ء بمقام ہریا ضلع
گجرات ہوا۔ جس کی تمام روداد ہدیہ ناظرین ہے۔ بنا بریں اب میرا استحقاق
ہے کہ قادیانی جماعت میں سے جس فرد کو مناظرہ کے لیے میں دعوت دوں وہ
میدان مناظرہ میں نکلے۔

چونکہ میاں محمود احمد صاحب کو قادیانی جماعت نے سب سے فائق سمجھ کر
صاحب کی خلافت کے لیے منتخب کیا ہے۔ اور نیز میاں صاحب قریباً چالیس کروڑ
اہل اسلام اور کلمہ گو کی تکفیر کرنے میں مقتدا ہیں۔ اور مرزا غلام احمد صاحب لکھتے

ہیں۔

”یاد رہے کہ ہمارے اور ہمارے مخالفین کے صدق و کذب آزمانے کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات حیات ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام درحقیقت زندہ ہیں تو ہمارے سب دعوے جھوٹے اور سب دلائل ہیچ ہیں۔ اور اگر وہ درحقیقت قرآن کریم کے رو سے فوت شدہ ہیں تو ہمارے مخالفین باطل پر ہیں۔ اب قرآن درمیان ہے اس کو سوچو۔ (تحفہ گولڑویہ ص ۱۶۶)

اس لیے میں میاں محمود احمد صاحب خلیفہ ثانی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو دعوت کرتا ہوں کہ وہ میرے ساتھ مسئلہ حیات و وفات مسیح ابن مریم پر بمقام لاہور اس طریق سے مناظرہ تحریری و تقریری کریں کہ ہر ایک مناظر مطابق آیہ فان تنازعتم فی شئی فردوه الی اللہ والرسول اپنا اپنا دعویٰ قرآن کریم اور حدیث نبوی کے ساتھ ثابت کرے اور قرآن کریم و حدیث نبوی چونکہ عربی لغت میں ہیں اس لیے ان کی تفسیر میں امور مفصلہ ذیل کے سوائے کوئی پیش نہ کی جائے گی۔ قرآن۔ حدیث۔ اقوال صحابہ۔ لغت عرب۔ صرف۔ نحو۔ معنی۔ بیان۔ بدیع لیکن میں میاں صاحب کے مقابلہ میں مرزا صاحب اور مولوی نور الدین صاحب خلیفہ اول صاحب کے اقوال بھی پیش کر سکوں گا۔ کیونکہ میاں صاحب مرزا صاحب کو نبی اعتقاد کرتے ہیں اور میں مرزا صاحب کو نبی نہیں اعتقاد کرتا بلکہ متنبی سمجھتا ہوں۔

اب تمام ناظرین پر واضح ہو کہ اگر میاں صاحب میری دعوت کو قبول کر کے میدان مناظرہ میں آگئے تو ہم سمجھیں گے کہ میاں صاحب کے دل میں خلوص اور دیانت داری ہے اور اپنے عقائد ثابت کرنے کے لیے ان کے دل میں جرأت اور قوت ہے۔ اور اگر میاں صاحب نے میری دعوت کو قبول نہ کیا اور مناظرہ میں نہ

آئے تو یہ ثابت ہوگا کہ ان کے پاس اپنے مذہب کی حقانیت کی کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ ہی ان کے دل میں خلوص اور دیانتداری ہے بلکہ میاں صاحب کی تمام تلمیحات اور ڈھنگوں میں شکار بازی مقصود ہے اور ”زربدہ سخن درین است“۔
والا معاملہ ہے۔

اللهم اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم غير
المغضوب عليهم ولا الضالين آمين

خادم الاسلام والمسلمين
مفتی غلام مرتضیٰ



WWW.NATSEISLAM.COM

"THE NATURAL PHILOSOPHY
OF AHLE SUNNAT WAL JAMAAT"

WWW.NATSEISLAM.COM

ادارہ کی ایک اہم اور تحقیقی کتاب

سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت بشریت



اس کتاب میں نبی کریم ﷺ کی نورانیت و بشریت قرآن و حدیث اور معروف مفسرین و محدثین کی کتب کی روشنی میں لکھی گئی ہے۔ نیز اسی موضوع کی تمام دیوبند کتب کا رد بھی مدلل پیش کیا گیا ہے۔ علماء و طلباء کیلئے بڑی اہم تحقیقی تصنیف ہے۔ آج ہی طلب فرمائیں۔



تالیف:

محمد نعیم اللہ خاں قادری

بی ایس سی۔ بی ایڈ / ایم اے اردو۔ پنجابی۔ تاریخ

ہدیہ

صفحات

ناشر: فیضانِ مدینہ پبلیکیشنز جامع مسجد عمر روڈ کامونکے

فیضانِ مدینہ پبلیکیشنز کی لاجواب کتب



❁ شرک کی حقیقت

❁ غیر مقلدین کو دعوتِ انصاف (اول) (مطبوعہ)

❁ غیر مقلدین کو دعوتِ انصاف (دوم) (مطبوعہ)

❁ غیر مقلدین کو دعوتِ انصاف (سوم) (مطبوعہ)

❁ غیر مقلدین کو دعوتِ انصاف (چہارم) (زیر ترتیب)

❁ مجموعہ تصانیف حضرت علامہ محمد اسماعیل نقشبندی علیہ الرحمۃ

❁ دیوبند کا نیا دین (مطبوعہ)

❁ سرورِ کونین ﷺ کی بشریت و نورانیت (مطبوعہ)

❁ دیوبندیوں سے لاجواب سوالات (مطبوعہ)

❁ مجموعہ رسائل مفتی محمد شفیع جماعتی رحمۃ اللہ علیہ (مطبوعہ)

ناشر: فیضانِ مدینہ پبلیکیشنز جامع مسجد عمر روڈ کامونگی